نندلال نیرنگ سرحدی

شخصیت اور فن

تحقیق، تجزیہ، تدوین

ڈاکٹر سید تقی عابدی

نندلال نیرنگ سرحدی شخصیت اور فن
ڈاکٹر سید تقی عابدی

نندلال نیرنگ سرحدی

(شخصیت اور فن)

تحقیق، تجزیہ، تدوین

ڈاکٹر سید تقی عابدی

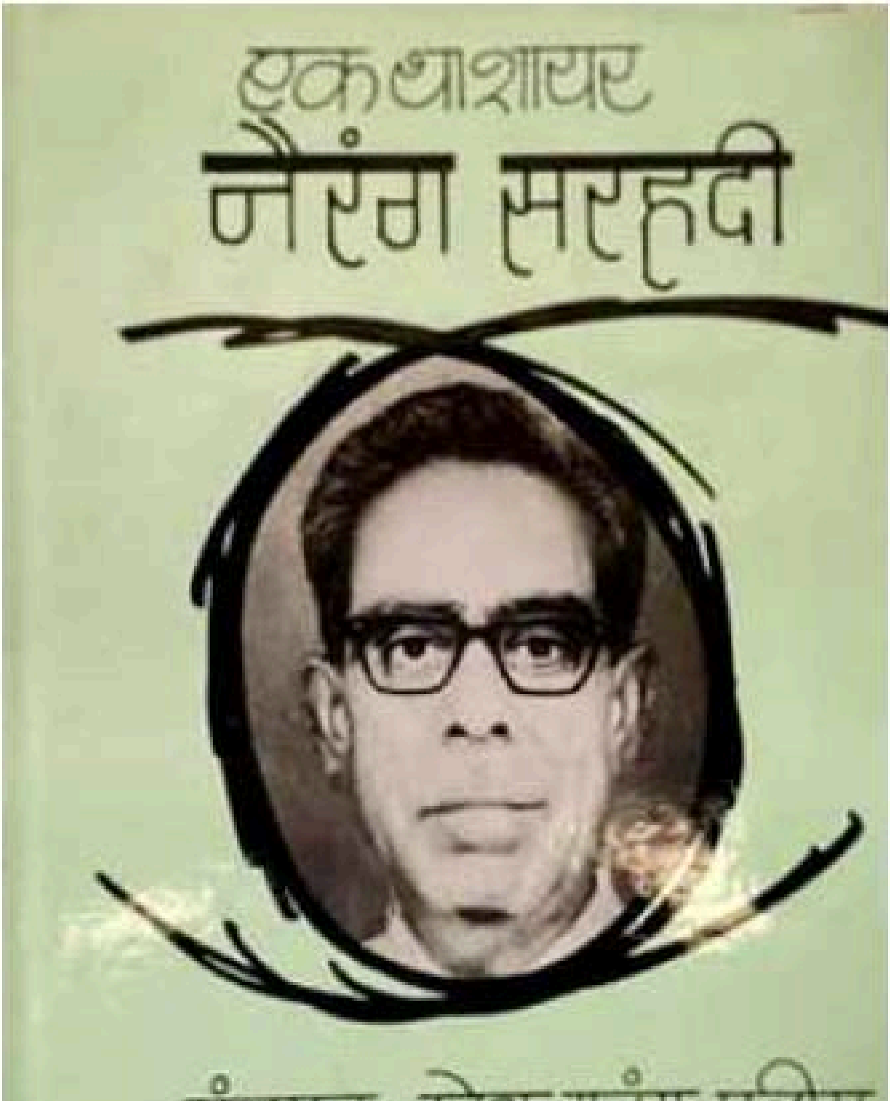
एक था शायर
नैरंग सरहदी
संचयन - नरेश नारंग सलीम
संपादक - शानी

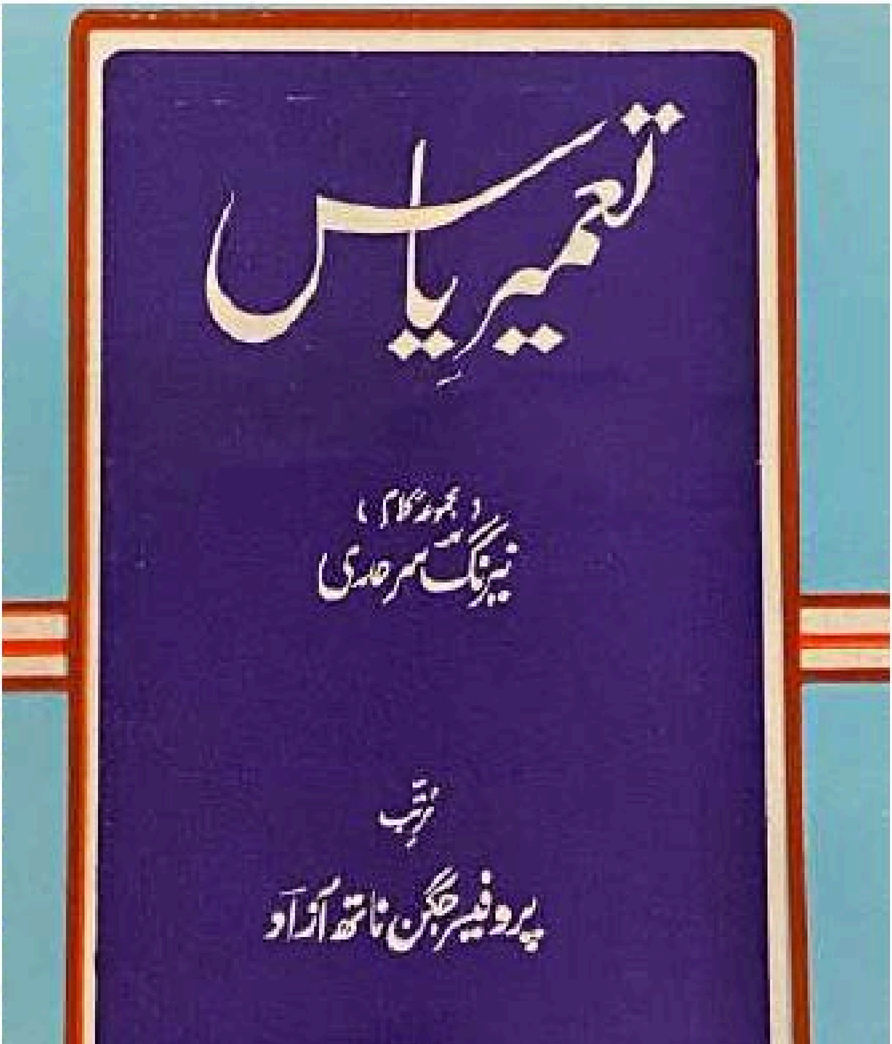
تعمیرِ یاس
(مجموعۂ کلام)
نیرنگ سرحدی
ترتیب
پروفیسر جگن ناتھ آزاد

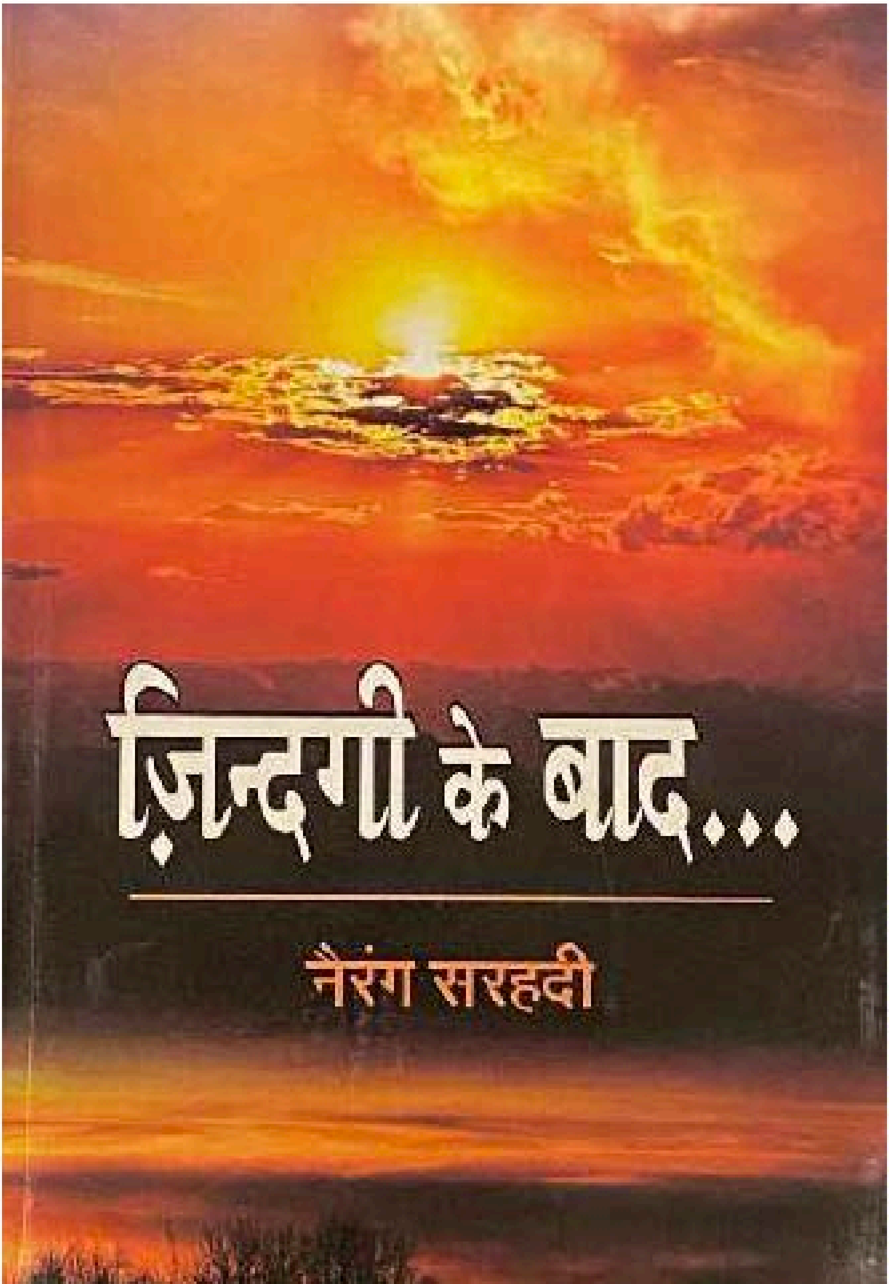
ज़िन्दगी के बाद...
नैरंग सरहदी

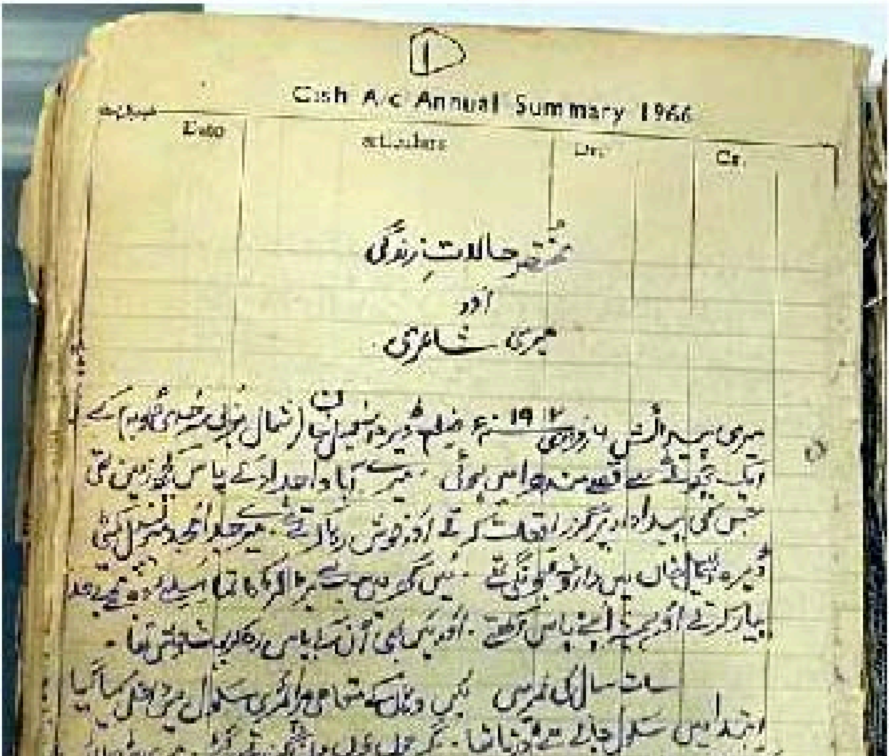
Cash A/c Annual Summary 1966
Date
Particulars
Dr.
Cr.
مختصر حالاتِ زندگی
اور
میری شاعری

بیاض نمبر 1

عرضِ حال

میری شاعری - کسی مشہور ادیب کا کہنا ہے کہ جس کلام سے صاحبِ کلام کی زندگی پر روشنی نہیں پڑتی اُسے کلام مفید کہنا درست نہیں بلکہ جس کی شاعری ایک لفظی تحریر کا مرقع بن کر رہ جاتی ہے۔ اور اس شاعر کے دلی جذبات کا اندازہ نہیں ہو سکتا۔

میری شاعری میری زندگی کا آئینہ ہے۔ جو کچھ لکھتا ہوں زندگی کے اثرات کی جھلک اس سے صاف نمایاں ہوتی ہے میں زبان کو ہاتھ سے کبھی نہیں جانے دیتا۔ قدما اور متاخرین کے اتباع یہ کلام کا متعلق ہوں۔ دلی۔ میرٹھ۔ پٹیالہ۔ جالندھر جمعہ دار۔ انبالہ۔ ہوشیار پور۔ چنڈی گڑھ۔ بھنڈو گڑھ۔ گڑگاؤں۔ بیکانیر۔ اجمیر وغیرہ اضلاع کے مشاعرہ میں شرکت کرتا رہتا ہوں۔ جہاں بھی جاتا ہوں

DECEMBER 1953 — SATURDAY 26

13 Poh Bk 2010 पौष शु. ९—२०१० 19 Rabi[illegible] 1373

آج کل

بعد شفق کی سرزمیں پہ خراماں ہوں آج کل
یارانِ مہرباں تھا جہاں ہوں آج کل
[illegible] ہوں آج کل
[illegible] ہوں آج کل
کیسے چمک رہے ہیں مرے داغ ہائے دل
کوئی بتائے کہ کیوں نہاں ہوں آج کل
درسِ علومِ شرقی ہے مشغلہ مرا
مکتب میں [illegible] ہوں آج کل
کچھ دوری وطن سے رہا ہوں [illegible]
کچھ غربتِ وطن سے پریشاں ہوں آج کل
اپنا وطن بھی شگفتہ گلستانِ رنگ و بو
پھر کیوں [illegible] کے رنگ بیاباں ہوں آج کل
مرغِ چمن فطرۃ سرحد تھا میں کبھی
اُس سرزمیں کی یاد میں نالاں ہوں آج کل
غربتِ وطن کا زخم ابھی تک نہ مٹا
کہتا ہے کون مجھ کو کہ شاداں ہوں آج کل
[illegible]
[illegible] زندگی پہ لرزاں ہوں آج کل
اب وہ رہے نہ [illegible]
[illegible] ہوں آج کل

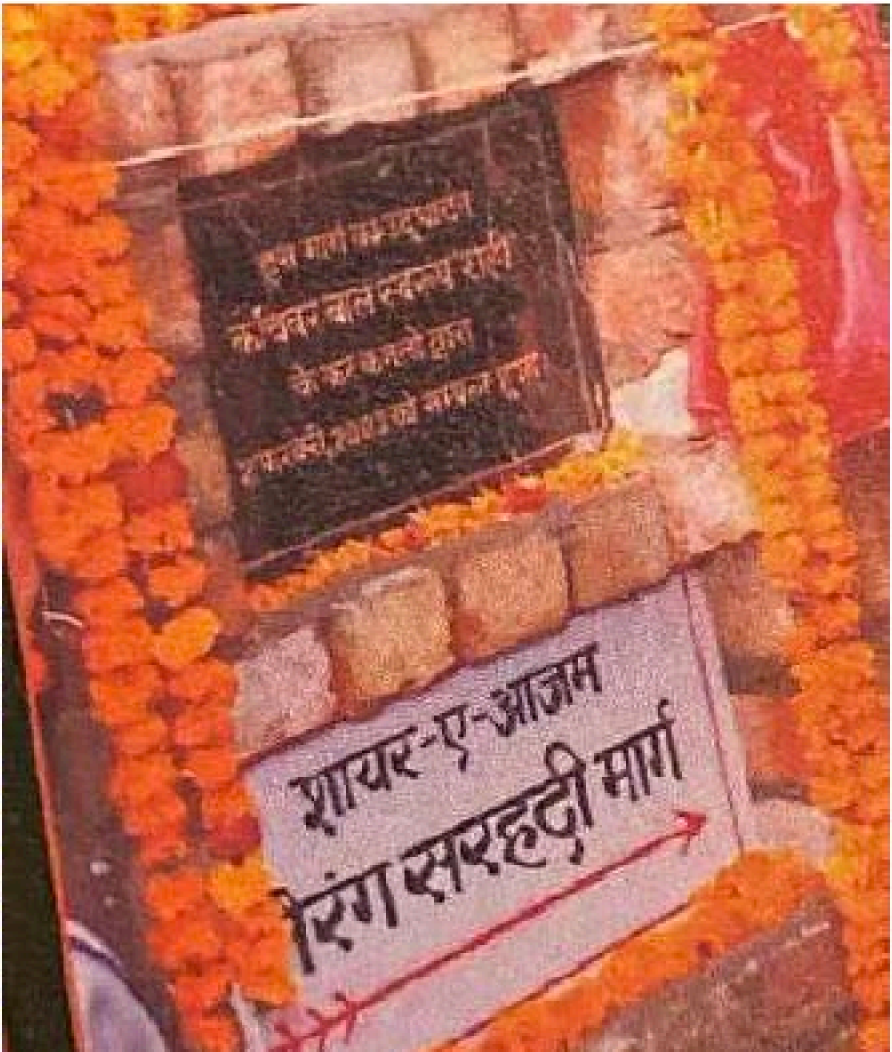

نیرنگ سرحدی مارگ، ریواڑی میں

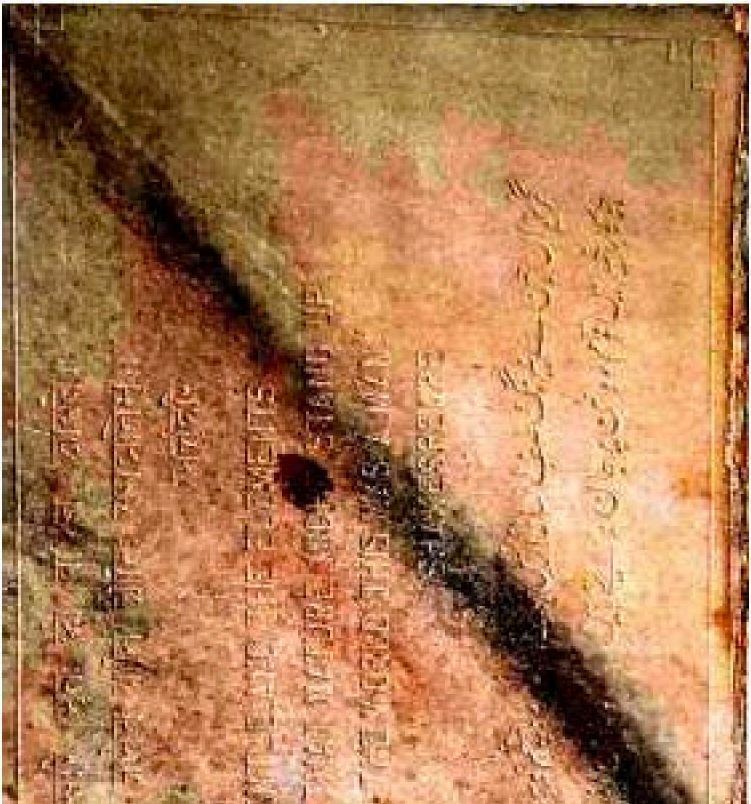

گریزاں جن سے نیرنگ وصفِ انسانی نہیں ہوتے
وہ چشمِ دہر سے پنہاں بآسانی نہیں ہوتے
جو کارِ خیر میں قوم و وطن پر جان دیتے ہیں
وہ اِس دُنیائے فانی میں کبھی فانی نہیں ہوتے

नैरंग सरहदी

6 फ़रवरी 1912

5 फ़रवरी 1973

ہندو اسکول ریواڑی میں قوالی کی مشق

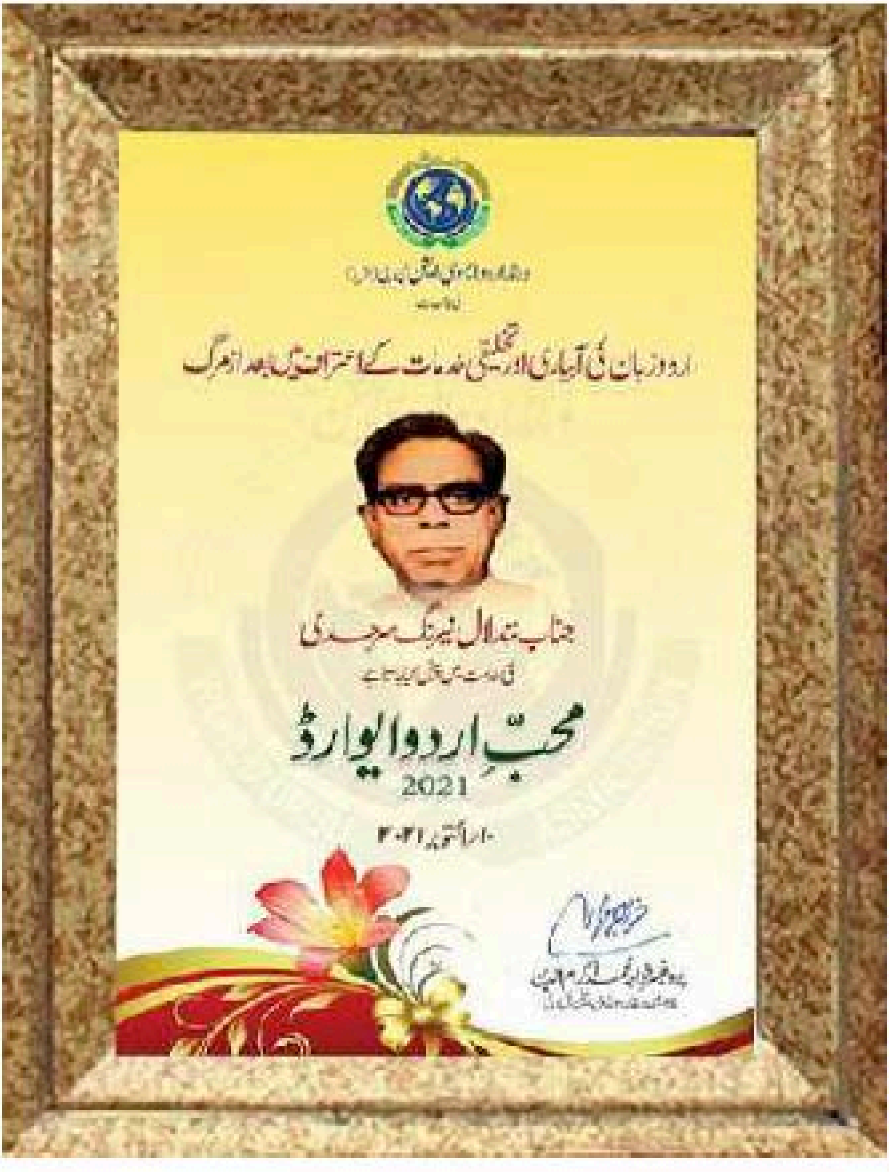
محبِّ اردو ایوارڈ
2021

جملہ حقوق بحق مصنف محفوظ

کتاب	:	نندلال نیرنگ سرحدی: شخصیت اور فن
مصنف/مولف	:	ڈاکٹر سید تقی عابدی
کمپوزنگ	:	رہبر کمپیوٹرز، دہلی
مطبع	:	ایجوکیشنل بک ہاؤس، دہلی

انتساب

یہ کتاب اُس خاتون کے نام سے انتساب کی جارہی ہے جو اپنے مصمم ارادے کے ساتھ آنے والے کل کی کامیابی کا وژن رکھتی ہے۔

سونیتا نیرنگؔ ہی کی بدولت آج نیرنگؔ سرحدی کا کلام ہمارے پیش نظر ہے۔ نیرنگؔ سرحدی کی بہو جس نے کبھی اپنے خسر کو نہ دیکھا ان کے کلام کی حفاظت کر کے نیرنگؔ سرحدی کو اَمر کر دیا ہے۔

نیرنگؔ سرحدی کی بیگم پشپا نیرنگؔ نے بھی اپنی فدا کاریوں سے ان کی شاعری کے ساتھ ساتھ ان کو اُردو کی خدمت کرنے کا حوصلہ زندگی کے ہر ہر قدم پر دیا۔

انہی خواتین کی وجہ سے نیرنگؔ سرحدی کے کلام کی وژن کو جس میں انسانی قدریں اور انسانی حقوق شامل ہیں، ان کی پوتی نہانا رنگ ٹھاکرداس آج کی عالمی فضاؤں میں پھیلا رہی ہیں۔

فہرست

تعجب ہے	سید تقی عابدی	9
رو میں ہے رخشِ عمر	سید تقی عابدی	13
شجرہ	نہا نارنگ ٹھاکرداس	16
فیملی فوٹوز		19
زندگی نامہ	سید تقی عابدی	29
منظوم سوانح حیات	نندلال نیرنگ سرحدی	35
جدول	سید تقی عابدی	110
تصانیف		111
تصاویر اور ایوارڈ		113
مختصر حالاتِ زندگی	نندلال نیرنگ سرحدی	149
میری شاعری	نندلال نیرنگ سرحدی	154
مُحسوسات اور قیاسات	نندلال نیرنگ سرحدی	159
عرضِ حال (تعمیرِ یاس)	نندلال نیرنگ سرحدی	162
وصیت نامہ	نندلال نیرنگ سرحدی	163
حرفے چند (تعمیرِ یاس)	جگن ناتھ آزاد	166

ایک تھا شاعر: نیرنگؔ سرحدی	نریش نارنگ سلیم	170
''مناجاتِ شاعر'' کا تجزیہ	سیدتقی عابدی	172
نیرنگؔ سرحدی کی نعت نگاری	سیدتقی عابدی	177
عاشقِ اُردو، شاعرِ شیریں بیان نیرنگؔ	سیدتقی عابدی	181
نیرنگؔ سرحدی کی شخصیت اور فن کا مختصر تعارف	سیدتقی عابدی	190
نیرنگؔ کے قطعات میں سماجی قدریں	سیدتقی عابدی	197
نیرنگؔ کی شاعری میں ریواڑی کا تذکرہ	سیدتقی عابدی	201
کلامِ نیرنگؔ میں وطن کے خدمت گزاروں کا خیر مقدم	سیدتقی عابدی	206
نیرنگؔ سرحدی اور راؤ موہر سنگھ	سیدتقی عابدی	213
نیرنگؔ سرحدی اور وزیرِ اعلیٰ ہریانہ راؤ بیریندر سنگھ	سیدتقی عابدی	217
مثنوی ساوتری کا تجزیہ	سیدتقی عابدی	228
نیرنگؔ کے قطعات میں اخلاق سازی	سیدتقی عابدی	234
نیرنگؔ فہمی کا مختصر تعارف	سیدتقی عابدی	240
کچھ تعلق نہیں نیرنگؔ کو کسی فرقے سے	سیدتقی عابدی	246
فیض احمد فیضؔ اور نیرنگؔ سرحدی	سیدتقی عابدی	257
نیرنگؔ سرحدی کامیاب تضمین نگار	سیدتقی عابدی	261
نیرنگؔ کی قلبی واردات شعروں کی زبانی	سیدتقی عابدی	265
کلامِ نیرنگؔ میں ملک کے آزاد خواہوں کی جلوہ گری	سیدتقی عابدی	269
نیرنگؔ سرحدی کی فارسی شاعری	سیدتقی عابدی	282

نیرنگؔ کے کلام میں آزادی کی خوشبو	سید تقی عابدی	294
بارہ رتن (قطعات نیرنگؔ سرحدی)	سید تقی عابدی	306
غزل کے منتخب اشعار	سید تقی عابدی	312
''یوں تو ہے ساری زندگی کی زندگی غزل''	سید تقی عابدی	323
نیرنگؔ کی سہرا اور وداع نگاری	سید تقی عابدی	340
نیرنگؔ اور تہوار	سید تقی عابدی	343
نیرنگؔ سرحدی کے ترجمے	سید تقی عابدی	347
عمدہ نثار اور افسانہ نگار: نیرنگؔ سرحدی	سید تقی عابدی	356

تعجب ہے

مجھے تعجب اور افسوس بھی ہے کیوں کہ میں ایک شاعر کی حیثیت سے جو تقریباً پینتالیس (45) سال سے شاعری کر رہا ہے اور ایک ادیب کی معرفت سے جس کی چھے درجن سے زیادہ تصنیفات اور تالیفات شائع ہو کر آج موجود ہیں بحیثیت ایک اُردو پرستار اور عاشق دوسرے اُردو شاعر، اُردو عاشق کی اُردو عدالت میں وکالت کر رہا ہے کہ نند لال نیرنگ کا عمدہ کلام کیوں اتنی تاخیر سے گلستانِ شاعری میں مہک رہا ہے اگر چہ ان کا صرف پندرہ فی صد کلام جو مجموعۂ کلام کے نام سے کسی اُردو اکاڈمی سے پچیس (25) سال قبل شائع ہو کر نایاب ہو گیا ہے، چناں چہ اس عمدہ شریں بیان شاعر کے کلام پر اب تک تنقید کے پانچ چھے صفحات بھی نظر نہیں آتے۔

نند لال نیرنگ صاحب سرحدی اُردو اور فارسی کے شاعر اور ادیب تھے۔ خود لکھتے ہیں کہ میں (9) نو زبانوں سے واقف ہوں، وہ شاعر جو فیض احمد فیضؔ، تلوک چند محرومؔ اور عطا اللہ خان کا شاگرد رہا ہو جو تقسیم برصغیر پر پشاور سے مہاجر ہو کر ریواڑی کو اپنا ''وطن ثانی'' بنا چکا ہو، جو اُردو، فارسی اور پنجابی کا معلّم اور ہریانہ منطقہ کے عوام سے درد اور محبّت کا رشتہ جوڑ کر کبھی ریواڑی کی کسی بستی میں پانی کا نلکا لگوا رہا ہے تو کبھی بوسیدہ دیوار صاف کر کے خطرے سے بچوں کو بچا رہا ہے، جس نے اپنی شاعری سے حکمراں اور عوام کی تعریف اور ترغیب کی ہو، اس کا کلام جو آزادی اور آزادی خواہوں کے لیے لکھا گیا ہو، اب تک کیوں عوام کے مطالعے کے لیے فراہم نہ کیا گیا؟

نیرنگ سرحدی نے اپنے ایک فارسی خط میں جو جملہ لکھا ہے وہ تیر بن کر

ہمارے دل میں پیوست ہے۔ وہ لکھتے ہیں کہ ''یہ میری بدبختی ہے کہ آج تک میرا کلام شائع نہ ہوسکا اور یہ حسرت میرے دل میں باقی رہ گئی۔'' وہ شاعرِ فطرت جس نے پانچ سو کے قریب غزلیں، نظمیں، قطعات، مثنویات اور رباعیات سے گلستان اُردو کو رنگین کر دیا، جس نے درجنوں آزادی اور آزادی خواہوں انسانیت اور وطن دوستی پر منظومات لکھے وہ کیوں گمنامی اور بے چارگی کی زندگی گزار کر چلا گیا۔ ہم متشاعروں کے کلام کے اشتہار کے انبار تو دیکھتے ہیں لیکن کیوں ایک فطری شاعر کے کلام کو دیکھنے کے لیے آنکھیں ترس گئیں اور خود شاعر اس کے کلام کے چھپنے کی آرزو لے کر اس بیداد دُنیا سے چلا گیا۔ سوسال پہلے اُردو ترقی بورڈ بنا اور آج اُردو تحفظ بورڈ کی ضرورت لاحق ہے، کیا اس زوال کی گوناگوں وجوہات میں یہ بھی ایک وجہ نہیں کہ اُردو کے حقدار کو اس کا حق اس کی زندگی میں نہیں دیا گیا اور سچ تو یہ ہے کہ اس کے مرنے کے پچیس سال کے بعد بھی جیسا چاہیے تھا ویسا حق ادا نہیں کیا گیا۔

نیرنگؔ کے اِس کلیات میں فارسی کلام بھی شامل ہے۔ یہاں اگر مہابھارت کی حکایت ''ساوتری'' کی نظم ہے تو مناجات اور نعتیہ کلام بھی موجود ہے۔ اگر شاعر عیدالضحیٰ پر شعر پڑھتا ہے تو ہولی کے تہوار پر بھی اُسی طرح تنقید کرتا ہے جس طرح دیش کے تہوار بسنت پر کیوں کہ وہ غریبوں، ستم کشوں اور مزدوروں کے درد سے واقف ہے۔ نیرنگؔ ایک ترقی پسند، سیکولر وطن دوست، انسانی حقوق کا محافظ، اُردو کا عاشق، شیریں سخن، شاعر، ادیب افسانہ نگار اور مترجم ہے۔ نیرنگؔ نے اگر جوان نسل کو مدرسوں میں تعلیم کی ترغیب دی تو ان کی معاشرے کے لیے مثبت قدروں سے بھی تربیت کی۔ ہم نے اس کلیات میں ان کی بیاضوں سے جو ''بزمِ ادب سرحدی میموریل'' میں محفوظ ہیں، صحیح متن کے ساتھ ان کا کلام سنوار کر قرطاس پر بکھیر دیا ہے۔ سچ ہے۔

ع : چھپ نہیں سکتا ہے شاعر شعر کے چھپنے کے بعد

اب نیرنگؔ جیسا کہ ذوقؔ کہہ چکے ہیں اَمر ہو چکے ہیں۔

ے : رہتا سخن سے نام قیامت تلک ہے ذوقؔ

اولاد سے رہے یہی دوپشت چار پشت

ہم نے نیرنگؔ سرحدی پر تقریباً تیس (30) کے قریب تحقیقی، تنقیدی، تشریحی اور تجلیلی تحریریں اس صحیفہ میں ہر عنوان پر لکھ کر رکھ دیں ہیں تا کہ عامی اور عالم دونوں اس سے مستفید ہو سکیں اور اسکالرس اس کو تنقیدی نظر سے پرکھ سکیں۔

یہاں یہ ذکر ضروری ہے کہ نیرنگؔ سرحدی کی بہو سونیتا نارنگؔ جنھوں نے کبھی اپنے خسر سے ملاقات نہ کی، مگر ان کے کلام کو سینے سے لگا کر محفوظ رکھا اور اپنے شریکِ حیات نریش نارنگ اور بیٹی نہا نارنگ ٹھاکر داس کے ساتھ ٹورنٹو میں میموریل بنا کر تقریباً ستّر سال قبل بنائی گئی ''بزمِ ادب'' کو زندہ رکھا۔

ہم مطمئن اور خوش ہیں کہ یہ قیمتی سنگین پتھر ہم نے محراب شاعری میں ہمیشہ کے لیے سجا دیا ہے۔

سچ ہے ع : ہر بڑے کام کی تکمیل ہے خود اس کا صلہ

سید تقی عابدی

ٹورنٹو ۲۲/اپریل ۲۰۲۲ء

رو میں ہے رخشِ عمر

نام : سیّد تقی حسن عابدی
ادبی نام : تقی عابدی
تخلص : تقیؔ
والد کا نام : سیّد سبط نبی عابدی (مرحوم)
والدہ کا نام : سنجیدہ بیگم (مرحومہ)
مقام پیدائش : دہلی [انڈیا]
تعلیم : ایم بی بی ایس (حیدر آباد، انڈیا)
ایم ایس (برطانیہ)
ایف سی اے پی (امریکہ)
ایف آر سی پی (کینیڈا)
پیشہ : طبابت
ذوق : شاعری، ادبی تحقیق و تنقید
شریکِ حیات : گیتی
اولاد : دو بیٹیاں (معصوما اور رویا)
دو بیٹے (رضا و مرتضیٰ)

تصانیف : (72) ''شہید'' (1982)، ''جوشِ مودّت''، ''گلشنِ رویا''، ''اقبالؔ کے عرفانی زاویے''، ''انشاء اللہ خاں انشاءؔ''، ''رموزِ شاعری''، ''اظہارِ حق''، ''مجتہد نظم مرزا دبیرؔ''، ''طالعِ مہر''، ''سلکِ سلامِ دبیرؔ''، ''تجزیہ یادگارِ انیسؔ''، ''ابواب المصائب''، ''ذکر دُرباران''، ''عروسِ سخن''، ''مصحف فارسی دبیرؔ''، ''مثنویاتِ دبیرؔ''، ''کائناتِ نجمؔ''، ''روپ کنوار کماری''، ''دُربارِ رسالت''، ''فکرِ مطمئنہ''، ''خوشۂ انجم''، ''دُرِ دریائے نجف''، ''تاثیر ماتم''، ''نجمی مایا''، ''روشِ انقلاب''، ''مصحفِ تغزل''، ''ھوالنجم''، ''تعشقؔ لکھنوی''، ''ادبی معجزہ''، ''غالبؔ دیوان نعت و منقبت''، ''چوں مرگ آید''، ''رباعیاتِ دبیرؔ''، ''سبدِ سخن''، ''کلیاتِ غالبؔ فارسی'' [دو جلد، اُردو]، ''دیوانِ غالبؔ دہلوی'' [فارسی، ایران ایڈیشن]، ''فیضؔ فہمی''، ''مطالعہ دبیرؔ کی روایت''، ''اُردو کی دو شاہکار نظمیں''، ''رباعیاتِ رشیدؔ لکھنوی''، ''رباعیاتِ انیسؔ''، ''فیضؔ شناسی''، ''حالیؔ فہمی''، ''مسدس حالیؔ''، ''کلیاتِ حالیؔ''، ''بچوں کے حالیؔ''، ''کلام وسلامِ انیسؔ''، ''کلیاتِ سعید شہیدیؔ''، ''گلزارؔ کی تخلیقی صنف تروینی تشریح و تجزیہ''، ''باقیات و نادرات فیضؔ احمد فیض''، ''برج شرف''، ''منشی بال مکند بے صبرؔ''، ''مطالعۂ رباعیاتِ فراقؔ گورکھپوری''، ''حالیؔ کی نظمیں''، ''حالیؔ کی نعتیہ شاعری''، ''حالیؔ کی غزلیں اور قطعات''، ''گلستان ہند''، ''دیوان فراق گورکھپوری کامل''، ''منشی بال مکند بے صبرؔ''، ''تعمیر بقا''، ''تقی عابدی کے مقالات کا بن''، ''نیرنگؔ سرحدی شخصیت اور فن''

زیرِ تصنیف : ”حالؔی کے قصیدے اور حالؔی کے شخصی مرثیے“، ”تجزیۂ شکوہ جوابِ شکوہ“، ”فانؔی لا فانؔی“، ”اقبالؔ کے چار مصرعے“، ”رباعیات بیدلؔ“، ”رباعیاتِ صادقین“، ”دیوانِ فارسی حالؔی“، ”فراقؔ فہمی“

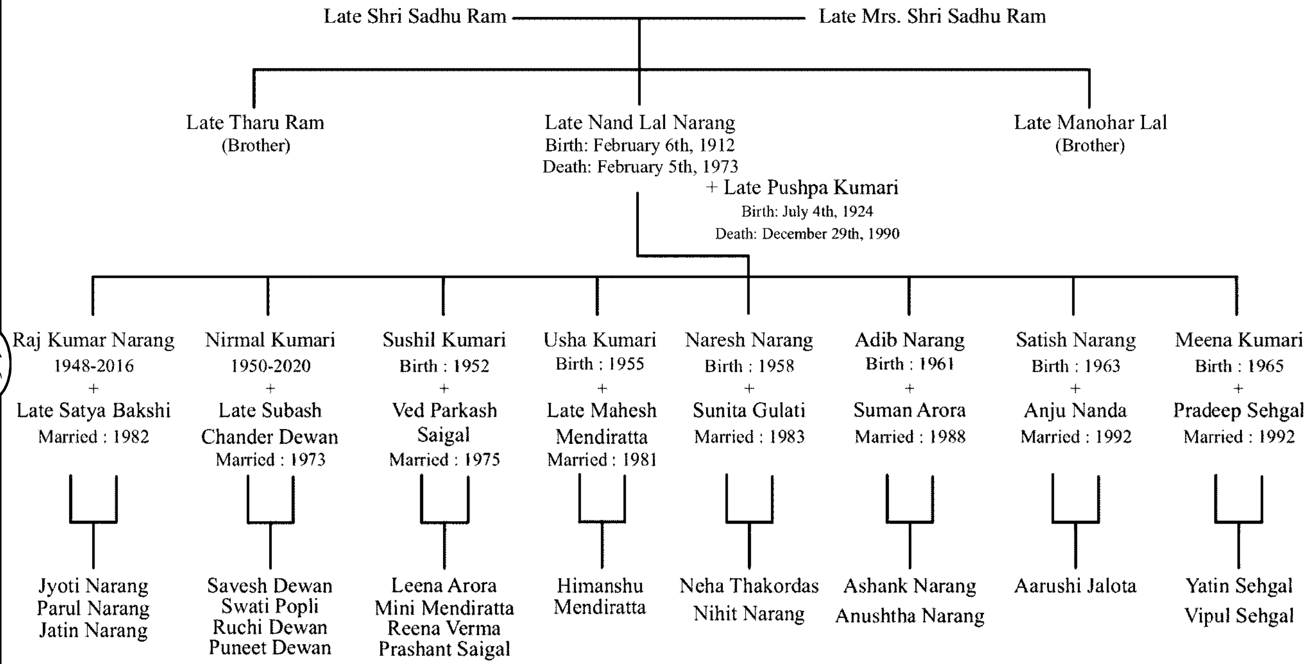

"The purpose of life is not to be happy. It is to be useful, to be honorable, to be compassionate, to have it make some difference that you have lived and lived well." Ralph Waldo Emerson

زندگی نامہ

نام : نندلال
تخلص : نیرنگ
القاب : سرحدی......خان
والد : سادھورام
پیدائش : 6؍فروری 1912ء
مقام : مندھرا (ضلع ڈیرہ اسماعیل خان)
دادا : کالے رام میونسپل کمیٹی ڈیرہ اسماعیل خان میں داروغہ چونگی تھے۔
شغل : معلّم (خالصہ اسکول ڈیرہ اسماعیل خان، خالصہ اسکول پشاور، اہیر اسکول ریواڑی، ہندو اسکول ریواڑی)
شوق : شاعری، افسانہ نگاری، ڈرامہ نگاری، خوش خطی، مترجم
شادی : پشپا کماری متولد 1924ء سے 1941ء میں ہوئی۔
اولاد : آٹھ (چار بیٹے اور چار بیٹیاں) تمام اولاد کو تعلیم دلوائی، تمام آٹھ بچے کالج کی ڈگری یافتہ ہیں۔
مذہب : ہندو (خود کہتے ہیں شاعر کسی خاص مذہب کا قایل نہیں ہوتا۔)
تعلیم وتربیت: دادا نے تربیت کی۔
ا۔ 7 سال کی عمر میں پرائمری اسکول میں شرکت ہوئی۔
ب۔ 16 سال کی عمر میں مڈل اسکول پاس کیا۔

ج۔ 19 سال کی عمر میں میٹرک پاس کیا۔
د۔ لاہور گئے اورینٹل کالج میں داخلہ لیا، لیکن صحت کی خرابی کی وجہ سے تعلیم جاری نہ رکھ سکے۔
ھ۔ 1937ء میں پچیس سال کی عمر میں ادیب عالم اور منشی عالم پاس کیا۔
و۔ 1937ء میں مڈل اسکول میں مدرس ہوگئے۔

مہاجرت : 1947ء میں بیوی کے ساتھ ہوائی جہاز کے ذریعہ دہلی آئے اور چند روز برلا مندر میں قیام کیا۔

زبان : پشتو، اُردو، فارسی، انگریزی اور سنسکرت (خود لکھتے ہیں نو (9) زبانیں جانتا ہوں۔)

مشغولیات : پہلے ریواڑی (گوڑ گاؤں) میں اہیر اسکول میں فارسی ٹیچر ہوئے۔ پھر ہندو ہائی اسکول میں کام شروع کیا اور تمام زندگی اسی میں معلّم رہے۔

شاعری : نویں جماعت سے شاعری کا آغاز ہوا۔ مولانا عطا اللہ خان نے سرپرستی کی۔
پھر منشی تلوک چند محرومؔ سے سلسلہ آموزش جاری رہا۔
فیض احمد فیضؔ سے شاگردی کا فیض شامل ہوا۔
اُردو سبھا کے مشاعرے، محافل اور نشستوں میں نظم، افسانوں اور علوم شاعری سے فایدہ پہنچا۔
خالصہ ہائی اسکول میں کلام پختہ ہوگیا اور کئی شاگردوں کے استاد ہوگئے۔
اُردو اور فارسی میں شاعری جاری رہی۔
13/ اکتوبر 1953ء میں ''بزم ادب'' کا قیام عمل میں آیا جو آج بھی ٹورنٹو میں ''بزمِ ادب سرحدی میموریل'' کے نام سے موجود ہے۔
ریواڑی میں اس بزم کی جانب سے کئی بڑے پیمانے پر مشاعرے

ہوئے۔ جناب کنور مہندر سنگھ بیدی سحرؔ ڈپٹی کمشنر گوڑ گاؤں کی وجہ سے مشاعروں کی رونق میں اضافہ ہوا۔

نیرنگؔ کا کلام دوردرشن سے نشر کیا گیا۔

عموماً رات کو شاعری کرتے۔ بعض اوقات گھر کی دیواروں پر جس شعر کی آمد ہوتی لکھ دیتے تھے۔ بعض اوقات شعر بچوں سے پڑھواتے اور محنت کر کے ان کا تلفظ ٹھیک کرواتے تھے۔

پڑھت : تحت اللفظ سے خوب صورت آواز میں پڑھتے تھے۔

تصانیف : زندگی میں کوئی مجموعہ کلام شائع نہ ہوسکا۔ ریواڑی اور دہلی کے بعض اخباروں، جریدوں اور رسالوں میں قطعات، غزلیں اور نظمیں شائع ہوتی رہیں۔ مرنے کے بعد ''تعمیر یاس'' [اُردو]، ''ایک تھا شاعر'' اور ''زندگی کے بعد'' کتابیں ہندی میں شائع ہوئیں۔

پوشاک : اُردو تہذیب کے نقیب تھے۔ کالی شیروانی، شنیل کی ٹوپی، سفید پاجامہ، کھیتی کے جوتے اور ہاتھ میں کشمیری باریک چھڑی۔

خوارک : غذا کے شوقین تھے۔ شام کا کھانا گھر والوں کے ساتھ کھاتے تھے۔ (شراب کو عمر بھر ہاتھ تک نہیں لگایا۔)

نظام الاوقات: صبح جلد اُٹھ جاتے اور مسلسل کام کرتے رہتے۔ عموماً رات کے بارہ ایک بجے تک مطالعہ، پڑھائی یا شاعری کرتے رہتے۔

اخلاق وکردار: نستعلیق شخصیت کے حامل تھے۔

بہت مقررہ آداب کے قایل تھے۔

ظاہری طور پر سخت گیر مگر دل سے بہت نرم تھے۔

غریبوں اور درد بھروں کے دوست اور حامی تھے۔

عزتِ نفس کی خاطر کبھی کسی سے کلام چھپوانے کو نہیں کہا۔

آمدنی : تمام زندگی تنگ دستی میں گزاری۔

معلّم کی تنخواہ جو بعد میں کم ہوکر پنشن ہوگئی تھی۔ کچھ اُردو انگریزی کے ٹیوشن پڑھاتے اور کبھی کبھار مشاعروں یا کسی کمیشن یا انعام سے کچھ پیسے ملتے تو سب بیوی بچوں پر خرچ کردیتے۔

مطالعہ : رات میں اُردو فارسی کتابوں اور شعراء کا مطالعہ جاری رہتا۔
مرزا غالبؔ کے دیوان کے عاشق تھے۔ ان کے گھر میں غالبؔ دہلوی کی بڑے فریم کی تصویر آویزاں تھی۔

مسافرت : افغانستان جوانی کے زمانے میں ٹورسٹ گائیڈ کی حیثیت سے جایا کرتے تھے اُس وقت ابھی برصغیر تقسیم نہیں ہوا تھا۔
پشاور، ڈیرہ اسماعیل خان، لاہور، دہلی، پٹیالہ، میرٹھ، لکھنؤ، جالندھر، انبالہ، ہوشیار پور، اجمیر شریف اور کئی دوسرے مقامات پر مشاعروں اور شعری محافل میں شریک ہوتے۔

حکایت (ا) : نیرنگؔ سرحدی اپنی تمام بچوں میں پانچوں بیٹے نریش نارنگ سلیمؔ کو بہت چاہتے تھے اور ہمیشہ جہاں بھی جاتے ساتھ رکھتے تھے۔ ان کے تمام بیٹے نیرنگؔ صاحب کے کلام کو مدرسہ میں ترنم سے پڑھتے تھے۔ نریش نارنگ سلیمؔ اس لیے بھی باپ کے چہیتے تھے کہ وہ تین بیٹیوں کے بعد پیدا ہوئے اور بڑے مطیع بھی تھے۔ نریش نارنگ بیان کرتے ہیں کہ ایک شام کو وہ نیرنگؔ صاحب کے ساتھ اپنے کسی رشتے دار کی شادی میں شریک ہونے کے لیے دہلی گئے۔ نیرنگؔ صاحب ہمیشہ کی طرح شیروانی، پاجامہ اور سر پر شینل کی ٹوپی پہنے ہوئے تھے۔ شادی کے گھر کے کسی بڑے شخص نے نیرنگؔ صاحب کو شیروانی میں دیکھ کر کہا: ''آپ اگر اپنے کپڑے بدل لیتے تو اچھا تھا۔'' اس پر نیرنگ صاحب نے کہا کہ ''ان کپڑوں میں کیا برائی ہے اور ویسے میرے ساتھ دوسرے کپڑے نہیں ہیں۔'' اس کے بعد

نیرنگؔ صاحب نے نریش سے کہا: ''ہم اب اس رشتے دار کی شادی میں نہیں رہیں گے اور پھر وہ خاموشی سے وہاں سے نکل کر اپنے شاعر دوست رام چندر کے گھر رات کے دس بجے پہنچے اور ان کے دوست نے نیرنگؔ صاحب اور نریش نارنگؔ کو رات کا کھانا بنوا کر ضیافت کی۔ ہم اس حکایت میں سکّے کے دونوں رخ یعنی رام چندر جیسے فرشتہ شخص کے ساتھ رشتہ داروں کے بیگانہ رخ کو بھی واضح کر رہے ہیں کسی شاعر نے کہا خوب کہا ہے ۔

عجب سلگتی ہوئی لکڑیاں ہیں رشتہ دار
الگ رہیں تو دھواں دیں ملیں تو جلنے لگیں

حکایت (ب) : نیرنگؔ سرحدی کو کوٹھاری کمیشن سے جو تنخواہ بڑھی تھی اس کی یک مشت رقم سات سو روپے ملی تو نیرنگؔ صاحب نے بچوں کے جوتے کپڑے خریدے اور اپنی بیگم کے لیے باقی پیسے خرچ کر دیئے لیکن ان کی بیگم نے کہا کہ ''جب تک نیرنگؔ صاحب خود اپنے لیے کچھ نہ خریدیں وہ کوئی چیز اپنے لیے لینا پسند نہیں کرتیں۔'' نیرنگؔ صاحب نے ایسی فدا کار جیون ساتھی کے لیے خوب صورت نظم لکھی جو اس کلیات میں موجود ہے۔

حکایت (ج): نریش نارنگ کہتے ہیں کہ نیرنگؔ صاحب اچھی اُردو بولنے کی تاکید کرتے تھے۔ ان کے گھر میں ان کے سب بیٹے بیٹیاں اچھی اُردو بولتے تھے۔ نیرنگؔ صاحب کے سب سے بڑے بیٹے راج کمار خانؔ جو طنزیہ اور تند مزاج تھے جو نیرنگؔ کی ایک غزل کا طنزیہ ترجمہ کر کے گا رہے تو یہ نیرنگؔ صاحب کو اتنا برا لگا کہ تقریباً ایک سال تک بیٹے سے بات نہ کی۔ یہ تھی ان کی اُردو محبّت اور تہذیب جو اندورن خانہ ہونے کے باوجود نریش نارنگ کے ذریعے ہم تک پہنچی ہے۔

ایوارڈس : ریواڑی میں ان کے نام کی سڑک موجود ہے۔
ہریانہ گورنمنٹ نے انھیں انعام سے نوازا تھا۔
لکھنؤ ادبی انجمن نے انھیں ''محبِ اُردو'' خطاب دیا تھا۔
ان کے اُردو اشعار موہر سنگھ کے بت سنگین کے نیچے کندہ ہیں۔
بیماریاں : معدہ، جگر اور دل کی بیماری کے مریض تھے۔ لیکن پروا نہیں کرتے۔
ان کی ایک نظم ''نیرنگ اسپتال میں'' موجود ہے۔
انتقال : 5؍فروری 1973ء شام کے (7) بجے، حرکت قلب بند ہو جانے سے ہوا۔
ع : خدا بخشے بہت سی خوبیاں تھیں مرنے والے میں

منظوم سوانحِ حیات

- نیرنگؔ سرحدی نے اُردو اور فارسی میں اپنے خوش خط سے سوانح حیات مسدّس کی شکل میں لکھی ہے جو بحر ہزج مثمن سالم، مفاعیلن (4) بار کی تکرار پر ہے۔ یہ مسدّس چھتیس (36) بندوں پر مشتمل ہے۔ اس کے سرورق پر شاعر نے اپنا فارسی متعار نام ''نورلطیف خان نیرنگؔ سرحدی'' لکھا ہے۔

  اس سوانح حیات کا مطلع ہے ؎

  وہ سرحد کی زمیں جس پر فضایں ناز کرتی ہیں
  گھٹایں بھی جہاں کی، وادیوں سے بچ کے چلتی ہیں

- اس مسدّس کے آٹھویں بند میں نیرنگؔ فیض احمد فیضؔ کی شاگردی پر نازاں ہیں۔ یہ بند پورا فارسی میں ہے۔
- کیوں کہ نیرنگؔ بہت خوش خط تھے ہم نے ''تعمیر بقا'' میں ان ہی کے ہاتھ سے لکھی سوانح حیات رکھ دی ہے۔

تعمیر پابن

Nurul Latif

Noorul Latif

سوانح حیات

Noorul Latif Khan

Nairang

۱۳

نیرنگ سرحدی

مفاعیلن - مفاعیلن - مفاعیلن - مفاعیلن

بحر ہزج مثمن سالم ۔ ۱

وہ سرحد کی زمیں جس پر فضائیں ناز کرتی ہیں ۔

گھٹائیں بھی جہاں کی وادیوں پہ بچ کے چلتی ہیں

جہاں کے حسنِ عریاں سے ہوائیں بھی لرزتی ہیں ۔

جہاں رہنے سے اہلِ دل کی تقدیریں سنورتی ہیں

ندانم ماندہ است چہ لیستم آں پری چہرے را

دلِ خود را منور ساختہ ام از خیالے را

مفاعیلن مفاعیلن مفاعیلن مفاعیلن (بحر ہزج مثمن سالم)

(1)

وہ سرحد کی زمیں جس پر فضائیں ناز کرتی ہیں
گھٹائیں بھی جہاں کی وادیوں سے بچ کے چلتی ہیں
جہاں کے حُسنِ عریاں سے ہوائیں بھی لرزتی ہیں
جہاں رہنے سے اہلِ دِل کی تقدیریں سنورتی ہیں
ندانم ماندہ اَست چہ نسبتم آں پر جمالے را
دِل خُود را مُنّور ساختہ اَم ایں خیالے را

ترجمہ:

میں نہیں جانتا اب کیا نسبت باقی ہے اس پر جمالی سے
بس میں نے اپنے دل کو منوّر کیا ہے اس روشن خیالی سے

- -

۲

وہ ارض پاک کہتے ہیں پٹھانوں کی جسے بستی
جسے اہل نظر سمجھائے ہیں اپنی خوش بختی ۔
خجل جس کی بلندی سے رہی افلاک کی پستی ۔
ازل سے جس کو حاصل ہے شباب و حسن کی مستی ۔

ہمیں جا مولد و مسکن شدہ است این غریبے را
جدا کردند لیکن از مدتے این بد نصیبے را

(2)

وہ ارضِ پاک کہتے ہیں پٹھانوں کی جسے بستی
جسے اہلِ نظر سمجھا کیے ہیں اپنی خوش بختی
خجل جس کی بلندی سے رہی افلاک کی پستی
ازل سے جس کو حاصل ہے شباب و حُسن کی مستی

ہمیں جا مولد و مسکن شدہ اَست ایں غیربے را
جُدا کردند بعد از مدتے ایں بدنصیبے را

ترجمہ:

اُسی جگہ اِس غریب کی پیدائش اور گھر بھی تھا
ایک مدت کے بعد اس بدنصیب کو وہاں سے جدا کیا گیا

- -

3

جہاں کے رہنمائے ملک و ملت خان صاحب تھے

جہاں کے مرکزِ اہلِ محبت خان صاحب تھے

جہاں کے محترم فخرِ وزارت خان صاحب تھے

جہاں اسلام کی شانِ شہادت خان صاحب تھے

رہی ہے اس زمیں سے مدتوں دلبستگی مجھ کو

جہاں کے نام سے ہوتی ہے اک تازگی مجھ کو

(3)

جہاں کے رہنمائے ملک و ملت خاں صاحب تھے
جہاں کے مرکزِ اہلِ محبّت خاں صاحب تھے
جہاں کے محترم فخرِ وزارت خاں صاحب تھے
جہاں اِسلام کی شانِ شہادت خاں صاحب تھے
رہی ہے اُس زمیں سے مُدتوں دل بستگی مجھ کو
جہاں کے نام سے ہوتی ہے اب تک تازگی مجھ کو

- -

4

جہاں پر نازشِ اسلام ہے سرحد کا گاندھی۔
جہاں مقبولِ خاص و عام ہے سرحد کا گاندھی۔
جہاں والوں کے لب پر نام ہے سرحد کا گاندھی۔
تو جب سے اسیرِ دام ہے سرحد کا گاندھی۔

بدارم اعتقادِ تام آن مردِ بزرگے را
بیاد آرم صبحدم نام آن مردِ بزرگے را۔

(4)

جہاں پر نازشِ اسلام ہے سرحد کا گاندھی
جہاں مقبولِ خاص و عام ہے سرحد کا گاندھی
جہاں والوں کے لب پر نام ہے سرحد کا گاندھی
تعجب ہے اسیرِ دام ہے سرحد کا گاندھی
بدارم اِعتقادِ تام آں مردِ بزرگے را
بیاد آرم صُبحدم نام آں مردِ بزرگے را

ترجمه:

میں اس عظیم شخص کے نام کا معتقد ہوں
ہر صبح اس عظیم شخص کا نام لیتا ہوں

- -

5

شنیده ام که پدرانم دبیر خیال صفا بودند
خدا را یاد می کردند که مردان خدا بودند.
زمینے کاشتند از مزرع اش اہل غنا بودند.
ازین بہر خدا دادند که آں دیگر گدا بودند.
ازآں مردان کالے رام مرد باسز بوده
او شوق سیاحت و دائم در سفر بوده

(5)

شنیده اَم کہ پدرانم دبیر خالصا بودُند
خُدارا یاد می کردند کہ مردان خدا بودُند
زمینے کاشتند از مرزع اش اہل غنا بودُند
ازیں بہتر خُداداند کہ آں دیگر گہ ہا بودُہ
ازآں مردان کالے رام مردِ با ہنر بودُہ
او تشویقِ سیاحت و دائم در سفر بودُہ

ترجمہ:

میں نے سنا ہے کہ میرے باپ خالصا کے دبیر تھے
وہ ہمیشہ خدا کی یاد میں رہتے اور مردِ خدا تھے
کھیتی کی زمین کے مالک تھے اور خوش حال تھے
وہ اپنے مقام پر دوسروں سے بہتر تھے
کالی رام ان مردوں میں ہنرمند تھے
انھیں سیاحت کا شوق تھا اور ہمیشہ سفر کرتے تھے

- -

6

زمینوں میں نہیں دیکھی کوئی ایسی زمیں میں نے ۔
کوئی فردوس اُس جیسا نہیں دیکھا کہیں میں نے ۔
نہیں دیکھی کبھی ایسی عروسِ نازنیں میں نے ۔
ابھی جی بھر کے دیکھی بھی نہ تھی جس کی جبیں میں نے ۔

ابھی کھلنے نہیں پایا تھا بابِ زندگی اپنا ۔
ادھورا رہ گیا افسوس خوابِ زندگی اپنا

(6)

زمینوں میں نہیں دیکھی کوئی ایسی زمیں میں نے
کوئی فردوس اُس جیسا نہیں دیکھا کہیں میں نے
نہیں دیکھی کبھی ایسی عروسِ نازنیں میں نے
ابھی جی بھر کے دیکھی بھی نہ تھی جس کی جبیں میں نے
ابھی کھلنے نہیں پایا تھا بابِ زندگی اپنا
ادھورا رہ گیا افسوس خوابِ زندگی اپنا

- -

7

اوائل زندگی کا جوش تھا۔ اٹھتی جوانی تھی
غرض پر لطف سیر حاصل ہماری زندگانی تھی
ہماری داستاں کیا ایک بے عنواں کہانی تھی
زباں پر سوز تھی۔ لب پر عجب آتش بیانی تھی
سخن سنجان سرحد میں لگا ہونے شمار اپنا۔
لگا بڑھنے نگاہِ قدر داناں میں وقار اپنا

(7)

اوائل زندگی تھی، جوش تھا، اُٹھتی جوانی تھی
غرض پرلُطف، سیر حاصل ہماری زندگانی تھی
ہماری داستاں کیا ایک بے عنواں کہانی تھی
زباں پُر سوز تھی، لب پر عجب آتش بیانی تھی
سخن سنجانِ سرحد میں لگا ہونے شمار اپنا
لگا بڑھنے نگاہِ قدر داناں میں وقار اپنا

- -

8

مرا شرفِ تلمذ شُد بہ قدم فیض احمد خاں۔
بروز اول نشستہ اَم بہ پیشِ خدمتِ ایشاں۔
رجوع خدمتش یک سال کردم با ہمہ یاراں
فنونِ شاعری آموختہ اَم پیش از دگراں۔
نمی دانم کہ احسانش چگونہ بر زباں آرم۔
نہ طرزِ گفتگو دارم کہ آں را در میاں آرم۔

(8)

مرا شرفِ تلمذ شُد، بہ قدمِ فیضؔ احمد خاں
بدو زانو نشستہ ام بہ پیشِ خدمتِ ایشاں
رجوع خدمتش یک سال کردم با ہمہ یاراں
فنونِ شاعری آموختہ ام بیش از دگراں
نمی دانم کہ احسانش چگونہ بر زباں آرم
نہ طرزِ گفتگو دارم کہ آں را درمیاں آرم

ترجمہ:

مجھے فیض احمد خان سے شاگردی کا شرف ملا
میں نے ان کے سامنے شاگردی کا زانو تہہ کیا
میں ایک سال تک دوستوں کے ہمراہ ان کی خدمت میں جاتا رہا
شاعری کے فن کو دوستوں کی نسبت میں نے اُن سے زیادہ سیکھا
مجھے نہیں معلوم کہ ان کا احسان کو کس طرح سے زبان سے ادا کروں
نہ مجھے وہ گفتگو کرنے کا طریقہ آتا ہے جس سے ان کا احسان ادا کر سکوں

- -

۹

بہارِ زندگی میں ایک خونی انقلاب آیا۔
خدا کا قہر ٹوٹا مجھ پہ جب جوشِ شباب آیا۔
نگاہِ دُور بیں میں جب دُلہن کا انتخاب آیا۔
تلاشِ ابر و باراں میں نظر مجھ کو سراب آیا۔
زمیں ایسی پسند آئی بدل جس کا نہیں ملتا
وہ شجرِ گلستاں دیکھا کہ پھل جس کا نہیں ملتا

(9)

بہارِ زندگی میں ایک خونی انقلاب آیا
خدا کا قہر ٹوٹا مجھ پہ جب جوشِ شباب آیا
نگاہِ دوربیں میں جب وطن کا انتخاب آیا
تلاشِ اَبر و باراں میں نظر مجھ کو سراب آیا
زمیں ایسی پسند آئی بدل جس کا نہیں ملتا
وہ شجر گُل فشاں دیکھا کہ پھل جس کا نہیں ملتا

- -

اسی نخلِ تمنا پر بنایا آشیاں اپنا
سمجھ بیٹھا اسی خطے کو گویا اک جہاں اپنا
کہا کرتا تھا یاروں سے جسے جنت نشاں اپنا
خود اپنے دل پہ ظاہر ہو گیا وہم و گماں اپنا

بہاروں کے مزے لیتا تھا مرغِ خلد کے ملتاں میں
اچانک آ پڑا پنجاب کے ریگ بیاباں میں

(10)

اِسی نخل تمنا پر بنایا آشیاں اپنا
سمجھ بیٹھا اِسی خطے کو گویا اِک جہاں اپنا
کہا کرتا تھا یاروں سے جسے جنّتِ نشاں اپنا
خود اپنے دل پہ ظاہر ہوگیا وہم و گماں اپنا
بہاروں کے مزے لیتا تھا سرحد کے گلستاں میں
اچانک آپڑا پنجاب کے ریگِ بیاباں میں
- -

11

نکاح کردم ولیکن بامرادم دل نشد آنجا۔
کہ اولادے بچندے درمیان شامل نشد آنجا۔
برائے مقصدِ من شاید آب و گِل نشد آنجا۔
درختے کاشتم لیکن ثمر حاصل نشد آنجا۔
بباغ بامرادِ من گُل اوّل شگفتہ شد۔
شدہ بیدار بخت اینجا بآں جائے کہ خفتہ شد

(11)

نکاح کردم و لیکن بامرادم دل نشد آنجا
کہ اولادے بچندے درمیاں شامل نشد آنجا
برائے مقصدِ من شاید آب و گل نشد آنجا
درختی کاشتم لیکن ثمر حاصل نشد آنجا
بباغِ بامرادِ من گُل اوّل شگفتہ شد
شدہ بیدار بخت اینجا بآں جائے کہ خفتہ شد

ترجمہ:

نکاح تو کیا لیکن دل کی مراد وہاں بر نہ آئی
مجھے وہاں اولاد نصیب نہ ہوئی
شاید اس کی وجہ یہ ہو کہ وہاں میرے حصّے کا پانی اور مٹی نہ تھی
میں نے جھاڑ تو بویا لیکن اس کا پھل نہ ملا
میرے مرادوں کے باغ میں میرا پہلا پھول کِھلا
اس مقام پر میرے نصیب جاگے جہاں میری قسمت خراب ہوئی

- -

12

مجھے وہ یاد آتی ہے پشاور کی زمیں اب بھی
مجسم صورتِ زیبا وہ نورانی جبیں اب بھی
نشاط انگیز روشوں پر گلاب و یاسمیں اب بھی
کسی صورت بھی جنت کی زمیں سے کم نہیں اب بھی

وہ ابرِ برشگال اب بھی پشاور پر برستے ہیں
یہاں ہم ہیں کہ اک اک بوند پانی کو ترستے ہیں

(12)

مجھے وہ یاد آتی ہے پشاور کی زمیں اب بھی
مجسم صورتِ زیبا وہ نورانی جبیں اب بھی
نشاط انگیز روشوں پر گُلاب و یاسمیں اب بھی
کسی صورت میں جنت کی زمیں سے کم نہیں اب بھی
وہ ابرِ برشگال اب بھی پشاور پر برستے ہیں
یہاں ہم ہیں کہ اک اک بوند پانی کو ترستے ہیں

- -

13

ریلواڑی کی زمین پر کب سیاہ بختی نہیں آتی۔

کبھی پانی نہیں آتا۔ کبھی بجلی نہیں آتی۔

ہماری آنکھ سے کس روز طوفانی نہیں آتی۔

مگر افسوس نل سے بوند پانی کی نہیں آتی۔

یہاں صدیوں سے اب تک صورتِ انسان باقی ہے

تعجب ہے کہ زندہ کس طرح سے جان باقی ہے

(13)

ریواڑی کی زمیں پر کب سیاہ بختی نہیں آتی
کبھی پانی نہیں آتا، کبھی بجلی نہیں آتی
ہماری آنکھ سے کس روز طوفانی نہیں آتی
مگر افسوس نل سے بوند پانی کی نہیں آتی
یہاں صدیوں سے اب تک صورتِ انسان باقی ہے
تعجب ہے کہ زندہ کس طرح سے جان باقی ہے

- -

14

گرانی سے ہماری صورت حالات ابتر ہے۔

حقیقت ہے کہ ایسی زندگی سے موت بہتر ہے۔

تنفس کی روانی کیا - غموں کا ایک نشتر ہے۔

نہیں کہنے کی جرأت یہ ہمارے رخ سے ظاہر ہے۔

بدیں صورت کہ مشکل آرزوئے زندگی خواہند

کہ صدہا ذی نفس ازیں گرانی خودکشی خواہند

(14)

گرانی سے ہماری صورتِ حالات ابتر ہے
حقیقت ہے کہ ایسی زندگی سے موت بہتر ہے
قفس کی زندگانی کیا، غموں کا ایک نشتر ہے
نہیں کہنے کی جرات یہ ہماری رُخ سے ظاہر ہے
بدیں صورت بمشکلِ آرزوئے زندگی خواہند
کہ صدہا ذی نفسِ ازیں گرانی خودکشی خواہند

- -

15

ندیده ام تمام عمر این حالے که می گزرد

بل ندیده است هر مردے و زنے حالے که می گزرد

بخوابے هم نه دیده کس چنین حالے که می گزرد

نیاد آید کسے را این چنین سالے که می گزرد

نمی گویم چه ها طے این گرانی می کنم این جا

خدا داند بمشکل زندگانی می کنم این جا

(15)

ندیدہ ام تمام عمر ایں حالے کہ می گزرد
بلرزیدہ است ہر مردو زنی لحظِ کہ می گزرد
بخوابے ہم نہ دیدہ کس چنیں خوابے کہ می گزرد
نہ یاد آید کے از ایں چنیں سالے کہ می گزرد
نمی گویَم چساں طے ایں گرانی می کُنم ایں جا
خدا داند بمشکلِ زندگانی می کُنم ایں جا

- -

16

ہوا کچھ روز سے حاصل ہمیں انعام ہریانہ

بنارس کی صبح سے خوشنما ہے شام ہریانہ۔

نہ ہو کیوں شادماں ہر فرد خاص و عام ہریانہ۔

کلیوں باغ کھلتے ہیں جب لو نام ہریانہ۔

طلوعِ صبح سے پھیلی ہوئی ہے روشنی ہر سو

دلوں میں ہو گئی پیدا اسی سے تازگی ہر سو۔

(16)

ہوا کچھ روز سے حاصل ہمیں انعام ہریانہ
بنارس کی صبح سے خوشنما ہے شام ہریانہ
نہ ہو کیوں شادماں ہر فردِ خاص و عام ہریانہ
طیورِ باغ بھی لیتے ہیں جب کہ نام ہریانہ
طلوع صبح سے پھیلی ہوئی ہے روشنی ہر سُو
دلوں میں ہوگئی پیدا اِسی سے تازگی ہر سُو

- -

17

یہاں کے رہنمائے ملک و ملت راؤ صاحب ہیں۔

یہاں کے آفتاب علم و حکمت راؤ صاحب ہیں۔

یہاں کے جلوہ فرمائے وزارت راؤ صاحب ہیں۔

یہاں کے منبع بحر سخاوت راؤ صاحب ہیں۔

اگر خواہد دلش قارون کند ہر روستائے را۔

شہنشاہے گرداند اگر خواہد گدائے را۔

(17)

یہاں کے رہنمائے ملک و ملت راؤ صاحب ہیں
یہاں کے آفتابِ علم و حکمت راؤ صاحب ہیں
یہاں کے جلوہ فرمائے وزارت راؤ صاحب ہیں
یہاں کے منبع بحرِ سخاوت راؤ صاحب ہیں

اگر خواہد دلش، قاروں کند ہر روستائے را
شہنشاہے بگر داند اگر خواہد، گدائے را

ترجمہ:

اگر وہ چاہیں تو ہر دیہاتی کو قارون کر دیں
وہ اگر چاہیں تو ہر بھکاری کو شہنشاہ بنا دیں

- -

18

فدائے ملک و ملت بانیٔ جہانِ وطن بھی ہے

وہ ہمدردِ ضعیفاں اور نگہبانِ وطن بھی ہے

یہ وہ دل ہے کہ جس میں جوش و ارمانِ وطن بھی ہے

اُسی کا مدح خواں ہر رنگ سخندانِ وطن بھی ہے

گزاری عمر جس نے خدمتِ اردو زباں کرتے

گزر جائیگی باقی بھی یونہی آہ و فغاں کرتے

(18)

فدائے ملک و ملت بائی جی شانِ وطن بھی ہے
وہ ہمدردِ ضعیفاں اور نگہبانِ وطن ہے
یہ وہ دل ہے کہ جس میں جوش و ارمان وطن بھی ہے
اُسی کا مدح خواں نیرنگؔ سخندانِ وطن بھی ہے
گزاری عُمر جس نے خدمتِ اُردو زباں کرتے
گزر جائے گی باقی بھی یونہی آہ فغاں کرتے

- -

19

تلاطم اس زمیں کے حسبِ اعجازِ عالم تھے ۔

وہ اہلِ سیف تھے ۔ جنگ آزما تھے ۔ رازِ عالم تھے

وہ ہر رنگ اجل تھے ۔ جنگجو ۔ جانبازِ عالم تھے

وہ فخرِ خانداں ۔ سرمایۂ صد نازِ عالم تھے

کیے ثابت بزرگوں نے عمل انگریز کے آگے

نہیں جھکنے دیے اہلِ وطن انگریز کے آگے ۔

(19)

تلا رام اِس زمیں کے صاحبِ اعجازِ عالم تھے
وہ اہلِ سیف تھے، جنگ آزما تھے، رازِ عالم تھے
وہ ہر ہنگِ اجل تھے، جنگجو، جانبازِ عالم تھے
وہ فخرِ خانداں، سرمایۂ صدِ نازِ عالم تھے
کیے ثابت بزرگوں کے چلن انگریز کے آگے
نہیں جھکنے دئے اہلِ وطن انگریز کے آگے

- -

۷۵

ہٹا ہے کس طرح اپنا النشاں ہم کہہ نہیں سکتے

لٹا کیسے ہمارا کارواں ہم کہہ نہیں سکتے

ستم کتنا ہوا اہلِ جہاں ہم کہہ نہیں سکتے

بزرگوں کی زباں کو بھی مُرباں ہم کہہ نہیں سکتے

یہ کیا انصاف ہے اہلِ نظر انصاف فرمائیں

یہ نوبت اور زباں سے اِس قدر انصاف فرمائیں

(20)

مٹا ہے کس طرح اپنا نشاں ہم کہہ نہیں سکتے
لٹا کیسے ہمارا کارواں ہم کہہ نہیں سکتے
ستم کتنا ہوا اہلِ جہاں ہم کہہ نہیں سکتے
بزرگوں کی زباں کو بھی زباں ہم کہہ نہیں سکتے
یہ کیا انصاف ہے، اہلِ نظر انصاف فرمائیں
یہ نفرت اور زباں سے اِس قدرِ انصاف فرمایئں

- -

۲۱

دماغ اہل زمیں بغض و کیں سے اب جہاں میں ہوں

ملول گشتہ گو بھی آتش نشیں ہے اب جہاں میں ہوں

وہاں بھی امتیاز کفر و دیں ہے اب جہاں میں ہوں

وہاں بھی فرقہ داری کم نہیں ہے اب جہاں میں ہوں

مدد الستند مارا کافرستے آں اہل ایمانے

مدد انند کافر ایں سرزمیں مارا مسلمانے

(21)

دماغ اہل زر میں بغض و کیں ہے اب جہاں میں ہوں
طریقِ گفتگو بھی آتشیں ہے اب جہاں میں ہوں
وہاں بھی امتیاز کفر و دیں ہے اب جہاں میں ہوں
وہاں بھی فرقہ داری کم نہیں ہے اب جہاں میں ہوں

بدانستند مارا کافرے آں اہلِ ایمانے
بداند کافرِ ایں سر زمیں مارا مسلمانے

- -

22

جہاں بکھرے ہوئے پھولوں کو بھی چنتا نہیں کوئی۔
جہاں ٹوٹے ہوئے تاروں کو بھی گنتا نہیں کوئی۔
جہاں اشعار کو سن کر بھی سر دھنتا نہیں کوئی
جہاں پر شاعروں کی بات تک سنتا نہیں کوئی۔
زمیں وہ کیا۔ فرشتے بھی اگر آباد ہوں اس میں۔
وہ دوزخ ہے سخن پرور اگر ناشاد ہوں اس میں

(22)

جہاں بکھرے ہوئے پھولوں کو بھی چُنتا نہیں کوئی
جہاں ٹوٹے ہوئے تاروں کو بھی بُنتا نہیں کوئی
جہاں اشعار کو سن کر بھی سر دُھنتا نہیں کوئی
جہاں پر شاعروں کی بات تک سُنتا نہیں کوئی
زمیں وہ کیا، فرشتے بھی اگر آباد ہوں اُس میں
وہ دُوزخ ہے سخن پرور اگر ناشاد ہوں اُس میں

- -

23

بجا ہے۔ میں کہ محوِ رنج و غم ہوں اس زمانے میں۔
کہ محتاجِ درِ اہلِ کرم ہوں اس زمانے میں۔
میں شاید اس لیئے محزوں سے کم ہوں اس زمانے میں۔
کہ بدبختی سے اہلِ قلم ہوں اس زمانے میں۔
نحوست نے کہاں رہنے دیا آرام سے مجھ کو۔
سدا شکوہ رہا ہے گردشِ ایام سے مجھ کو۔

(23)

بجا ہے، مَیں کہ محوِ و رنج وغم ہوں اِس زمانے میں
کہ محتاج درِ اہلِ کرم ہوں اِس زمانے میں
مَیں شاید اِس لیے غیروں سے کم ہوں اِس زمانے میں
کہ بدبختی سے اک اہلِ قلم ہوں اِس زمانے میں
نحوست نے کہاں رہنے دیا آرام سے مجھ کو
سدا شکوہ رہا ہے گردشِ ایام سے مجھ کو

- -

24

کوئی محفل ہی نہیں اپنی جہاں اظہارِ غم کر لوں
جہاں دلدوز آہوں کی کہانی کو رقم کر لوں
دل و جاں کو ادب سے جا کے اُن میں ضم کر لوں
جہاں اشکِ ندامت کو اگر چاہوں بہم کر لوں

حسینانِ جہاں پر روز کا نقشہ مٹ گیا دل سے
وہ دل جو زینتِ محفل تھا گھبرایا ہے محفل سے

(24)

کوئی محفل نہیں ایسی جہاں اظہارِ غم کرلوں
جہاں دلدوز آہوں کی کہانی کو رقم کرلوں
دل و جاں کو ادب سے جاکے اوقافِ صنم کرلوں
جہاں اشک ندامت کو اگر چاہوں تو کم کرلوں
حسیتانِ جہاں پرور کا نقشہ مٹ گیا دل سے
وہ دل جو زینتِ محفل تھا گھبراتا ہے محفل سے

- -

25

میرے اہلِ وطن خوددار ہیں اب بھی جہاں بھی ہیں۔
مئے الفت سے وہ سرشار ہیں اب بھی جہاں بھی ہیں۔
غیور و غازی کردار ہیں اب بھی جہاں بھی ہیں۔
بدی سے برسرِ پیکار ہیں اب بھی جہاں بھی ہیں۔

وہ ہمدردِ وطن ہیں جذبۂ ایماں رکھتے ہیں
فقیری میں بھی قائم بادشاہی شان رکھتے ہیں

(25)

مرے اہلِ وطن خود دار ہیں اب بھی جہاں بھی ہیں
مئے اُلفت سے وہ سرشار ہیں اب بھی جہاں بھی ہیں
غیور و غازیِ کردار ہیں اب بھی جہاں بھی ہیں
بدی سے برسرِ پیکار ہیں اب بھی جہاں بھی ہیں
وہ ہمدردِ وطن ہیں جذبۂ ایمان رکھتے ہیں
فقیری میں بھی قائم بادشاہی شان رکھتے ہیں

- -

26

انہیں ہر مرد سے خاتون سے کتنی محبت ہے

انہیں ہر بات کے مضمون سے کتنی محبت ہے

انہیں ہر آدمی کے خون سے کتنی محبت ہے

انہیں ہر خدا کے بچوں سے کتنی محبت ہے

انہیں اہل نظر دو قالب و یک جان کہتے ہیں

اسی نسبت سے وہ اک دوسرے کو جان کہتے ہیں

(26)

اُنھیں ہر مرد سے خاتون سے کتنی محبّت ہے
اُنھیں ہر بات کے مضمون سے کتنی محبّت ہے
اُنھیں ہر آدمی کے خون سے کتنی محبّت ہے
اُنھیں سرحد کے بھی پختون سے کتنی محبّت ہے
اُنھیں اہلِ نظر دو قالب و یک جان کہتے ہیں
اِسی نسبت سے وہ اِک دوسرے کو خان کہتے ہیں

- -

٢٧

شکایت می کنند احباب من که مشکلے گویم
سخن گفتن که لازم نیست آں در محفلے گویم
منم مجبور گشته از زبان و از دلے گویم
همی دانم نشاید آں سخن گفتن ولے گویم
تمنا از کسے داد سخن هرگز نمی دارم
مرا خود و قیمت این که خدمت ملی بجا آرم

(27)

شکایت می کُنند احبابِ من کہ مُشکلے گویَم
سخن گفتن کہ لازم نیست آں در محفلے گویَم
منم مجبور گشتہ از زبان و ازدِلے گویَم
ہمی دانم نشاید آں سخن گفتن وَلے گویَم
تمنا از کسے دادِ سخن ہر گز نمی دارم
مرا ذوقیست ایں کہ خدمتِ ملی بجا آرم

ترجمہ:

میرے دوستوں کو شکایت ہے کہ میں مشکل شاعری کرتا ہوں
وہ باتیں لکھتا ہوں کہ جو محفل کے لیے ضروری نہیں
میں زبان سے مجبور ہوکر دل سے کہتا ہوں
میں یہی جانتا ہوں کہ شاید یہ نہ کہوں مگر کہتا ہوں
میں کسی سے شاعری کی داد نہیں چاہتا
یہ میرا ذوق ہے کہ اپنی قوم کی خدمت کروں

- -

28

نہیں معلوم کب سے اس جگہ محوِ فغاں ہوں میں
گذشتہ دور کی اک مختصر سی داستاں ہوں میں
بہارِ فصل بہار آرائیِ نابودِ گلستاں ہوں میں
بس اتنا جانتا ہوں شاعرِ اہلِ زباں ہوں میں

زبان بہر زبان آموختہ‌ام قدر آن دانم
اگرچہ نیست قدرِ من میانِ دوستان دانم

(28)

کسے معلوم کب سے اِس جگہ محوِ فغاں ہوں میں
گزشتہ دور کی اِک مختصر سی داستاں ہوں میں
جہاں فصل بہار آئی نہ وہ گُلستاں ہوں میں
بس اتنا جانتا ہوں شاعرِ اہلِ زباں ہوں میں

زبانِ بہر زباں آموختہ اَم قدرِ آں دانم
اگرچہ نیست قدر من میانِ دوستاں دانم

ترجمہ:

میں نے زبان، ادبی زبان کی طرح سیکھی ہے اس کی قدر جانتا ہوں
اگرچہ کہ میں جانتا ہوں میرے دوستوں میں مری قدر نہیں ہے

- -

29

مری قسمت کی پونجی اے خدا تو نے یہاں رکھدی۔
جگہ رکھی ہے جو قابل نہ تھی تو نے وہاں رکھدی۔
غریب دل میں ریگستاں میں تو نے جان بالوں رکھدی۔
"کہ دینی ذوقِ جگر دل تو تھی میں کانٹوں پر زباں رکھدی"

الٰہی ایزدی رحمت خانۂ المنیار پر برسے۔
آنکھوں کو روئے وطن کا دانہ انگور کو ترسے۔

(29)

مِری قسمت کی پونجی اے خدا تو نے کہاں رکھ دی
جگہ رکھنے کے جو قابل نہ تھی تو نے وہاں رکھ دی
فریبِ گُل میں ریگستاں میں جانِ ناتواں رکھ دی
''کہ میں نے شوقِ گُل بوسی میں کانٹوں پر زباں رکھ دی''

الٰہی! تیری رحمت خانۂ اغیار پر برسے
انگوروں کے وطن کا دانۂ انگور کو ترسے

- -

ا؎ سیمابؔ اکبرآبادی

30

مکاتب میں ایک ایک کتب کو فضیلت ہے۔
ہر ایک خورد و کلاں کے دل میں اس کی قدر ہوتی ہے۔
تمام دنیا پر اس زمین اس کی عظمت ہے۔
اور اس ظرف میں نہاں روحِ بہشت ہے۔

ہے شہرت بابا نانک کی۔ اس لیے تبھی ہے۔
شہر و دھن دیس کا اسم گرامی ضرور ہے۔

(30)

مکاتب میں یہاں کے ایک مکتب کو فضیلت ہے
ہر اک خورد و کلاں کے دِل میں اُس کی قدر و قیمت ہے
نتائج کی بنا پر اس زمیں پر اُس کی عظمت ہے
اور اِس عظمت میں پنہاں روز و شب کی سخت محنت ہے
ہے شہرت بانیِ مکتب کی، اِس کو مانتے ہیں سب
گوردھن داس کا اِسم گرامی جانتے ہیں سب

- -

31

وہ اخلاقِ مجسم ہیں خوائے ترنم رکھتے ہیں۔
لبِ شیریں پہ دائم گفتگوئے نرم رکھتے ہیں۔
ہو کیسی راہِ منزل سخت، پختہ عزم رکھتے ہیں۔
ادب پرور۔ اُستادِ فن ہیں ذوق نرم رکھتے ہیں۔
مراحل زندگی کے بہتر طے کر چلے ہیں وہ۔
بصدق ہستی فانی کی قرضے ادا کر چلے ہیں۔

(31)

وہ اخلاقِ مجسّم ہیں خُدا سے شرم رکھتے ہیں
لبِ شیریں پہ دائم گفتگوئے نرم رکھتے ہیں
ہو کیسی راہِ منزل سخت، پختہ عزم رکھتے ہیں
ادب پرور، نقادِ فن ہیں ذوقِ بزم رکھتے ہیں
مراحل زندگی کے بیشتر طے کر چکے ہیں وہ
تصدّق ہستیِ فانی کی ہر شے کر چکے ہیں

- -

32

بہت چمکا ہے میدانِ سیاست میں بھی نام اُن کا
میانِ دوستاں اعلیٰ و ارفع ہے مقام اُن کا
نوٹ: کتب میں بھی اعلیٰ ہی تھا انتظام اُن کا
لے دیوان اہلِ شہر میں تھی خاص و عام اُن کا
رہا ہے راقم ناچیز پر اُن کا کرم برسوں
رہے گا سر مرا بارِ گرانِ منت سے خم برسوں

(32)

بہت چمکا ہے میدانِ سیاست میں بھی نام اُس کا
میانِ دوستاں اعلیٰ و اَرفع ہے مقام اُن کا
فقط مکتب میں ہی اعلیٰ نہیں ہے اِنتظام اُن کا
کہ ہے اوصاف اہلِ شہر میں بھی خاص و عام اُن کا
رہا ہے راقم ناچیز پر اُن کا کرم برسوں
رہے گا سر مرا بارِکشِ منت سے خم برسوں

- -

33

کسے معلوم کہ اس جگہ کو وقفی ہوں میں۔
گزشتہ دور کی اک مختصری داستاں لکھتی ہوں۔
جب فصل بہار آئی نہ وہ گلستاں ہوں میں۔
بس اتنا جانتا ہوں مسافر اہل زباں ہوں میں۔

زبان ہمہ زبان آموختہ ام قدر آن دانم
اگرچہ نسبت قدر من بسیار دستان دانم

(33)

کسے معلوم کب سے اِس جگہ محوِ فغاں ہوں میں
گزشتہ دُور کی اک مختصر سی داستاں ہوں میں
جہاں فصلِ بہار آئی نہ ہو وہ گلستاں ہوں میں
بس اتنا جانتا ہوں شاعر اہلِ زباں ہوں میں

زبان ہر زباں نہ آموختہ ام قدرِ آں دانم
اگرچہ نیست قدرِ من میانِ دوستاں دانم

- -

34

مجھے حاصل نہیں کچھ بھی ہوا معلوم دنیا میں۔

گزر اوقات کرتا ہوں کوئی معلوم دنیا میں۔

خود اپنی جان سے بیزار ہوں معلوم دنیا میں۔

کیے اکرام اپنے ہیں نہیں معلوم دنیا میں۔

کہا جاتا تماشا ہوں یا بزم دارالامن ہے دنیا۔

میرے نزدیک چند مجبوروں کو کام تماشا دنیا۔

(34)

مجھے حاصل نہیں کچھ بھی ہوا موہوم دُنیا میں
گُزر اوقات کرتا ہوں یونہی مغموم دُنیا میں
خود اپنی جان سے بیزار ہوں معصوم دُنیا میں
کسے آرام کہتے ہیں نہیں معلوم دُنیا میں
کہا جاتا ہے یوں بارِ غم و آلام ہے دُنیا
مِرے نزدیک چند مجبوریوں کا نام ہے دُنیا

- -

35

Sunrise—5 14 a.m. (151—214) Sunset—6 41 p.m.

رانی

نہ جانے کیوں مجھے راحت ہے جب بھی بزم سجتی ہے۔ میں گھبرایا نہیں ہوں زندگی میں کس کی تلخی سے

ہراساں ہو نہیں سکتا ازل سے مرحلہ اس شور بلا کی۔ فراقی ڈھونڈتا ہے پھر بھی خود داری کی کشتی ہے

لئے آواز آہوں پر چلا جا رہا ہوں میں۔

گرانبارِ الم ہو کر بھی چلتا جا رہا ہوں میں۔

(35)

نہ جانے کیوں مجھے رغبت ہے اتنی بزمِ ہستی سے
میں گھبرایا نہیں ہوں زندگی میں قعرِ پستی سے
ہراساں ہوں میں از بس گرچہ اس شوریدہ بستی سے
فراخی ڈھونڈتا ہوں پھر بھی خود داری و مستی سے
نشیب افروز راہوں پر مچلتا جا رہا ہوں میں
گرا نبار الم ہوکر بھی چلتا جا رہا ہوں میں

- -

36

غم ہجراں کے افسانے کو دہرانے سے کیا حاصل؟ لبوں پر شکوۂ دوراں سے گر رندت کیا حاصل؟

مقدر ہی مکدر ہو تو گھبرانے سے کیا حاصل۔ نہ ہو قسمت میں جب خوشی تو منت مانگنے سے کیا حاصل

گزارے جا اسی ماحول میں یوں زندگی پیزنگ،

گزر جائیں گی پل غم کی کبھی آخر ہی پیزنگ۔

پیزنگ سہروردی۔

(36)

غمِ ہجراں کے افسانے کو دہرانے سے کیا حاصل؟
لبوں کو شکوۂ دوراں سے گردانے سے کیا حاصل؟
مقدر ہی مکدّر ہو تو گھبرانے سے کیا حاصل
نہ ہو قسمت میں مئے نوشی تو میخانے سے کیا حاصل
گُزارے جا اسی ماحول میں یوں زندگی نیرنگؔ
گُزر جائے گی اہلِ غم کی بھی آخر غمی نیرنگؔ

- -

جدول: منظوم کلام

عنوان	تعداد	زبان	ہیئت	تعداد شعر	ملاحظات
مناجات	1	اُردو	مسدس	34	
مثنوی (ساوتری)	1	اُردو	مثنوی	98	
غزلیں	155	اُردو	غزل	1360	
نظمیں	74	اُردو	غزل نما	961	
		اُردو	مسدس		
		اُردو	مخمس		
		اُردو	ترکیب و ترجیع بند		
قطعات	178	اُردو	قطعہ	356	
رباعیات	27	اُردو	رباعی	54	
تراجم	10	اُردو	متفرق ہیئت میں	137	
سہرے	13	اُردو	غزل نما	109	
فارسی غزل	5	فارسی	غزل	40	
فارسی قطعات	4	فارسی	قطعہ	6	
فردیات	2	اُردو		2	

تعدادکل منظومات = 468

تعدادکل منظومات اُردو = 460

تعدادکل منظومات فارسی = 8

تعدادکل اشعار اُردو = 3211

تعدادکل اشعار فارسی = 46

کلیات = 3257

افسانے = مکان، ڈاک خانہ، کانٹا

ڈرامہ = دیوان ساون مل کا دربار

تصانیف

ایک تھا شاعر (ہندی)	1986ء
تعمیرِ یاس (اُردو)	1997ء
زندگی کے بعد (ہندی)	2018ء
تعمیرِ بقا (اُردو)، (ہندی)	2022ء

مختصر حالاتِ زندگی

میری پیدائش 6/فروری 1912ء ضلع ڈیرہ اسماعیل خان (شمال مغربی سرحدی صوبہ) کے ایک چھوٹے سے قصبے مندھرا میں ہوئی۔ میرے آبا واجداد کے پاس کچھ زمین تھی جس کی پیداوار پر گزرِ اوقات کرتے اور خوش رہا کرتے تھے۔ میرے جدِ امجد میونسپل کمیٹی ڈیرہ اسماعیل خان میں داروغہ چونگی تھے۔ میں گھر میں سب سے بڑا لڑکا تھا۔ اِس لیے وہ مجھے بے حد پیار کرتے اور ہمیشہ اپنے پاس رکھتے اور میں بھی اُن کے پاس رہ کر بہت خوش تھا۔

سات سال کی عمر میں، مَیں وہاں کے مقامی پرائمری اسکول میں داخل کیا گیا۔ ابتدا میں اسکول جانے سے ڈرتا تھا۔ مگر جوں جوں دِن گُزرتے گئے، میری پڑھائی کی جانب رغبت بڑھتی گئی۔ دس برس کی عُمر میں چوتھی جماعت پاس کرنے کے بعد میں وہاں کے گورنمنٹ ہائی اسکول میں داخل کیا گیا۔ 1928ء میں مڈل کا امتحان پاس کیا۔ ابھی میں نویں جماعت میں ہی تھا کہ میرے جدِ امجد کا اِنتقال ہوگیا۔ اُن کی موت کا مجھے بے حد رنج ہوا۔ اور میں اُداس رہنے لگا۔

اُس زمانے میں فارسی اور اُردو کے اُستاد جناب قبلہ مولانا عطا اللہ خان صاحب ایک نہایت پاکیزہ سیرت، خوش اَخلاق اور خدا ترس شخص تھے۔ میری صاف کاپی اور خوشخطی کو دیکھ بہت متاثر ہوتے۔ اور تمام طلبا کو دکھاتے۔ میں اِس پر پھولا نہ سماتا۔ اور اِس سے بھی زیادہ حواشی کے کاپی کو مزین کرتا اور قبلہ مولانا موصوف کی خوشنودی حاصل کرتا۔ میرا اکثر وقت اِس کاپی کی نمائش میں صرف ہوتا۔ میری نقشہ

کشتی کی کاپی بھی دیدۂ زیب ہوتی۔ اُردو، فارسی اور انگریزی میں میری گہری دلچسپی تھی۔ ریاضی میں الجبرا کے ساتھ میرا دِلی لگاؤ تھا۔ تاریخ وجغرافیہ میں بھی مجھے خوب لُطف آتا۔

1931ء میں میٹرک کا اِمتحان پاس کیا۔ اَب زیرِ غور معاملہ یہ تھا کہ آگے کیا کیا جائے۔ میں گھر سے باہر کبھی نہ گیا تھا۔ میرے لسانی شوق کو دیکھ کر میرے فارسی کے معلّم نے میرے والدِ بزرگوار کو مشورہ دیا کہ مجھے لاہور میں اورینٹل کالج میں علومِ مشرقی حاصل کرنا کے لیے داخل کرا دیا جائے۔ مگر میرے والد صاحب کو میرا گھر سے باہر بھیجنا گوارا نہ تھا۔ آخرکار بہت سوچ بچار کے بعد مجھے لاہور بھیجنے پر رضامند ہوگئے۔ اور میں اورینٹل کالج میں داخل ہوگیا۔ وہاں مولانا شاداں بلگرامی، آقا بیدار بخت اور حضرت محمد شفیع صاحب کے طفیل مجھے داخل ہونے میں بہت مُسّرت ہوئی۔ لیکن گھر کی یاد بہت تنگ کرتی اور میں اکثر اُداس رہنے لگا۔ کچھ عرصہ کے بعد میں بیمار ہوگیا اور اپنی بیماری کی اطلاع اپنے والد بزرگوار کو دی حکم ہوا کہ فوراً کالج چھوڑ کر چلے آؤ۔

میں بھی یہی چاہتا تھا۔ خط ملتے ہی کالج کو خیر باد کہا۔ اور سیدھا گھر کی جانب روانہ ہوا۔ اور گھر پہنچ کر ایک وکیل کے ہاں منشی ہوگیا اور باقی اوقات میں دو تین شرفا کے بچّے پڑھا کر آمدنی میں اضافہ کرنے لگا۔ سب گھر کے لوگ مجھ سے بہت خوش تھے مگر میں خوش نہیں تھا۔ کیوں کہ مجھے یہ کام پسند نہیں تھا۔

میں نے یہ کام چھوڑ دیا اور گھر سے 12 میل کے فاصلے پر ایک گاؤں کے مڈل اسکول میں مدرس ہوگیا۔ اور وہاں تقریباً تین سال کام کیا۔ 1937ء میں ادیب عالم اور منشی عالم کے اِمتحانات پرائیویٹ پاس کیے۔ اب میرا حوصلہ بڑھ گیا اور اگلے سال ادیب فاضل پاس کرلیا۔ میں گاؤں کی زندگی کو پسند نہیں کرتا تھا۔ اس لیے ڈیرہ اسماعیل خان میں خالصہ ہائی اسکول جو نیا نیا کُھلا تھا، اُس میں اُردو اور فارسی پڑھانے پر مامور ہوا۔ کچھ عرصہ وہاں کام کیا۔ اِس کے بعد 1938ء میں خالصہ ہائی اسکول

پشاور میں تعینات کیا گیا۔ یہاں میں فارسی اور اُردو کا ہیڈ پرشین ٹیچر تھا۔ یہ اسکول نہایت شاندار اور تعلیم اور کھیل کے لحاظ سے صف اوّل کے مکاتب میں شمار ہوتا تھا۔ وہاں کا عملہ جو 24/اساتذہ پر مشتمل تھا۔ تمام کا تمام پُرانا اور تجربہ کار تھا۔

1941ء کے آغاز میں میری شادی ایک اچھے گھرانے میں ہوگئی ہم دونو میاں بیوی پشاور میں ایک اچھے سے مکان میں رہنے لگے۔ دِن خوشی سے گزرتے گئے۔ تنخواہ اُس زمانے کے لحاظ سے معقول تھی اور ساتھ ہی دو تین پرائیویٹ ٹیوشن پڑھا کر اچھا گزارا کرنے لگے۔ یوں تو ہمیں کوئی تکلیف نہ تھی مگر پورے چھ سال گزرنے پر بھی اولاد نہ ہوئی۔ تو دِل میں کچھ مایوسی ہوئی۔ 1947ء میں، میں نے نزع حمل کیا۔

1947ء میں قیامِ پاکستان کے بعد ہم دونو میاں بیوی بذریعہ ہوائی جہاز ہندوستان کے دارالخلافہ دہلی میں وارد ہوئے عدم واقفیت اور مہاجر کی حیثیت سے برلا مندر میں چندروز بسر کیے۔ میری نوکری ریواڑی (گوڑ گاؤں) میں اَہیر ہائی اسکول میں بطور پرشین ٹیچر ہوگئی تھی۔ اور اُس کا تقرر نامہ میرے پاس موجود تھا۔ میں سیدھا ریواڑی پہنچا۔ اور اپنے خیر خیریت سے آنے کی اطلاع وہاں کے ہیڈ ماسٹر جناب ڈی. ڈی. کٹاریہ کو دی۔ کٹاریہ صاحب میرے ہم وطن تھے اور مجھے پہلے سے جانتے تھے اور ریواڑی میں کچھ عرصہ سے اَہیر ہائی اسکول میں ہیڈ ماسٹر تھے، میں اُن کے ساتھ کام کر کے خوشی محسوس کرنے لگا۔

چندروز کے بعد پاکستان سے مہاجرین کی آمد کی وجہ سے تمام مدارس کیمپوں میں منتقل ہوگئے اور غیر معینہ عرصہ کے لیے بند کردئے گئے۔ مجلس انتظامیہ نے اُن اساتذہ کو جو بیرون جات سے یہاں آکر مقیم ہوئے تھے۔ اُن سب کی نوکری یک قلم منسوخ کردی۔ اُن میں، مَیں بھی ایک تھا۔ دوسرا اُستادوں کی طرح میں بھی ریواڑی چھوڑ کر باہر جانے کو تیار ہورہا تھا کہ اچانک میری ملاقات لالہ گوردھن داس صاحب ہیڈ ماسٹر ہندو ہائی اسکول سے ہوگئی۔ رسمی بات چیت کے دوران میں، مَیں نے اُن

سے اپنی فراغت کا اظہار کیا۔ اُنھوں نے کمال ہمدردی سے اپنے اسکول میں جگہ دینے کا وعدہ کیا۔ اگر چہ اُن کا مکتب بھی ایک کیمپ تھا مگر اُنھوں نے اِس کی چنداں پرواہ نہ کی۔ یکم جنوری 1948ء سے میں اُن کے اسکول میں بطور پرشین ٹیچر مقرر ہو گیا اور کہیں دوسری جگہ جانے کا خیال ترک کر دیا۔ اور محلّہ قاضی واڑہ میں ایک چھوٹے سے مکان میں جو ہم دونو میاں بیوی کے لیے کافی تھا۔ ہم رہائش پذیر ہو گئے، یہاں قادرِ مطلق خدائے تبارک تعالیٰ کی عنایاتِ پیغامات سے میرے بڑے لڑکے راج کمار (خان) کی پیدائش ہوئی۔ 18/جون 1948ء ہمارے لیے مُبارک روز تھا۔ نخل اُمید بارور ہوا۔ ہم اپنی خوش قسمتی پر نازاں ہوئے اور نووارد بچّے کی پرورش اور تربیت میں ہمہ تن مشغول ہو گئے۔

آج 20 برس گُزرنے پر بھی میں اُسی اسکول میں کام کر رہا ہوں۔ ابتداً میں فارسی اور اُردو کی تعلیم پر مامور تھا۔ کچھ عرصہ کے بعد صرف اُردو رہ گئی۔ اور اب 1954ء سے پنجابی بحروف گرمکھی پڑھانے کی خدمت میرے ذمے سپرد ہے۔ مجھے انقلابِ زمانہ سے بہت رنج پہنچا۔ اور رہ رہ کر اپنی بدقسمتی پر افسوس کرنے لگا اور سوچنے لگا کہ جس نے اپنی عمر کا بیشتر حصّہ خدمتِ زبان میں بسر کر دیا اور اب اُس کے ہاتھ سے وہ زبان چھین گئی اُس کے لیے کیا دلچسپی رہ سکتی ہے۔ چار و ناچار پنجابی لکھنا شروع کر دی اور مختصر سی تیاری کے بعد ودوان (ہائی پرائیشنی پنجابی) کا اِمتحان دیا۔ جس کو پاس کرنے کے بعد پنجابی پڑھانے کا حق بخشا گیا۔ اِس طرح زندگی بسر ہونے لگی۔ بقول ؎

خود نچے، پر کچھ نچائے یا نچائے بندر
رُوٹی تو کما کھائے کسی طور مچھندر

کچھ اپنی قناعت پسندی اور کچھ جناب ہیڈ ماسٹر لالہ گوردھن داس صاحب کی خوش اخلاقی اور قدر دانی نے مجھے یہاں رہنے پر مجبور کیا۔ اور کسی اور جگہ جانا مناسب نہ سمجھا۔ حالاں کہ اِس دوران میں دو تین ایسے مواقع آئے کہ اگر میں چاہتا تو دوسری

جگہ جاسکتا تھا۔

عرصۂ 20 سال میں خدائے تعالیٰ نے اپنے رحم وکرم سے مجھے دیگر بچّے مرحمت فرمائے۔ گھر میں خوب رونق ہے۔ بچّے مختلف جماعتوں میں زیرِ تعلیم ہیں اور مکان جس میں، میں غریب الوطن کے زمانہ میں آکر مقیم ہوا۔ خرید لیا ہے۔ اور یہ خدا کی امانت ہمیں حاصل ہوگئی۔

عاقبت کی خبر خدا جانے
اَب تو آرام سے گُزرتی ہے

نیرنگؔ سرحدی
ریواڑی
2/مارچ 1967ء

میری شاعری

میری شاعری کی ابتدا جب میں نویں جماعت میں پڑھتا تھا۔ میرے کرم فرما مولانا عطا اللہ خان صاحب کی زیرِ نگرانی ہوئی۔ وہ خود ایک بہت بڑے عالم اور اعلیٰ پایہ کہ ادیب اور شاعر تھے۔ مجھے بھی شعر لکھنے کا شوق ہوا مگر میں نے اِس کا ذکر اُن سے اُس وقت کیا جب وہ تبدیل کر مردان جانے لگے۔ سب سے پہلی نظم میں نے اُن کی الوداعی تقریب پر پڑھی جس کو میرے دوستوں اور میرے بزرگ مدرسین نے پسند فرمایا۔ مولانا موصوف نے وہ نظم میرے ہاتھ سے لے لی۔ اور مجھے اپنے گھر ملنے کے لیے کہا۔ میں دوسرے روز علی الصباح اُن کے دولت کدہ پر حاضر ہوا۔ وہ نماز پڑھنے سے فارغ ہوکر آئے اور میرے سامنے میری نظم کی اصلاح دینی شروع کر دی۔ میں نے دیکھا کہ وہ نظم بیشتر جگہوں میں ساکت اور غلط تھی۔ اکثر شعر وزن سے خارج اور ناقص تراکیب سے مملو تھے۔ تاہم اُنھوں نے مجھے میری اِس پہلی کوشش کی داد دی اور فرمایا کہ ''کوشش جاری رکھیے۔ آپ میں شاعری کی صلاحیت صاف نظر آ رہی ہے اور وقتاً فوقتاً مجھے مردان بغرضِ اصلاح ارسال کیجیے۔'' میں بہت خوش ہوا۔ اور اُن کا شکریہ ادا کیا۔

سلسلہ تلمذ کافی عرصہ تک رہا۔ اُس زمانے میں جناب منشی تلوک چند صاحب محرومؔ سے ملاقات ہوئی جو ڈیرہ اسماعیل خان میں ایک مقامی اسکول میں نائب مدرس ہوکر تشریف لائے تھے۔ اُن کی خدمت میں رجوع کیا۔ اُنھوں نے بھی میری حوصلہ افزائی فرمائی۔ اور چند سادہ باتیں جو بنیادِ شاعری کے لیے ضروری تھیں میرے ذہن

نشین کرائیں اور مجھے باقاعدہ لکھنے کے لیے ہدایت فرمائی۔ میں نے اُن کی نصائح پر عمل کیا تھوڑے سے عرصے میں میرے پاس کافی ذخیرہ جمع ہوگیا۔

پشاور پہنچ کر میں نے باقاعدہ غزل، قطعہ، رُباعی، مُخمس، مُسدس وغیرہ اصنافِ سخن میں طبع آزمائی کی۔ میری خوش قسمتی سے جناب فیض احمد خان صاحب فیضؔ سے مجھے ملاقات کا موقع نصیب ہوا۔ آنحضرت سرخ پوش لیڈر خان عبدالغفار خان کے پیرو تھے۔ پشتو، فارسی اور اُردو میں اُن کا کلام بہت بلند پایہ ہے۔ میں نے اپنا کلام اُن کو دکھایا۔ وہ میری زبان دانی کو دیکھ متجسس ہوئے اور معمولی اِصلاح کے بعد میرا کلام واپس دے کر فرمایا کہ ''آپ کا کلام کسی اِصلاح کا محتاج نہیں۔ بے کھٹکے لکھے کیجیے۔'' میں اُن کی اِجازت سے کبھی کبھی اپنے کلام کا کچھ حصّہ جہاں شک ہوتا دکھاتا۔ اور اِصلاح قبول کرتا۔ اِس وقت صاحب موصوف حیات ہیں، خدا اُن کی عُمر دراز کرے۔

چوں کہ ہم سب کے تعلقات صوبہ سرحد کے سرخ پوش لیڈر، رہنمائے اعظم، مُحب وطن خان عبدالغفار خاں صاحب سے براہ راست رہے ہیں۔ اس لیے وہاں کے تمام شعراء اور اُدبا اپنے نام کے ساتھ سرحدی لکھنا اور اس نسبت سے خان کہلانا باعثِ فخر سمجھتے ہیں۔

اُردو سبھا پشاور صدر میں بہت مدت سے قائم ہوچکی تھی جس کے صدرِ اعلیٰ جناب عبدالرب خان صاحب نشترؔ تھے۔ مجھے اُس میں شریک ہونے کے کافی مواقع نصیب ہوئے۔ مجلس مذکور میں جناب عبدالرب خاں صاحب نشترؔ، جناب شوکتؔ واسعیؔ، جناب مولانا قائمؔ، جناب عبدالرحمٰن صاحب حافظؔ، جناب چونی لال صاحب کاوشؔ، جناب رام لال صاحب افقؔ۔ جیسے شعرا کا مجمعِ عام تھا۔ ہر اتوار کی شام کو اُردو سبھا کے دفتر میں مجلس ہوتی۔ جس میں نظمیں، افسانے، کہانیاں وغیرہ پڑھی جاتیں اور اُن پر کھلی تنقید ہوتی۔ اِس طرح ہر ایک کے تخلیق کے معائب و محاسن منظرِ عام پر آتے۔ اِس سے کلام اور ادب میں ترقی ہوتی۔ ہر ایک ادیب اور شاعر اپنی جائز اِصلاح اور تنقید کو بخوشی قبول کرتا۔

خالصہ ہائی اسکول پشاور میں میرے درس و تدریس کے زمانے میں میرے کافی شاگرد پیدا ہو چکے تھے۔ وہ کلام لکھتے اور میں اُن کی اِصلاح کرتا۔ جن میں جناب مسعود انور شفیق، جناب مرزا احقر، جناب حیات بخاری، جناب کالے خان عیش، جناب بہاری لال صاحب شہرت جیسے شاگردوں کو میں اب تک فراموش نہ کر سکا۔ اَب وہ خود بہت بڑے اُستاد کہلاتے ہیں اور اعلیٰ عہدوں پر ممتاز ہیں۔ خُدا اُن کو سب سلامت اور خوش رکھے۔

ریواڑی پہنچ کر مجھے وہ ماحول نظر نہ آیا جو میری طبیعت کے لیے ضروری تھا۔ طبیعت کی روانی رک گئی اور کچھ عرصہ یہ سلسلہ منقطع رہا۔ البتہ اسکول میں ہونے والی تقاریب کے لیے کچھ نہ کچھ لکھتا، جو طلبا اور عملہ میں پڑھ کر سناتا۔ لیکن میرے شوق کے لیے اِس قدر کافی نہ تھا۔ اِس لیے تسکینِ ذوق میں کچھ مایوسی ہوئی۔

1954ء میں بھیم سین صاحب سحر وزیر اعلیٰ پنجاب ریواڑی تشریف لائے۔ اُن کی آمد پر میں ایک منظوم عرض داشت پڑھی۔ اُس مجمعِ عام میں جناب ڈاکٹر شام داس صاحب اختر موجود تھے۔ میرے پاس گھر تشریف لائے۔ میری نظم کی بہت تعریف کی، اَثنائے گفتگو میں ہم نے فیصلہ کیا کہ یہاں کے چند لوگوں کو جو تھوڑی بہت ذوقِ علمی رکھتے ہوں تلاش کیا جائے اور اُن کے مشورے سے ایک ایسی مجلس قائم کی جائے گی جو ترویج علوم وفنون کا انتظام کرے۔ اِس خیال میں میں جناب ڈاکٹر ودیا ساگر صاحب قمر دہلوی کی خدمت حاضر ہوا۔ اور اُن سے منشائے دِلی کا اظہار کیا۔ اُنھوں نے بخوشی قبول کیا۔ اور 13/اکتوبر 1953ء کو بزمِ ادب کا قیام عمل میں آیا۔ جس کے ارکانِ جناب قمر دہلوی، جناب شام داس صاحب اختر، جناب رگھو ویر صاحب، جناب رادھے شیام صاحب عارف، جناب لکیراج بیتاب، اور ناچیز راقم تھے۔

جناب ڈاکٹر ودیا ساگر صاحب قمر بزمِ ادب صدر اور راقم ناظم منتخب ہوئے اور اُس رات بزم مذکور کا سب سے پہلا مشاعرہ ٹاؤن ہال میں ہوا۔

بزمِ ادب کے زیرِ اہتمام ریواڑی میں کافی مشاعرے ہوئے۔ بیرون جات سے شعراء کو بلایا گیا۔ کئی بار جناب خان غازؔی کابلی، پکاںؔ دہلوی، سمنؔ سرحدی دہلی اور بیتابؔ انبالوی، تمناؔ انبالوی، اور کنول صاحب انبالہ سے تشریف لائے۔

بزم کی خوش قسمتی سے جناب کنور مہندر سنگھ صاحب بیدی سحرؔ ڈپٹی کمشنر گوڑ گاؤں سے یہاں تشریف لائے۔ اُن کی صدارت میں کئی مشاعرے ریواڑی میں ہوئے۔ جناب پہلا درانے صاحب سب جج ریواڑی نے بھی کافی دلچسپی لی۔ اکثر مشاعرے ٹاؤن ہال میں اور کچھ اَہیر کالج ریواڑی میں ہوئے۔

ٹاؤن ہال کے عظیم ترین مشاعروں میں جن اصحابِ ذوق نے دلچسپی لی اُن میں جناب گوردھن داس صاحب رفیقؔ نے نہایت گرم جوشی اور سرگرمی دکھائی اور اُن کی مساعی جمیلہ سے تمام مشاعرے نہایت کامیاب ہے۔ مذکورہ مشاعروں میں جناب کنہیا لال صاحب پوسوال، جناب ودھاوارام صاحب پرنسپل جناب آئی. بی صاحب ورما پرنسپل بھی شرکت فرماتے رہے۔

اب نہ وہ زمانے رہے، نہ وہ لوگ اور نہ وہ شوق۔ زبان کی جانب لوگوں کا یہ ذوق کم ہوتا گیا آخر ختم ہوگیا۔ البتہ اپنا ذاتی شوق پورا کرنے کے لیے کہیں نہ کہیں منعقد مجلس مشاعرہ ہوتی رہتی ہے۔ بقول فراقؔ ؎

جہاں دو چار یارانِ طریقت بیٹھ جاتے ہیں
ہر ایسی انجمن کو انجمن کہنا ہی پڑتا ہے

کسی مقتدر اَدیب کا کہنا ہے کہ جس کلام سے صاحبِ کلام کی زندگی پر روشنی نہیں پڑتی اُسے کلامِ مفید کہنا درست نہیں بلکہ اُس کی شاعری ایک ہائے ہُو کا مرقع بن کر رہ جاتی ہے۔ اور اُس سے شاعری کے دِلی جذبات کا اندازہ نہیں ہوسکتا۔

میری شاعری میری زندگی کا آئینہ ہے، جو کچھ کہتا ہوں، زندگی کے واقعات کے جھلک اس سے صاف نمایاں ہوتی ہے، میں زبان کو ہاتھ سے کبھی نہیں جانے دیتا۔ قدما اور متاخرین کے بلند پایۂ کلام کا مقلد ہوں۔ دِلّی، میرٹھ، پٹیالہ، جالندھر،

حصار، انبالہ، ہوشیار پور، چنڈی گڑھ، مہندر گڑھ، گوڑ گاؤں اضلاع میں بیشتر مشاعروں میں شرکت کرتا رہتا ہوں۔ جہاں بھی جاتا ہوں، خوب داد ملتی ہے۔ اہلِ قلم کی داد سے مجھے ایک گونہ مسرّت اور دِل کو راحت نصیب ہوتی ہے۔

میری شاعری عوامی شاعری نہیں، بلکہ اُن لوگوں کے لیے ہے، جنھوں نے زبان کو باقاعدہ پڑھا اور اس سے استفادہ کیا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اہلِ زبان، اُدباء اور شعراء سے کلام کی خُوب داد ملتی ہے اور غیر اہلِ زبان عوام مجھے مشکل گو شاعر جانتے ہیں۔ مگر میں خدمتِ زبان کے صحیح معنی کو خوب جانتا ہوں اور اپنی حقیقی قدر دانی کے لیے شاعروں، ادیبوں اور اصحابِ فہم حضرات کا مرہونِ احسان ہوں جن کی صحبتوں سے میری شاعری کو رنگِ بقائے حاصل ہے۔

نیرنگؔ سرحدی

ریواڑی

2/ مارچ 1967ء

مُحسوسات اور قیاسات

آج کل اُردو شاعروں کا رُجحانِ طبع اور سیل جذبات رومان پرور نظر آتا ہے۔ کہیں کہیں حالاتِ حاضرہ کے پیشِ نظر حُبِ الوطنی کی جھلک بھی نمایاں ہے۔ مثنویوں اور قصائد کا م فقدان ہے البتہ قطعات طنزیہ اور اصلاحی کی بہتات ہے۔ شاید اس لیے کہ دیگر اصنافِ سخن میں طبع آزمائی کے لیے کافی وقت درکار ہے، اور موجود قلیل الوقتی شاعری کی دوسرے لوگوں کی طرح مصروفیت میں سدِ راہ ہے۔

پیش نظر ''تعمیرِ یاس'' میں میری شاعری حُب الوطنی، تغزل، قطعات، درد و یاس کی مظہر ہے۔ اِس کی وجۂ خاص ہے کہ تنگ دست لوگوں کی مجبوریوں کو دیکھ کر میرا دل بے اختیار بھر آتا ہے۔ کسی یتیم کے حال کو جان کر میرا دل روتا ہے۔ کسی کی کس مپرسی مجھ سے دیکھی نہیں جاتی۔ اہلِ زمانہ کی ستم ظریفی دِل میں خلش پیدا کرتی ہے۔ اہلِ زر کا بے زروں سے سلوکِ ناروا مجھے پسند نہیں۔ بدقسمتی سے آج کل ہمدردی اور انسانیت کہیں نہیں دیکھنے میں آتی ہے۔ اخلاقِ اِنسانی روز بروز کمزور ہوتا جارہا ہے۔ تہذیب کے اصولوں کی کارفرمائی بہت کم رہ گئی ہے۔ مادہ پرستی کا دور دورہ ہے محنت کش لوگ پریشان اور آرام پسند خوش حال اور فارغ البال نظر آتے ہیں۔ یہ پستی و بلندی اور غیر معیاری درجات اِنسانی طبائع کو ناگوار معلوم ہوتی ہے۔ میں خود بھی عرصۂ دراز سے تنگ دستی کی حالت میں زندگی بسر کرتا چلا آرہا ہوں۔ اِس لیے مجھے اِن لوگوں کی تکلیفات کا پورا پورا احساس ہے۔

ظاہر ہے کہ شاعر جو کچھ قلم بند کرتا ہے، وہ تخلیق اُس کے دِلی جذبات کی آئینہ

ہوتی ہے۔ اُس پر حوادثِ زمانہ کا اثر بہت زیادہ ہوتا ہے۔ اُس کے دِل کا ظرف اپنے آپ چھلک جاتا ہے۔ شاعر اُس وقت اِن جذبات کو روکنا بھی چاہے تو وہ رُک نہیں سکتے۔ میری شاعری بھی اُنھیں جذبات کا مرقع اور مجموعہ ہے۔ مناسب معلوم ہوتا ہے کہ اِس جگہ مختصراً چند عناوین پر اِس کا اظہار کر دیا جائے۔

1. **حُب اُلوطنی**:- پیشِ نظر ''تعمیرِ یاس'' میں اِس عنوان سے بے شمار منظومات درج ہیں۔ یہ ایک وسیع اور رُوح پرور عنوان ہے۔ کہ جس قدر شاعر چاہیے اپنے خیالات کو نئے سے نئے پیرایہ میں بیان کر سکتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ''تعمیرِ یاس'' میں اِس کا عنصر بہت زیادہ ہے۔
2. **قصائد**:- محُبِ وطن، فدائے قوم، نیک سیرت، انسان کی تعریف کرنے میں دِل شاعر کو فرحت نصیب ہوتی ہے۔ اِس کو خوشامد کا نام دینا مداح کے دِل کو ٹھیس پہنچانا مقصود ہے۔ ایسی ہی چند منظومات کتابِ مذکور میں کچھ پڑھنے کو ملیں گی۔ وہ ممدوحین اگر اُن کی مدح نہ کی جائے تو اُن کے حق میں واقعی بے انصافی ہوتی ہے۔
3. **مراثی**:- کسی بزرگ، مُحب قوم اور مُحب وطن کی موت جس سے عوام کو دِلی رنج ہوتا ہے۔ شاعر بھی اُس سے متاثر ہوئے بنا نہیں رہ سکتا۔ میری شاعری میں چند ایسے مرثیے ملیں گے جو اعلیٰ ہستیوں کی وفات پر مندرجہ ہوئے ہیں۔
4. **غزلیات**:- قدیم اور جدید رنگ میں غزلیات لکھنے کی کوشش کرتا ہوں۔ غزلوں میں عام طور پر مضامین ہوتے ہیں جو اہلِ زمانہ کی نظروں میں پسندیدہ اور مقبول ہوں۔
5. **لافانی ہستیاں**:- اِن میں گورونانک، مہاویر سوامی، لالہ لاجپت رائے، شہید بھگت سنگھ، پنڈت جواہرلعل نہرو، لال بہادر شاستری وغیرہ۔ مردانِ بزرگ اور رہنمایانِ قوم کے متعلق اظہارِ خیال کیا گیا ہے۔
6. **زوالِ زبان کے صدمات**:- میری شاعری کا یہ عنصر کسی حد تک زیادہ روشن

نظر آتا ہے۔ میری تمام عُمر خدمتِ زبان میں بسر ہوئی۔ میں نے زبان کو زبان کی غرض سے حاصل کیا۔ استادانِ فن کے زیرِ سایہ پرورش پائی، نیز شعرائے اساتذہ سے تربیت حاصل کی۔ اُن کی صحبتوں سے استفادہ حاصل کیا۔ عظیم الشان محافل ومجالس میں شرکت کے مواقع نصیب ہوئے۔ اہلِ ادب سے دادِ سخن پائی۔ اب زندگی ایسے انقلابات سے گزری جس میں تمام لذائذ ختم ہوگئے۔ انصاف فرمایئے کہ ایسے شخص کے لیے جس نے اپنا سرمایۂ حیات ہی خدمتِ زبان کو سمجھا ہو۔ بھلا وہ اِس زبان کی اہمیت اور گونا گوں دلچسپیوں کو کس طرح فراموش کرسکتا ہے۔ یہ وہ باتیں ہیں جن کا غیر شاعر اندازہ بھی نہیں کرسکتا۔ حقیقت میں قدر دانی زبان ایک ادیب کا حصّہ ہے اور لطفِ زبان کا جاننا ایک شاعر کے دِل کا کام ہے۔

زیارت کی تعظیم زائر سے پوچھو
کمالاتِ پرواز طائر سے پوچھو
ادب جان سمجھو ادیبوں کی نیرنگ
تو قدرِ زباں ایک شاعر سے پوچھو

خدمتِ زبان پر شاعر کا منشائے دلی ہوتا ہے۔ جس میں شاعر کو روحانی غذا میسر ہوتی ہے یہی حالِ راقم السطور کا ہے۔ میرے احباب مجھے معاف فرمائیں کہ جو کچھ کہتا ہوں۔ دِلی جذبات سے مجبور ہوکر۔ نیک نیتی میرا مسلک ہے۔ مجھے ہر زبان سے اتنا ہی اُنس ہے جتنا اُردو سے۔

نیرنگ کسی زبان کا شاعر ہو یا ادیب
ہے محترم ہر ایک سخن داں میرے لیے

نیرنگ سرحدی
ریواڑی
24-03-1967

عرضِ حال

میری شاعری: کسی مقتدر اَدیب کا کہنا ہے کہ جس کلام سے صاحبِ کلام کی زندگی پر روشنی نہیں پڑتی اُسے کلامِ مفید کہنا درست نہیں بلکہ اُس کی شاعری ایک ہائے ہُو کا مرقع بن کر رہ جاتی ہے۔ اور اُس سے شاعری کے دِلی جذبات کا اندازہ نہیں ہوسکتا۔

میری شاعری میری زندگی کا آئینہ ہے، جو کچھ کہتا ہوں، زندگی کے واقعات کے جھلک اس سے صاف نمایاں ہوتی ہے، میں زبان کو ہاتھ سے کبھی نہیں جانے دیتا۔ قدما اور متاخرین کے بلند پایۂ کلام کا مقلد ہوں۔ دِلّی، میرٹھ، پٹیالہ، جالندھر، حصار، انبالہ، ہوشیار پور، چنڈی گڑھ، مہندر گڑھ، گوڑ گاؤں اضلاع میں بیشتر مشاعروں میں شرکت کرتا رہتا ہوں۔ جہاں بھی جاتا ہوں، خوب داد ملتی ہے۔ اہلِ قلم کی داد سے مجھے ایک گونہ مسّرت اور دِل کو راحت نصیب ہوتی ہے۔

میری شاعری عوامی شاعری نہیں، بلکہ اُن لوگوں کے لیے ہے، جنھوں نے زبان کو با قاعدہ پڑھا اور اس سے استفادہ کیا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اہلِ زبان، اُدباء اور شعراء سے کلام کی خُوب داد ملتی ہے اور غیر اہلِ زبان عوام مجھے مشکل گو شاعر جانتے ہیں۔ مگر میں خدمتِ زبان کے صحیح معنی کو خوب جانتا ہوں اور اپنی حقیقی قدر دانی کے لیے شاعروں، ادیبوں اور اصحابِ فہم حضرات کا مَرہونِ احسان ہوں جن کی صحبتوں سے میری شاعری کو رنگِ بقائے حاصل ہے۔

نیرنگ سرحدی

وصیت نامہ

شاعر کسی خاص مذہب کا قائل نہیں ہوتا!

میرے فرزندان و دُختران و احباب و اقارب!

میں نند لال المعروف نیرنگؔ سرحدی حالِ معلّم ہندو ہائی اسکول ریواڑی فرزند چودھری سادھو رام مقیم در محلّہ قاضی واڑہ مکان نمبر 5226، ریواڑی ہوں۔ میری تاریخ پیدائش از رُوئے سندات 6؍فروری 1912ء ہے۔

میری عمر 56 سال 5 مہینے اور 8 دن کی ہو چکی ہے۔ بظاہر تندرست ہوں۔ ہوش و حواس بجا ہیں۔ قوتِ عقل و سالم ہے۔ کوئی علامتِ دیوانگی نہیں۔ البتہ جسمانی طور پر میں اپنے آپ کو ناتواں اور نحیف سمجھتا ہوں۔ اس عمر میں تقریباً ہر کس و ناکس کے ساتھ ایسا ہوتا ہے۔ میں چوں کہ (4 بیٹوں، 4 بیٹیوں) کا باپ ہوں۔ لڑکے زیرِ تعلیم ہیں۔ لڑکیوں میں بڑی لڑکی، سیول ہسپتال میں بطورِ کلرک ملازم ہے۔

خدا کے فضل و کرم سے بیوی تندرست و توانا اور باسلیقہ ہے۔ فطری طور پر خُدا اور موت کو ہر وقت قریب تر جانتا ہوں۔ موت ایک نہ ایک دن سب پر نازل ہوگی۔ اِس کے پنجے سے رہائی ناممکن ہے۔ کیا معلوم کس وقت اور کہاں نازل ہو جائے۔ میں موت سے ہرگز نہیں ڈرتا۔ اور اپنی عمر معینہ کی حد تک پہنچنے کے لیے رُخ کیے ہوئے ہوں۔ دُنیائے فانی کی کئی بہاریں اور خزائیں دیکھ چکا ہوں۔ زیادہ زندہ رہنے کی ہوس بیکار سمجھتا ہوں۔ میں دیکھتا ہوں کہ میرے گرد و پیش کئی اشخاص تندرست و توانا اَنِ واحد میں آغوشِ مرگ میں جا لیے۔ کیا خبر میں بھی اچانک اس دُہر فانی کو خیرآباد

کہہ جاؤں۔ اس سے پہلے بہتر معلوم ہوتا ہے کہ اِس وسط میں اُن باتوں کا صریحاً تذکرہ کروں۔ جن کو میں دِلی تمنا کہتا ہوں اور میرے فرزند اگر ہو سکے تو خواہش و عقائد مندرجہ ذیل باتوں پر عمل سرا ہوں تا کہ میری روح کو تسکین نصیب ہو۔

1. اگر موت گھر میں واقع ہو جائے تو بلا کسی مذہبی رسوم کے میرے احباب و اقارب ہنسی خوشی جائے مقررّہ پر میری لاش کو سپرد آتش کر دیں اور میرے لیے دُعا فرمائیں۔ کسی قسم کا شور و شیون گھر میں نہ ہونے پائے یہ امر ربّی ہے اور میں رضا کا قائل ہوں۔ آہ و بکا کو خلافِ عقیدہ سمجھتا ہوں۔
2. میرے بیٹوں میں سے کوئی بھی سر نہ مُنڈ وائے اور میرے مر جانے کا مظاہرہ نہ کرے۔ سادہ طریقے سے لکڑیوں میں رکھ کر اور مل کر آگ لگا دیں۔ کوئی منتر وغیرہ نہ پڑھا جائے۔
3. اگر چوتھے روز ہڈیاں (پھُول) چُننے کی نوبت آئے تو ان ہڈیوں کو بجائے ہردوار لے جانے کے کسی اتفاق سے دِلّی جا کر اپنی مرضی سے دریائے جمنا میں اس طرح ڈال دیں۔ جیسے کوئی چیز ڈال دی جاتی ہے۔ اس کے بعد کوئی رسم ادا نہ کی جائے۔ کئی روز تک جیسا کہ عام رواج ہے کوئی مذہبی کتاب نہ پڑھی جائے کیوں کہ مجھے زندگی میں کسی بھی مذہب سے کوئی سروکار نہیں رہا۔ اور میں ہر مذہب کو اچھا اور ٹھیک سمجھتا ہوں۔ شاعر کسی خاص مذہب کا قائل نہیں ہوتا۔ اچھا اخلاق ہی اُس کا افضل ترین مذہب و مسلک ہوتا ہے۔
4. اگر موت کسی حادثہ سے یا سفر میں ہو جائے تو سفر سے میرے مُردہ جسم کو ریواڑی میں لانے کی ہرگز ضرورت نہ سمجھیں بلکہ وہاں ہی انتظام کر کے جلا دیا جائے اور کوئی حادثہ پیش آ جائے تو عام قانونی کارروائی کے بعد قریب ترین جگہ پر ہی مجھے الوداع کہہ کر آگ کے حوالے کروا دیں۔ گھر میں لانے کی ضرورت نہ سمجھیں۔
5. مرنے کے بعد کسی باعث یا کسی مذہبی آدمی کے کہنے سُننے سے میرے نام کھانا

پہنچانا میرے عقیدے کے خلاف ہوگا (جیسا کہ عام لوگ کرتے ہیں)۔ اگر کبھی بُھولے سے میری یاد آجائے تو دُعائے مغفرت فرما کر مجھ پر احسان کریں۔

نیرنگؔ سرحدی
مقیم: ریواڑی
14؍جون 1968ء

نوٹ:- یہ وصیت نامہ ''ہند سندیش، دہلی'' میں 25؍مئی 1974ء میں شائع ہوا تھا۔

حرفِ چند

(یہ مضمون ''تعمیر یاس'' کے مرتب نے جو ہریانہ اُردو اکادمی
سے 1997ء میں شائع ہوئی لکھا تھا)

مجھے اس بات کا اِعتراف ہے کہ میں اس وقت تک نیرنگؔ سرحدی کے نام اور کلام سے واقف نہیں تھا جب تک میں نے اُن کے مجموعۂ کلام ''تعمیرِ یاس'' مسودہ نہیں دیکھا تھا۔ یہ مسودہ میرے عزیز دوست راجیو سکسینہ نے جو مُلک کے ایک نامور اہلِ قلم ہیں، مجھے اس فرمائش کے ساتھ بھجوایا کہ میں اِس کتاب کا تعارف یا تمہید لکھوں۔

مسودے کو کھولتے ہی سب سے پہلے میری نظر خود مصنف کے لکھے ہوئے پیش لفظ پر پڑی جو اُنھوں نے ''عرضِ حال'' کے عنوان سے لکھا ہے۔ اس میں وہ اپنی شاعری کے متعلق لکھتے ہیں۔

> ''میری شاعری میری زندگی کا آئینہ ہے، جو کچھ کہتا ہوں، زندگی کے واقعات کی جھلک اس سے صاف نمایاں ہوتی ہے۔ میں زبان کو ہاتھ سے کبھی نہیں جانے دیتا۔ قدماء اور متاخرین کے بلند پایۂ کلام کا معتقد ہوں۔''

اپنی شاعری کے بارے میں نیرنگؔ صاحب کی یہ رائے پڑھ کر مجھے دِلی مسّرت ہوئی کیوں کہ ایک تو میں خود ادب برائے زندگی کا قائل ہوں، دوسرے یہ دیکھ کر افسردہ خاطر بھی ہوں کہ آج کے اکثر شعراء زبان کا وہ اِحترام نہیں کر رہے ہیں جو ضروری ہے۔ اور اگر آج بھی کوئی شاعر قدماء اور متاخرین کے بلند پایۂ کلام کا معتقد

ہے تو میں اسے اُردو شاعری کے لیے نیک فال سمجھتا ہوں۔

نیرنگؔ صاحب بنیادی طور پر غزل کے شاعر ہیں۔ غزل میں اُنھوں نے روایت کی پابندی خلوص کے ساتھ کی ہے اور اُن آداب کو برقرار رکھا ہے جو غزل کے لیے ضروری ہیں۔ ان غزلوں سے ان کے اس دعوے کی تصدیق بھی ہوتی ہے کہ اُن کی زندگی کی جھلک اُن کے اشعار میں نمایاں ہے۔ ویسے مجموعۂ کلام کے عنوان سے بھی اُن کی اُفتادِ طبع اور ان کا کچھ نہ کچھ اندازہ قاری کو ہو جاتا ہے اور اس کی شہادت اُن کی غزلوں کے اشعار سے بھی ملتی ہیں مثلاً:

چمن میں تُو نے مجھ کو آشیانہ کس لیے بخشا
کسی قابل نہ تھا تو آب و دانہ کس لیے بخشا

◆◆◆

زباں بندی کا میرے واسطے جب حُکم جاری تھا
تو پھر مجھ کو مذاقِ شاعرانہ کس لیے بخشا

یہ رُجحان نیرنگؔ صاحب کی شاعری میں بہت نمایاں ہے لیکن شاعر کے دِل میں وہ کیفیت بھی پنہاں ہے جسے غالبؔ نے حسرتِ تعمیر کیا ہے اور یہ کیفیت جب شاعر کے دِل میں ایک اضطراب پیدا کرتی ہے تو اس طرح کے اشعار اُس کی زبان پر آتے ہیں۔

کثرتِ غم ہی سے مِلتی ہے مسّرت کی نوید
ظلمتِ شب سے عیاں نُورِ سحر آج بھی ہے

◆◆◆

اپنی ناکامی پہ مایُوس نہیں ہوں نیرنگؔ
خانۂ دِل میں اُمیدوں کا گُزر آج بھی ہے

اُردو شاعروں کی واعظ کے ساتھ کبھی نہیں نبھی۔ شعراء نے واعظ پر یا تو طنز کیا ہے یا اُسے اُس کے مَسلک کے خلاف مشورے دئے ہیں۔ اس ضمن میں نیرنگؔ

صاحب کا ایک شعر دیکھئے اور ان کی وسیع المشربی کی داد دیجیے ؎

نہیں موقوف کچھ دَیر و حَرم پر حضرتِ واعظ
جہاں جھک جائے سَر سجدے میں اس کو آستاں کہیے

غزل تو نیرنگ صاحب کا پسندیدہ پیرایۂ اظہار ہے ہی لیکن اُن کے جوہرِ نظم میں بھی کُھلتے ہیں اور وہ جو اُنھوں نے کتاب کے پیش لفظ میں لکھا ہے: ''میں زبان کو ہاتھ سے کبھی نہیں جانے دیتا'' تو اس سے صرف یہی مراد نہیں کہ وہ صحیح اور اچھی اُردو میں اِظہارِ بیان کو پسند کرتے ہیں، بلکہ اُن کے کلام کے مطالعہ سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ اُنھیں اُردو سے عشق ہے اور آج ہندوستان میں اُردو جس کش مکش حیات و موت سے گزر رہی ہے اس پر ان کا دِل کس طرح سے کُڑھ رہا ہے...... زیرِ نظم مجموعے کی پہلی نظم ''مُناجاتِ شاعر'' ہے۔ اِس میں خالقِ کائنات کی عنایات اور الطافِ بے پایاں کا ذکر کرتے ہوئے نیرنگ صاحب حالاتِ حاضرہ کا ذکر بھی چھیڑتے ہیں اور اس میں دِلی دَرد کے ساتھ اُردو کی موجودہ حالت کا ذکر کرتے ہوئے کہتے ہیں ؎

بات کرنے کا بھُلا بیٹھا قرینہ، یارَب
لَب ہلاتا ہُوں تو آتا ہے پسینہ، یارَب

◆◆◆

ہائے لُٹتا ہے بزرگوں کا خزینہ، یارَب
غرق ہونے کو ہے اُردو کا سفینہ، یارَب

◆◆◆

نالۂ دَرد کو کہتے ہیں رَسا ہوتا ہے
ناخُدا جس کا نہ ہو اُس کا خُدا ہوتا ہے

میں یہ سمجھتا ہُوں کہ ہم ہندوستانیوں کے لیے اُردو محبت ہماری حُبّ الوطنی کی دلیل ہے۔ نیرنگ صاحب کے کلام میں بھی اُردو سے محبّت کا یہ جذبہ نمایاں طور پر

دکھائی دیتا ہے، ویسے بھی ان کا کلام جذباتِ حُبّ وطن سے لبریز ہے۔ان کی نظمیں بہ عنوان گورو گو بند سنگھ، مہاتما گاندھی، ہندوستاں ہمارا، لال بہادر شاستری، قطعاتِ یومِ آزادی و جمہوریتِ ہند، داستانِ ساوتری، مرزا غالبؔ اور تلوک چند محرومؔ اُنھیں اُردو کے اُن شعراء کی صف میں لے آتی ہیں جنھوں نے حُبّ وطن کے موضوع پر دَرد بھرے دِل سے قلم اُٹھایا ہے۔

اس مجموعۂ کلام میں غزلوں اور نظموں کے علاوہ رُباعیات بھی ہیں اور قطعات بھی، تضمین کے فن سے بھی نیرنگؔ صاحب کو دلچسپی ہے جس کے نمونے ''تعمیرِ یاس'' میں دیکھے جا سکتے ہیں۔

جگن ناتھ آزادؔ
جموں یونی ورسٹی، جموں

نریش نارنگ سلیم
(فرزند جناب نیرنگ سرحدی)

ایک تھا شاعر: نیرنگ سرحدی

چہرے پر بڑھاپے کے نشان، آنکھوں میں سُونا پن اور ہونٹوں پر ایک مجبوری مسکراہٹ۔ یہ تصویر ہے مرحوم نیرنگ سرحدی کی۔

وہ ایک فن کار تھا جو فن کی دہلیز پھلانگ کر پورا انسان بن گیا۔ وہ ایک شمع تھی جو ریواڑی کی محفل میں 25 سالوں تک اپنا دم توڑتی رہی۔ وہ ایک شاعر تھا جو شاعری کے معیار کو اونچا اُٹھا کر خود گمنام سا اس جہان سے اُٹھ گیا۔

اُس وقت میں بہت چھوٹا بھی نہیں تھا۔ میں جانتا تھا کہ وہ ایک شاعر تھے۔ یہ بھی جانتا تھا کہ وہ تنگ دستی کے دور سے گزر رہے تھے مگر مجھے یہ معلوم نہیں تھا کہ وہ کتنے اونچے درج کے شاعر تھے۔ مجھے یہ بھی معلوم نہیں تھا کہ ان کی تنگ دستی ان کے سارے وجود کو کھائے چلی جارہی تھی۔

آج ان کے کلام کو پڑھتا ہوں تو احساس ہوتا ہے کہ ان کی زندگی کس قدر مجبوریوں اور مایوسیوں سے گھری تھی۔ یوں تو انھوں نے اپنی ساری زندگی ہی معمولی تنخواہ پانے والے ایک ماسٹر کے روپ میں گزار دی تھی مگر ریٹائرمنٹ سے لے کر موت کے بیچ کے دو سال کا جو لمبا سفر انھوں نے طے کیا تھا اب اسے یاد کرتا ہوں تو کانپ اُٹھتا ہوں۔

ایک شاعر کی حیثیت سے بھی انھوں نے اگر نام کرلیا ہوتا تو شاید وہ اپنی تنگ دستی کو بھول گئے ہوتے۔ لیکن وہ وقت کی تیز رفتار کے ساتھ چل نہیں پائے تھے اور اسی وجہ سے پچھڑ گئے۔ زندگی بھر ایک تمنّا کو دل میں پالے رہے کہ ان کا مجموعہ چھپے، مگر اس

تمنّا کو دل میں لیے ہوئے ہی اس جہاں فانی سے کوچ کر گئے۔ ان کے انتقال کے 12 سال بعد ان کا پہلا مجموعہ کلام ''ایک تھا شاعر'' چھپ سکا جو دیوناگری میں تھا۔

آج میں فخر محسوس کر رہا ہوں کہ ان کا ایک اور مجموعہ انہی کی خواہش کے دلی بقا اُردو میں شائع ہو رہا ہے۔ اس کے لیے میں شکرگزار ہوں جناب کشمیری لال ذاکر صاحب کا جنھوں نے اس مجموعے کو شائع کرانے میں مدد دی۔ جناب راجیو سکینہ کا بھی شکرگزار ہوں جنھوں نے ان کے کلام کو پروفیسر جگن ناتھ آزاد صاحب تک پہنچانے میں میری مدد کی۔

جناب آزاد صاحب کا میں تہہ دل سے شکریہ ادا کرتا ہوں جنھوں نے مصروف ہونے کے باوجود اس مجموعے کے لیے دیباچہ لکھا۔

نریش نارنگ سلیم
(فرزند جناب نیرنگ سرحدی)

''مناجاتِ شاعر'' کا تجزیہ

نند لال نیرنگؔ نے مسدس کی شکل میں آٹھ بند کی مناجات لکھی جو اُردو کی مناجاتوں کی صفِ اول میں شمار کی جا سکتی ہے۔ یہاں بندے اور ربّ کا رشتہ، دُنیائے دَنی کا قصّہ، ادبی، سماجی، ثقافتی، علمی اور سیاسی مسایل کا نوحہ بڑے ہی پُر اثر لہجے میں سُنا کر شاعر نے اپنی پُر درد زندگی کا شُکر ادا کر کے خود کو بندگی کی اعلیٰ ہستیوں میں شامل کیا ہے جس سے نیرنگؔ کی عجز و انکساری، صبر و تحمل، بُردباری اور اعلیٰ ظرفی ظاہر ہوتی ہے۔ اس مناجات کی زبان اور اس کا بیان کلاسیک اُردو مناجات کا رنگ لیے ہوئے ہے۔ نیرنگؔ نے تقریباً تمام تر اسلامی تلازمات اور مناجاتی پیرائے میں دل کی گہرائیوں سے جو اشعار لکھّے ہیں، وہ پروردگار کی بارگاہ میں جذبات کی شدّت، احساس کی قوت کے ساتھ صداقت اور حقیقت سے ہم کنار ہیں۔ چناں چہ عقاید میں فرق ہوتے ہوئے بھی عقیدت میں فرق نظر نہیں آتا یعنی کثرت میں وحدت کی جلوہ نمائی ہوتی ہے۔ شاید یہ بھکتی کا اثر اور اُس فارسی استاد کو مولانا رومؔ کی روشنی کا فیض ہو جہاں پر مولانا رومؔ نے فرمایا ہے کہ ''تو جو کچھ بھی ہے میرے پاس آجا، تو اگر گبر، بت پرست یا آتش پرست بھی ہے تو میرے پاس آجا۔ یہ درگاہ ناامیدی کی درگاہ نہیں ہے اگر تو نے سو مرتبہ بھی توبہ کر کے توڑی ہے تو پھر بھی اس درگاہ خداوندی میں تیری جگہ خالی ہے۔

باز آ باز آ آنچہ ہر ہستی باز آ
تو گبر، آتش پرست و بت پرستی باز آ

این درگاہِ ما درگاہِ نامید نیست
صد بار گر توبہ شکستی باز آ

نیرنگؔ کی مناجات میں خالق کائنات کی حمد،عظمت، وحدت کے ذکر کے ساتھ اس کے صفات اور مخلوقات اور کائنات پر اس کا اختیار اور اقتدار کا ذکر ہے۔ مناجات کے مطلع کے بند میں بحر کی نغمگی اور ردیف کی ملکیت جو قوافی پر ظاہر ہو رہی ملاخطہ کیجیے۔

دَرد مندوں کی دَوا، اور شِفا کے مالِک
خالقِ ہر دو جہاں، اَرض و سَماء کے مالِک
صاحبِ فِقر و غَنا، شاہ و گدا کے مالِک
واقفِ رازِ فنا، دارِ بقا کے مالِک
ہیں گُل و خار ترے، سَر و سَمن تیرے ہیں
خُشک و تَر تیرے ہیں صحرا و چمن تیرے ہیں

مناجات کے پہلے چار مصرعے سوائے لفظ ''کے'' سب فارسی ہیں، لیکن اس سلاست اور شگفتگی کے ساتھ مصرعوں میں پُروے گئے ہیں کہ اس کو سمجھنے میں دشواری نہیں۔ نیرنگؔ زبان و بیان پر قدرت رکھتے ہیں اس لیے تراکیب میں ایسے الفاظ لاتے ہیں کہ مصرعوں میں جان پڑ جاتی ہے۔ واقف راز فنا، دار بقا،فقر وغنا، ارض وسما، دوا اور شفا، سرو وسمن اس کے گواہ ہیں۔ پورے بند میں صنعتِ تضاد یعنی دو متضاد الفاظ کی جلوہ گری ہے جیسے ارض وسما، فقر وغنا، شاہ وگدا، فنا و بقا،گل وخار، خشک وتر اور صحرا و چمن وغیرہ وغیرہ۔

شاعر نے پہلے ہی بند میں پرور دگار کی ساری کائنات پر مالکیت کا اعلان کر دیا۔شکر گزاری جو سب سے بڑی عبادت ہے اس میں اپنے فن کی رنگینی بکھری، یہاں تلمیذ الرحمان اپنے استاد ازلی سے اس نعمت کا ذکر کر رہا ہے جس کے بارے میں مشہور ہے۔

ے : این سعادت بزور بازو نیست
تا نہ بخشد خدائے بخشندہ

نیرنگؔ کہتے ہیں ے

تُو نے بخشے اَدبی ذوق کے ساماں مجھ کو
یُوں، کہ صحرا نظر آتے ہیں گُلستاں مجھ کو

•••

کبھی آغوش میں لیتے ہیں بیاباں مجھ کو
تیری رَحمت نے بنایا ہے سخن داں مجھ کو

•••

باغِ جنّت جسے کہتے ہیں دکھایا مجھ کو
مسندِ شاہ نشیں پر بھی بٹھایا مجھ کو

•••

میری پروازِ تخیّل کو جو رَفعت بخشی
تو فرشتوں سے زیادہ مجھے وقعت بخشی

میر انیسؔ نے بجا کہا تھا ے

کسی کی ایک طرح سے بسر ہوئی نہ انیسؔ
عروجِ مہر بھی دیکھا تو دوپہر دیکھا

پشاور کے قیام اور جوانی کے زمانے میں نیرنگؔ بہت خوش اور شاد فکر تھے لیکن پھر گردشِ ایام میں ہجرت کر کے وطن سے دور رہنے کا احساس انھیں عمر بھر رہا۔ سچ ہے ان کو مہاجر ہونے کی وجہ سے بے زری اور مفلسی سے بڑھ کر اُس نئے ماحول کی ناقدری کا گلہ تھا۔ میر انیسؔ نے کہا تھا ے

ع : ناقدریٔ عالم کی شکایت نہیں مولاؐ

نیرنگ کہتے ہیں ے

بے زَری کی نہیں لیکن یہ شکایت مولا
ہے یہ ناقدریِ عالم کی حکایت مولا

نیرنگؔ نے جگہ جگہ پر عوام کی ناقدری، اور نافہمی کا بڑے درد سے ذکر کیا ہے۔ شاعر کو جس ماحول اور محفل کی ضرورت ہوتی ہے وہ انھیں میّسر نہ ہوئی۔ یہی نہیں بلکہ نامساعد حالات کے تحت ان کے ہمنوا، شعرا اور اُردو ادیبوں کو بھی یہ آزادی میّسر نہ ہوئی۔ یہاں کس قدر درد سے اپنے دل کی کیفیت اور اُردو سے ہمدردی کا اظہار کیا ہے۔

ہائے یہ گردشِ ایّام خداوندِ کریم!
روزِ روشن میں سِیہ شام خداوندِ کریم!

♦♦♦

جو ہُنر مند ہیں رُوپوش ہوئے جاتے ہیں
صاحبِ علم بھی خاموش ہوئے جاتے ہیں

♦♦♦

ہائے لُٹتا ہے بزرگوں کا خزینہ یارَب
غرق ہونے کو ہے اُردو کا سفینہ یارَب

نیرنگؔ اُردو فارسی کے شاعر تو تھے لیکن وہ اُردو کو اُس کا جائز مقام دلانے کے لیے ہمیشہ دامے، درمے قدمے کوشاں تھے۔ نیرنگؔ نہ صرف اُردو کی بقا برصغیر کے لیے ضروری سمجھتے تھے بلکہ وہ اُردو تہذیب کے قدر داں اور تبلیغ رساں بھی تھے۔ اس لیے انھوں نے اس مشکل وقت میں بھی ہمت اور امید نہ ہاری بلکہ خدا کی رحمت پر بھروسا کر کے یقین سے دُعا کی جس میں یہ بتایا کہ اُردو، اُردو والوں سے نہیں بلکہ اُردو سے اُردو داں اور اُردو تہذیب زندہ ہے۔ کہتے ہیں کہ بات جو دل سے نکلتی ہے اثر رکھتی ہے۔

یہاں نیرنگؔ کی دل کی پکار کی گونج پر ہم بھی آمین کا نعرہ بلند کرتے ہیں۔

نیرنگؔ کے کلام میں اساتذہ کے کلام کا اثر جگہ جگہ پر ملتا ہے۔ غالبؔ کے شعر

کا سوز و گداز ملاحظہ ہو ؎

نالۂ دَرد کو کہتے ہیں رَسا ہوتا ہے
ناخدا جس کا نہ ہو اُس کا خدا ہوتا ہے

خوب صورت تراکیب، معنی خیز مطالب، روزمرّہ اور محاوروں کی رنگینی شاعر کے چہرے کو گلستاں اور دل کو چراغاں کردیتی ہے ؎

اپنی رَحمت سے مجھے پھر گُلِ خنداں کردے
رُخِ پژمُردہ کو تو رشکِ بہاراں کردے

اور اسی طرح

ع : قلبِ تاریک میں پھر میرے چراغاں کردے

ہم اس مناجاتی مضمون کو نیرنؔگ کے دعائیہ مصرعے پر تمام کرتے ہیں۔

ع : میرے نغمات سے گونج اُٹھے فضائے عالَم

آج نیرنؔگ کا مجموعۂ کلام ''تعمیر بقا'' اسی خواب کی تعبیر بن کر اُردو دُنیا میں خوشبو کی طرح پھیل رہا ہے۔

نیرنگؔ کی نعت نگاری

نندلال نیرنگؔ کا پورا کلام دستیاب نہیں، خصوصی طور پر وہ کلام جوان کا ابتدائی دور کا پُر جوش کلام تھا۔ آوارگی، خانہ بدوشی اور مہاجرت کی مشکلات سے ہم سب واقف ہیں۔ نیرنگؔ کی غیر مطبوعہ بیاضوں میں ہمیں ایک آٹھ شعر کی نعت جوانھوں نے انتقال سے تین چار سال قبل جناب عارف علی سجادہ نشین حضرت نظام الدینؒ اولیا دہلی کی فرمایش پر لکھی تھی۔ اس نعت کے علاوہ ان کے کلام میں تین نعتیہ مصرعے اور ایک منقبتی قطعہ رسولؐ کے نواسے امام حسینؑ کی شان میں ملتے ہیں۔ اگر چہ نندلال نیرنگؔ پیدایشی ہندو تھے لیکن وہ ہر مذہب اور دھرم کو عزت اور عقیدت کی نظر سے دیکھتے تھے۔ نعت حدیثِ دل ہے جس کو وہی شخص لکھ سکتا ہے جس کا دل عشقِ محمدؐ سے سرشار ہو، اس آٹھ شعر کی مردّف نعت جس کی ردیف ''مدینہ'' ہے، نیرنگؔ کا خلوص اور جذبہ ہر مصرعہ کا عنوان اور انسانی قدر کا مضمون ہو کر الفاظ سے نور بکھر رہا ہے۔ اس لیے تو نیرنگ نے کہا ہے۔

یہ جوشِ محبت ہے کہ اخلاص کا جذبہ
ہر بات بنی جاتی ہے عنوانِ مدینہ

اسی جوشِ اخلاص اور محبت میں شہرِ نبیؐ مدینہ کو جو حضورؐ سے نسبت حاصل ہے۔ شاعر نے اُسے زمین سے اٹھا کر فلک بوس کر دیا ہے۔ سلطان مدینہ سے فیضان مدینہ، دبستان مدینہ سے احسانِ مدینہ، گلستانِ مدینہ سے شانِ مدینہ، اور شاعر کا ارمانِ مدینہ سے اس کی جانِ مدینہ تک کا عشقیہ سودا نعت کا حاصل معلوم ہوتا ہے۔

نعت کا مطلع دیکھئے ؎

کیوں کر نہ کروں مدحتِ سلطانِ مدینہ
جب پیشِ نظر ہوں مرے فیضانِ مدینہ

تمام غیر مسلم نعت گو شاعروں نے حضرت محمدؐ کی مدحت سرائی اس لیے بھی کی کہ وہ بہترین انسان تھے۔ ان کے اخلاق لوگوں کی محبت اور دلجوئی سے منور تھے۔ حضوؐر کا فیض عام تھا اسی لیے آپ کو رحمت اللعالمینؐ کہا گیا، کیوں کہ آپؐ کے اخلاق و کردار عادات و اطوار بہت عظیم تھے اسی لیے قرآن نے بھی آپؐ پر خلق عظیم کی سند ثبت کی۔ یہ حضورؐ اکرم کے وجود کا صدقہ تھا کہ بے نام ونشان صحرا جو جاہل قبیلوں سے بھرا پڑا تھا۔ تہذیب کا مرکز اور گہوارہ بن گیا۔ جہاں دُنیا سے لوگ آ کر علوم حاصل کرنے لگے۔ اسی لیے نیرنگؔ نے اس مدینہ کی خاک کو اپنی جان سے تعبیر کیا ہے۔

تہذیب کا گہوارہ دبستانِ مدینہ
یہ خاکِ عرب ہے وہ مری جانِ مدینہ

دُنیا میں نفرت اور قتل و غارت گری کا دور ہمیشہ رہا ہے۔ تاریخ کے صفحات خون سے رنگین ہیں ایسی دُنیا میں خصوصی طور پر عرب کے قبایل ایک دوسرے کے خون کے پیاسے تھے ان میں محبت مروّت اور اخوت کا نام نہ تھا اس خون ریز صحرا کو حضورؐ نے محبت، مساوات، تعلیم و تربیت اور اخلاق سازی سے گلستان بنا دیا جس کا رنگ اور جس کی خوشبو کی آج دُنیا میں ہر مقام پر خوشبو محسوس کی جاتی ہے۔

خوشبوئے محبت سے معطّر ہے زمانہ
کس شان سے مہکا ہے گلستانِ مدینہ

نیرنگؔ کی شاعری اس لیے بھی دل میں اُتر جاتی ہے اس میں ملٹن کی کہی ہوئی تینوں قدریں یعنی سلاست، صداقت اور جوش سب موجود رہتی ہیں۔ یہاں خیال دل سے نکل کر دلوں پر گرتا ہے۔ نیرنگؔ کے مصرعوں میں روزمرّہ کی چاشنی، شگفتگی اور تازگی پڑھنے اور سننے والے کے کان اور دہان میں رس گھولنے لگتی ہے جو شریں بیانی

کی شناخت ہے۔ نیرنگؔ اگرچہ فارسی کے استاداور فارسی کے شاعر بھی ہیں لیکن وہ اپنی اُردو شعریات میں نرم آسان ذود فہم تراکیب برتتے ہیں۔

اس نعت کے تمام قافیے ردیف ''مدینہ'' کے ساتھ معنی آفرینی کے حامل ہیں۔ یہ قافیے اس طرح تزین کیے گئے ہیں کہ ردیف و قافیے ایک دوسرے میں شیر وشکر کا شربت بن گئے ہیں جو شاعر کی قادر اللکلامی اورکہنہ مشقی کی سند بھی ہے۔شاعر نے کس خوب صورتی سے حضورؐ اکرم کی کائنات پر رحمت اور گردش لیل و نہار پر ان کی حکومت اورمخلوقات پر ان کی حکمت کا سادے الفاظ میں ذکر کیا ہے۔ہم جانتے ہیں نیرنگؔ بھگتی کے علوم سے واقف تھے۔ کہتے ہیں ؎

کیوں سایۂ افلاک میں خدشہ ہو کسی سے

ہوگا وہی ہوگا جو ہے فرمانِ مدینہ

یعنی جب تک صاحبِ مدینہ اوران کا فرمان جاری ہے آسمان کے نیچے کوئی پتّہ ان کی اجازت بغیر نہیں ہلے گا۔دوسرے مصرعے میں ''ہوگا'' کی تکرار نے مصرعے میں غنایت کے ساتھ ایک تسکین بخش لہجہ بھی دیا۔

نیرنگؔ جانتے ہیں کہ دُنیا میں کئی ایسے معتبر متبرک ممتاز اورمقبول مقامات ہیں جن سے تجلّی اور روشنی کی لہریں پھیلتی رہتی ہیں مگران سب کا ذکراور بیان مدینہ کی شان پیدا نہیں کرسکتا۔اسی لیے نیرنگؔ کا دل ان کے سینے میں مدینے کے ارمان میں تڑپتا ہے جس کے سامنے دُنیا کی ہر چیز بے وقعت اور ہیچ ہوجاتی ہے۔

کچھ اور مقامات بھی ہیں ارفع و اعلیٰ

ان سب سے زیادہ ہے مگر شانِ مدینہ

•••

ہے ہیچ ہر اک چیز جہاں کی مرے آگے

سینے میں تڑپتا رہے ارمانِ مدینہ

اس نعت کے مقطع میں نیرنگؔ اپنے ساتھ ہر وہ شخص جو ایمان یعنی سچائی اور

عرفان کے ساتھ ہے اُس کو شامل کر کے کہتے ہیں کہ ہم سب حضورؐ کے احسان مند ہیں ؎

نیرنگؔ ہی نہیں زیر گراں باریٔ احساں

ہر صاحبِ ایماں پہ ہے احسانِ مدینہ

افسوس اس بات کا ہے کہ یہ نعت تین اگست 1970ء کو پڑھی گئی لیکن کہیں محفوظ نہ ہوئی۔ اس نعت کو نعتیہٗ ادب میں اس لیے بھی شامل کرنا ضروری ہے کہ ایک غیر مسلم کی نعت کا انداز، لہجہ، موضوع اور جذباتی کیفیت جو بعض مسلم نعت نگاروں سے بھی اعلیٰ ہے۔

اس نعت کے ساتھ ہم تین علاحدہ مصرعے جوان کے کلام میں دستیاب ہوئے اور جو اسی نعت کی قوافی پر ہیں یہاں ہم اس لیے بھی پیش کر رہے ہیں کہ نیرنگؔ اسی رخ پر روشنی ڈال رہے ہیں کہ حضورؐ اکرم کی تعلیمات، شاداب اور گلستان پُر بہار کی طرح ہیں، آپ کا مخلوق پر اتنا کرم اور احسان ہے کہ اس کا بھلانا آسان نہیں۔

شاداب کس قدر ہے گلستاں رسولؐ کا

ہے ساری کائنات پہ احساں رسولؐ کا

کیسے بھلا سکے کوئی فیضاں رسولؐ کا

عاشقِ اُردو شاعرِ شریں بیان نیرنگؔ

نند لال نیرنگؔ اُردو زبان کے عاشق تھے۔ اُردو اُن کی معشوقہ تھی۔ نیرنگؔ اگر چہ اُردو اور فارسی کے شاعر ہونے کے علاوہ افسانہ نویس، مترجم اور ڈرامہ نگار بھی تھے لیکن وہ درحقیقت اُردو شعر و ادب کے سچے خدمت گزار تھے۔ اُردو کی محبّت ان کی گھٹی میں پلی تھی اور اسی اُردو تہذیب کے دل دادہ بھی تھے۔ اُردو فارسی کے معلّم اور محسن بھی تھے۔ وہ کئی تخلیقی اور تعمیری قدروں کے مالک تھے۔ جیسا کہ ہم نے اشارہ کیا ہے کہ وہ بیک وقت اُردو فارسی کے عمدہ شاعر، اُردو فارسی کے منجھے ہوئے معلّم، افسانہ نویس، مترجم، ڈرامہ نگار اور دل سوز سماجی کارکن تھے۔ مہاجرت کی مشکلات، تنگ دستی، وطن سے دوری، ناقدری وغیرہ کے مسایل سے دو چار شخص کو کہاں اتنی فرصت ہوتی ہے کہ وہ زبان اور شاعری کی خدمت کر سکے لیکن نند لال نیرنگؔ کو اُردو کی محبت جنون کی حد تک تھی جس کا مشاہدہ اور عملاً ثبوت ان کی زندگی جو گھر کے اندر اور مدرسے اور گھر کی باہر کی محافل سے آشکار تھا۔ نیرنگؔ اپنے تمام بیٹے بیٹیوں کو صحیح اُردو بولنے کی ہمیشہ تاکید کرتے تھے وہ اس ضمن میں کسی رواداری کے قایل نہ تھے۔ چناں چہ ان کے منجھلے بیٹے نریش کے مطابق نیرنگؔ نے اپنے بڑے بیٹے راجکمار خان سے پورے ایک سال تک اس لیے گفتگو نہ کی کہ وہ اُردو تلفظ کو اہمیت نہیں دے رہے تھے۔ یہی نہیں بلکہ اس محسن اُردو نے اُردو تعلیم کو عوام میں عام کرنے کے لیے جو طلبا ان کے گھر اُردو ٹیوشن کے لیے آتے تھے اُن سے انگریزی ٹیوشن کے طلبا کے مقابل نصف فیس لیتے تھے۔ نیرنگؔ اُردو تہذیب میں رچی بسی ایسی شخصیت تھی کہ ان کا لباس اور

رہن سہن کسی باوقار اُردو شاعر کی طرح کالی شیروانی میں ملبوس، شینل کی ٹوپی سجائے کشمیری چھڑی ہاتھ میں رکھے نظر آتے تھے۔ اُردو کے اس عاشق کے گھر میں آویزاں مرزا غالبؔ کی بڑی سی تصویر تھی، وہ غالبؔ کے اُردو فارسی کلام کا ہمیشہ مطالعہ کرتے رہتے اور گھر پر سال میں کم از کم دو بار بزمِ ادب کا مشاعرہ منعقد کرتے۔ اگرچہ غالبؔ کی سوسالہ سالگرہ پر انھوں نے ریواڑی جیسے مقام پر بھی عمدہ مشاعرہ منعقد کیا۔

نیرنگؔ کو اُردو زبان پر ناز تھا وہ اُردو کی فصاحت اور بلاغت سے بہت متاثر تھے۔ خود کہتے ہیں ؎

کِس سے پوشیدہ ہے اُردو کی فصاحت نیرنگؔ
یہ زباں وہ ہے کہ ہوں جس پہ مَیں نازاں اب تک

اُردو کا شاعر ہی اُردو کی رنگینی اُردو کی چاشنی اُردو کی دلبری اور اُردو کی اہمیت و عظمت سے واقف ہوسکتا ہے۔ اسی لیے تو نیرنگؔ نے کہا ہے ؎

زیارت کی تعظیم زائر سے پوچھو
کمالاتِ پرواز طائر سے پوچھو
ادب جان سمجھو ادیبوں کی نیرنگؔ
تو قدرِ زباں ایک شاعر سے پوچھو

پھر پوچھتے ہیں ؎

کوئی پوچھے ذرا اِن اہلِ نظر سے نیرنگؔ
کہ زبانوں میں حَسیں اُردو زباں ہے کہ نہیں

اسی لیے وہ اُردو کی نغمہ سرائی کرتے ہیں ؎

کمالِ سخن ہر زباں میں ہے نیرنگؔ
مگر لُطفِ اُردو زباں اور بھی ہے

نیرنگؔ ہر ادب کے شاعروں اور ادیبوں کا احترام کرتے ہیں۔ انھیں اسی طرح کسی مذہب اور فرقے سے تعلق نہیں جیسا کہ اقرار بھی کیا ہے۔

؎ : کچھ تعلق نہیں نیرنگؔ کو کسی فرقے سے

: وہ تو بے چارے سخن دان نظر آتے ہیں

یہ شعر دیکھئے؎

ہر زباں ایک سی ہے میری نظر میں نیرنگؔ

فرق کچھ ہندی و اُردو کے سخن داں میں نہیں

غالبؔ کے عاشق اوران کی ساحرانہ شاعری کے پرستار غالبؔ کے دور کی اُردو اور نیرنگؔ کے زمانے کی اُردو سے مقابلہ کرکے کہتے ہیں

ہر سُو ہے ذکرِ غالبِؔ شیریں مقال کا

چرچا ہے اُس کے شعرِ عدیم المثال کا

نیرنگ وہ تھا عروجِ زبان و اَدب کا دور

یہ دَور ہے زبان و اَدب کے زوال کا

نیرنگؔ اگرچہ حضرت غالبؔ کے معنوی شاگرد تھے لیکن حقیقی شاگردی انھوں نے جن شعرا کی اس کا ذکر ہم نے سوانح میں کیا ہے مگر اس فہرست میں محرومؔ اور فیضؔ سرفہرست ہیں۔ نیرنگؔ نے ان تمام شعرا سے فن سیکھا لیکن کسی کے مقلد نہ رہے۔

کیوں نہ اے نیرنگؔ میں خود خادم الشعرا کہوں

اِن سے ہی تو میں شناسائے زباں ہوتا گیا

یا کبھی اس طرح اپنے دل کو بہلا لیتے ہیں

دل بستگیِ عام کی پروا نہیں نیرنگؔ

بہلانے کو دِل جب مِرے اشعار بہت ہیں

تخلیق ہی زبان کے ارتقا کو جاری رکھتی ہے۔ تخلیق کار اُردو کا محسن اور مسیحا ہے۔ نیرنگؔ نے مشکلات اور مصروف زندگی میں بھی شاعری سے تعلق ترک نہیں کیا۔

لکھے جاتے ہیں مجبوری میں چند اشعار اے نیرنگؔ

اسے عہدِ رواں میں خدمتِ اُردو زباں کہیے

ہم اس تحریر میں نیرنگؔ کے اشعار سے ہی ان کی اُردو خدمت اور موجودہ حالات کے تحت ان کے خیالات کو پیش کررہے ہیں۔ وہ اُردو کی حالت تقسیم ہند کے بعد بڑے غور وخوض سے دیکھ رہے تھے، کیوں کہ مشاعروں، محفلوں میں ان کی آمد و رفت مدرسوں میں ان کی تعلیم اور سماج میں اُردو سے بے تعلقی نہیں بلکہ معاندانہ رویّہ سے انھیں تشویش لاحق تھی کیوں کہ وہ اُردو کو ہندوستان کے ماتھے کا ٹیکہ تصوّر کرتے تھے۔ رشید احمد صدیقی نے کہا تھا کہ ''مغلیہ دور نے ہندوستان کو تاج محل، اُردو زبان اور مرزا غالبؔ دیئے چناں چہ اسی لیے نیرنگؔ کہتے ہیں۔

زیادہ اس سے توہینِ اَدب کیا ہوگی اے نیرنگؔ
بزرگوں کی زباں کو بھی زباں ہم کہہ نہیں سکتے

لیکن پھر دلاسا بھی دیتے ہیں۔

ناقدریٔ عالم کے ڈر سے مایوس نہ ہو اَے میری زباں
کچھ چاہنے والے تیرے بھی اِس دور میں پائے جاتے ہیں

اور اس کی پروا بھی نہیں

ہمیں پوچھے بھلا نیرنگؔ کوئی کیوں زمانے میں
ہماری قدر دانی تو فقط اُردو زباں تک ہے

نیرنگؔ نہ صرف اُردو کے ایک عمدہ شریں بیاں شاعر ہیں بلکہ وہ ایک مجاہد اُردو بھی ہیں، اور ہر طرح اور طریقے سے اُردو کی حفاظت کرنا چاہتے ہیں۔ مشہور ہے جو بات دل سے نکلتی ہے اثر رکھتی ہے۔ نیرنگؔ زباں کی زبوں حالی پر آہ فغاں بلند کرتے ہیں۔

ذیل کے تین قطعوں میں کس خوب صورتی سے ان کے دور کے اُردو حالات کو قلم بند کیا ہے۔ ملاحظہ کیجیے۔ کہیں دل سے نکلی فغاں ہے تو کہیں عوام اور خواص سے سوال ہے نیرنگؔ مایوس نہیں بلکہ

الٰہی داستانِ دِل بیاں مشکل سے ہوتی ہے
یہ وہ عالَم ہے جب ہم سے فُغاں مشکل سے ہوتی ہے

اب ایسے دَور میں داخل ہوئی ہے زندگی نیرنگؔ
کہ جس میں خدمتِ اُردو زباں مشکل سے ہوتی ہے

•••

مکاں لٹتے تو دیکھے ہیں زباں لٹتی بھی دیکھی ہے
کسی عاشق کا دِل، نازک سی جاں لٹتی بھی دیکھی ہے
خُدا کے واسطے اِتنا تو بولے دیکھنے والے
کہیں پر آج تک تو نے زباں لٹتی بھی دیکھی ہے؟

•••

گُلزارِ ادب کی یہ خزاں ہے نیرنگؔ
یا سازِ شکستہ کی فُغاں ہے نیرنگؔ
اب آرزُوئے لُطفِ تغزل ہے عبث
یہ مرثیۂ اُردو زباں ہے نیرنگؔ

نیرنگؔ اُردو کے کبھی مرثیہ خواں ہیں کبھی رجز خواں ہیں بعض اوقات وہ تشویش کے عالم میں یوں بھی رودادِ دل لکھ دیتے ہیں

دامنِ اُردو زباں جب ہاتھ سے جاتا رہا
حضرتِ نیرنگؔ پھر ذوقِ زباں خوانی کہاں

اس تحریر میں ہم جو اشعار پیش کر رہے ہیں ان کا تجزیہ یا ان پر فنی تبصرہ اس لیے بھی پیش نہیں کر رہے ہیں کہ ایک مختصر مضمون میں اس کی گنجائش نہیں البتہ نیرنگؔ کی اُردو محبّت، اُردو صداقت اور پر آشوب ماحول میں قول و قلم سے اِس کی حفاظت میں بکھرے ہوئے، شعروں کو چند صفحات میں سجا رہے ہیں تا کہ ایک سرسری نظر میں اس اُردو بارگاہ کے قدیم خدمت گزار سے مصرعوں میں گفتگو ہو جائے۔

وہی کاشانۂ اُردو ہے مگر اَب اُس میں
شمع جلتی ہے نہ پروانہ نظر آتا ہے

شاعری کا لطف اس کے سنانے اور سننے سے ہے۔قدر دانی داد و دہش سے ہے لیکن تقسیم ہند کے فوری بعد ناموافقِ حالات نے کچھ ایسا ماحول بنایا کہ نیرنگؔ کو کہنا پڑا۔

لُطف سُننے میں کہاں اور سُنانے میں کہاں
داد دینے میں کہاں، داد کے پانے میں کہاں
دلِ بیتاب کی باتیں ہیں یہ ورنہ نیرنگؔ
قدردانیٔ سخن آج زمانے میں کہاں

نیرنگؔ کو وہ ادبی محافل و مجالس اور وہ مشاعرے یاد تھے جو خصوصی طور پر جس مقام پر وہ رہ رہے تھے موجود نہ تھے اور جس کا افسوس وہ کرتے رہے اور دل پر گزرتی تھی رقم کرتے تھے۔

جو ہوتی قدرِ متاعِ ہُنر تو اسے نیرنگؔ
یہ آرزو تھی کہ کچھ خدمتِ زباں کرتے

ہم جانتے ہیں کہ نیرنگؔ کی شاعری ٹکسال باہر نہ تھی ان کا حسن بیان شعر میں لطفِ شعر بڑھا دیتا ہے اور وہ اسی پر نازاں ہیں اور ان گزری محافل کا ذکر چھیڑ دیتے ہیں۔

شعر کے واسطے ہے حُسنِ بیاں بھی نیرنگؔ
شعر کہنا ہو تو کہیے نہ زباں سے باہر

•••

سُنا کرتے تھے نیرنگؔ جس کے ہم اشعار کے چرچے
یہاں اُس شاعرِ جادو رقم کو دیکھنے آئے

لیکن انھیں معلوم ہے کہ اب شاعری میں شہ پارے جو قدیم شعرا کی اعجاز بیانیوں سے وجود میں آئے وہ مشکل سے تخلیق ہوں گے۔یہی نہیں بلکہ اُس طرح کے شعر فہم اور سنّنے سمجھنے والے بھی بہت نایاب ہو جائیں گے۔

چرچا یُوں ہی رہے گا اَدب کے بیان میں
افسوس پھر نہ آئیں گے وہ شاعری کے دِن

یہ جو کچھ افسردگی کا لہجہ نیرنگ کی شاعری میں ملتا ہے اس کی خاص وجہ وہ خاص وقت بھی ہے جب تقسیم ہند کے بعد اُردو کو صرف مسلمانوں کی زبان بتا کر اُردو کو مسلمان بنانے کی کوشش جاری تھی اور بقول ع: ''دونوں طرف تھی آگ برابر لگی ہوئی'' جب کہ یہ نادان دوستوں اور دانا دشمنوں کی سازش تھی۔ اُردو سے کوئی ہندی کو بیر نہ تھا یہ دونوں بہنیں پراکرت اور بھاشا کی بیٹیاں ہیں چناں چہ ایک کو مٹانا دوسری کی بنیاد کو گرانا تھا۔ نندلال نیرنگ اس کا مشاہدہ اور اس سازش کا مقابلہ کر رہے تھے۔ یہاں جہاں ان کے لہجے میں دبدبہ تھا وہیں پر آگاہی بھی پیوست تھی۔ یہاں وہ بابانگِ دھول یہ اعلان کر رہے تھے کہ دونوں فریقوں سے نقصان پہنچ رہا ہے۔

؎ : متاعِ اُردو کو یاروں نے ہم سے چھین لیا
اُنھیں اِسی ہی میں شاید خوشی نظر آئی

◆◆◆

؎ : خاص نسبت تھی مجھے اُردو زباں سے لیکن
آج اَغیار کے الزام سے ڈر لگتا ہے

◆◆◆

؎ : ہے اگر اب بھی کہیں کچھ بھی وجود اُردو
چشمِ اَعداء میں وہ اِک خار نہیں تو کیا ہے

◆◆◆

؎ : بجز افسوس کچھ حاصل نہ ہوگا اُن کو اے نیرنگ
جو کہتے ہیں یہاں اُردو زباں باقی نہ رہ جائے

اور یہی حالت دیکھ کر وہ بھی انجمن کی طرح چشمِ نم ہو جاتے تھے۔

ے : بے چارگیٔ اُردو زباں دیکھ کے نیرنگؔ

ہر بزم اَدب دیدۂ تر ہو ہی رہی ہے

نیرنگؔ کو اُردو کے مستقبل کی تشویش اس لیے بھی تھی کہ اُردو اِن کی جان آن بان اور پہچان تھی۔ جس پر ان کو کامل ایمان تھا اور وہ اس کا اپمان نہیں دیکھ سکتے تھے۔ انھوں نے ساری عمر اُردو گلشن کی آبیاری میں صرف کردی اور اسی شاعری سے امر رہنا چاہتے تھے۔ یہاں انھوں نے استعاروں میں اپنی دعا بھی لکھ دی تھی۔

الٰہی مجھ کو وہ حاصل کرام ہوجائے

چہار سمت زمانے میں نام ہوجائے

وہ ظرف جس کو اُٹھاؤں میں حضرت نیرنگؔ

شرابِ ناب سے لبریز جام ہوجائے

اس لیے تو نیرنگؔ نے کہا تھا ے

نیرنگؔ! شاعری تھا مِرا مقصدِ حیات

معلوم کیا ہو حال مِرا شاعری کے بعد

نیرنگؔ نہ صرف خود مخدوم اُردو تھے بلکہ محسنِ اُردو کے قدرداں بھی تھے۔ وہ کسی اُردو محسن کو سونے کا تاج نہیں پنہا سکتے تھے اور نہ ان کے ہاتھ اشرفیوں کی تھیلی تھما سکتے تھے، بلکہ دل سے نکلے ہوئے قدردانی کے اشعار کی زرنگاری کو قرطاس میں لپیٹ کے پیش کرسکتے تھے چناں چہ وزیر اعلیٰ ہریانہ راؤ بیریندر سنگھ کی اُردو نوازی کو دیکھ کر کہتے ہیں۔

چھایا ہوا ہے اَبرِ کرم کچھ نہ پوچھئے

سب مٹ گئے ہیں رنج و الم کچھ نہ پوچھئے

اُردو کو جو مقام ملا ہے تیرے طفیل

کتنے ہیں شاد اہلِ قلم کچھ نہ پوچھئے

نیرنگؔ مستقل ارادوں سے عزم واستقلال اور پیہم کوشش سے شاعری میں مگن

رہے، اُردو شاعری کا تاج ان کا فخر تھا۔

ہوا ہے چرخ گرچہ درپئے آزارِ جاں ہونا
نہیں آیا مگر اب تک مجھے محوِ فغاں ہونا
سمجھتا ہوں کدھر ہے رغبت اہلِ جہاں نیرنگؔ
ہے پھر بھی ناز مجھ کو شاعرِ اُردو زباں ہونا

نیرنگؔ سرحدی کی شخصیت اور فن کا مختصر تعارف

یہ بھی دلچسپ بات ہے کہ نند لال نیرنگؔ سرحدی نے اپنے بارے میں بحیثیت اُردو شاعر و ادیب بہت کچھ لکھا ہے۔ سچ تو یہ ہے کہ وہ اُردو اور فارسی کے شاعر اور ادیب تھے البتہ انگریزی، ہندی اور پنجابی بھی عمدہ جانتے تھے۔ چناں چہ ایک ٹیچر کی حیثیت سے انھوں نے ان تمام زبانوں سے رابطہ رکھا ہوا تھا۔ اس تحریر میں ہماری کوشش اُردو پر مرکوز ہوگی اور جو انھوں نے اپنی شاعری میں مستند حوالے ثبت کیے ہیں ان کی روشنی میں نتائج کی تلاش ہوگی۔

نند لال نیرنگؔ اپنا تعارف صاف گفتار میں یوں کراتے ہیں۔

غرقِ آبِ شفاف رہتا ہوں
پاک دامن ہوں صاف رہتا ہوں
کچھ تو دُنیا خِلاف ہے میرے
کچھ مَیں اپنے خِلاف رہتا ہوں

انسان کی فکر اور زندگانی جب شیشے کی طرح شفاف ہو جب اس کے دامن پر دھبّے نہ ہوں تو اس کا وجود محکم اور بے باک رہتا ہے جس کی وجہ سے وہ اپنا محاسبہ کرنے لگتا ہے اور پہلے اپنے وجدان کی روشنی میں اپنا محاسبہ کرتا ہے۔ یہ جرات رندانہ اُسے صحیح راستے پر گامزن رکھتی ہے۔ رہا سوال دُنیا کی مخالفت کا یہ تو دُنیا کی پرانی ریت ہے کہ چراغ کے خلاف بادِ سموم سے بادِ صبا تک اُسے گُل کرنے کے لیے کُل مخالف قوتوں سے اتفاق اور سازش کر ہی لیتے ہیں لیکن کیوں کہ ایسے چراغوں میں جان کوٹ

کوٹ کر بھری رہتی ہے اس لیے یہ روشن ہی رہتے ہیں۔ نیرنگؔ نے اپنے قطعے میں شاعر کی قدر کے بارے میں درست کہا تھا۔

ادب جان سمجھو ادیبوں کی نیرنگؔ
تو قدرِ زباں ایک شاعر سے پوچھو

ہم سخن فہم ہیں اور نیرنگؔ کے اس لیے بھی طرف دار ہیں کہ وہ اپنی بات میں دوسروں کو بھی شامل کر لیتے ہیں یعنی وہ آپ بیتی کو جگ بیتی بنا لیتے ہیں۔

فارغ نہیں اب کوئی بشر رنجِ گراں سے
فرصت ہے کہاں اُس کو بھلا آہ و فغاں سے
مہماں کی تواضع تو نہیں ہوتی زباں سے
جب پاس نہ ہو کچھ تو تواضع ہو کہاں سے
ہے خشک زباں لب پہ مرے جانِ حزیں ہے
شاعر ہوں مگر طاقتِ گفتار کہاں ہے

نیرنگؔ ایک قطعہ میں یہ سوال اُٹھاتے ہیں جو اس کے دور کے مطابق بالکل صحیح سوال تھا۔

سوچتا ہوں کہ اِس زمانے میں
اِس زباں کا مآل کیا ہوگا
زندگی میں تو مر گُزرتے ہیں سب
ہم ادیبوں کا حال کیا ہوگا

کیوں کہ اُس دور کے ماحول کو بالکل بجا طور پر دکھایا گیا اور اس کے نتیجے کو نیرنگؔ نے یوں پیش کیا۔

اب ایسے دَور میں داخل ہوئی ہے زندگی نیرنگؔ
کہ جس میں خدمتِ اُردو زباں مشکل سے ہوتی ہے

کبھی بحیثیت شاعر رنگیں نوا یہ گلہ کرتے ہیں۔

ع : قدر دانی سخن آج زمانے میں کہاں
ع : وہ طبیعت و اُمنگیں وہ زمانے نہ رہے
ع : اب آرزوئے لطف تغزل ہے عبث
ع : یہ دور ہے زبان و ادب کے زوال کا

◆◆◆

ے : وہ بات ہی نہیں ہے کہ محفل کہیں جسے
بہتر ہے مجھ کو دعوتِ شعر و سخن نہ دو

جو زمانہ تقسیم اور مہاجرت سے پہلے نیرنگؔ نے دیکھا تھا اُس میں شاعر کا مقام بہت بلند تھا جیسا کہ خود قطعہ میں کہتے ہیں ے

کسی زبان سے نکلا جو نام شاعر کا
ہر اِک بشر نے کیا احترام شاعر کا
بلندیاں تو ہیں کچھ اور بھی زمانے میں
بہت بلند ہے لیکن مقام شاعر کا

جب شاعری مدحت خالق اور حقوق انسان اور اخلاق کی پاسدار ہوتی ہے تو پیمبری بن جاتی ہے۔ جس کو نیرنگؔ کے دو قطعوں میں سنیے ے

تیری قدرت، تیری رحمت کے نثار
راز کیا ہے اس میں اے پروردگار
مبتلائے رنج و غم ہو درمیانِ جاہلاں
ایک شاعر اور وہ بھی زرنگار

◆◆◆

عرش سے آئی ندائے دلفگار
شاعرِ باطل پرست او نابکار

مدحتِ انساں نہیں ہے شاعری
شاعری ہے مدحتِ پروردگار

نیرنگؔ کہتے ہیں

ع : ''میرے نغمات سے گونج اُٹھے فضائے عالم''

وہ عرضِ حال میں لکھتے ہیں:

''میری شاعری میری زندگی کا آئینہ ہے، جو کچھ کہتا ہوں، زندگی کے واقعات کی جھلک اس سے صاف نمایاں ہوتی ہے۔ میں زبان کو ہاتھ سے کبھی نہیں جانے دیتا۔ قدماء اور متاخرین کے بلند پایۂ کلام کا معتقد ہوں۔''

نیرنگؔ سرحدی نے مناجات میں میر انیسؔ اور مرزا غالبؔ کے فقرے اور مصرعے اپنے کلام میں جوڑے ہیں۔ میر انیسؔ نے کہا تھا ؎

ناقدریٔ عالم کی شکایت نہیں مولاؔ
کچھ دفترِ باطل کی حقیقت نہیں مولا
عالم ہے مکدر کوئی دل صاف نہیں ہے
سب کچھ ہے اِس دُنیا میں بس انصاف نہیں ہے

نیرنگؔ سرحدی کہتے ہیں ؎

بے زَری کی نہیں لیکن یہ شکایت مولا
ہے یہ ناقدریٔ عالم کی حکایت مولا

•••

جو ہُنر مند ہیں رُوپوش ہوئے جاتے ہیں
صاحبِ علم بھی خاموش ہوئے جاتے ہیں

غالبؔ کے شعر سے استفادہ دیکھئے ؎

نالۂ دَرد کو کہتے ہیں رَسا ہوتا ہے
ناخُدا جس کا نہ ہو اُس کا خُدا ہوتا ہے

مناجات کو خوب صورت بند پر یوں تمام کرتے ہیں جس میں دعائیہ عناصر کے ساتھ جمالیاتی رومانی کیفیات بھی اُبھرنے لگتی ہیں ؎

اپنی رَحمت سے مجھے پھر گلِ خنداں کردے
پھر سے جینے کے مہیّا مجھے ساماں کردے

نیرنگؔ نے بچپن سے بڑھاپے تک شعری ریاضت جاری رکھی، وہ کبھی اپنے آپ کو شاعر درد وغم کہا تو کبھی شاعرِ جذبات اور رندخرابات کہا ہے۔ نیرنگؔ کی شاعری سلیس، سادے شگفتہ اور نرم مصرعوں سے رچی بسی رہتی ہے۔ عموماً گفتگو روزمرّہ، صنعت تکرار اور صنعت تضاد سے دلکش بنائی جاتی ہے۔

غم میں رہنے میں عمر گزری ہے
درد سہنے میں عمر گزری ہے
کچھ بھی ہم سے نہ ہوسکا نیرنگؔ
شعر کہنے میں عمر گزری ہے

•••

گل بے رنگ و بو و باس ہوں مَیں
زِندگی سے بہت اُداس ہوں مَیں
مجھ سے دُنیا کو کیا غرض نیرنگؔ
شاعرِ درد و غم و یاس ہوں مَیں

•••

آنے کو تم آجائیں وہ اِک رات زیادہ
بڑھ جائے گی کہنے سے مگر بات زیادہ

نیرنگؔ کہ ہے اِک شاعرِ جذبات زیادہ
سُنتے ہیں کہ ہے رندِ خرابات زیادہ

◆◆◆

کچھ مے کشوں کے حال کی، جاں کی بھی فکر کر
رنگِ بہار، دیکھ خزاں کی بھی فکر کر
نیرنگؔ کی بات جانِ برادر قبول ہو
اہلِ زباں کے بعد، زباں کی بھی فکر کر

نیرنگؔ سرحدی نے ایک آٹھ شعر کی مردّف غزل میں ناقدریٔ عالم کی صاحبِ عالم سے شکایت کی ہے۔ یہاں ہر شعر مضمون میں جدا ہوتے ہوئے بھی ایک تسلسل کا حامی ہے۔اس غزل میں شاعر نے شعریت کی سعادت جو خدائے بخشندہ سے ملتی ہے اس کا گلہ سادے اور جذباتی الفاظ میں سوال کیا ہے کہ اگر میں قابل نہ تھا تو چمن میں آشیانہ، آب ودانہ مزاج عاشقانہ، بلند پرواز، ذوق ترانہ، غم وآلام کا درد، ناقدر زمانہ اور زباں بندی کے دور میں مذاق شاعرانہ کیوں بخشا تھا۔ ہمیں آج معلوم ہے کہ وہ اس لیے بھی بخشا تھا کہ نیرنگؔ سرحدی کے انتقال کے پچاس برس بعد ان کا کلام فیض عام ہو اور یہی غزل دوسرے تخلیق کاروں کی داستاں بن جائے۔اس غزل میں نہ صرف نیرنگؔ کی ذات اوران کی بات ہے بلکہ ان کے فن اور قادر الکلامی کی روداد بھی شامل ہے۔کسی نے بہت سچ کہا کہ ؎

غزل میں ذات بھی ہے اور کائنات بھی ہے
ہماری بات بھی ہے اور تمہاری بات بھی ہے

◆◆◆

ع : غزل اربابِ فن کی آزمایش ہے

اس غزل سے ہم مطلع مقطع کے علاوہ تین شعر بغیر تشریح کے اس لیے بھی پیش کر رہے ہیں کہ وہ سلیس خوب صورت انداز میں پیش ہوئے ہیں۔

مطلع : چمن میں تُو نے مجھ کو آشیانہ کس لیے بخشا
کسی قابل نہ تھا تو آب و دانہ کس لیے بخشا

◆◆◆

محبّت کی ہے میں نے اعترافِ جُرم کرتا ہوں
گُناہ تھا تو مزاجِ عاشقانہ کس لیے بخشا

◆◆◆

اگر گُمنام رہنے کی مجھے تلقین تھی یارَب
مِرے اظہار کو ذوقِ ترانہ کس لیے بخشا

◆◆◆

میرے جذبات جب دیتے ہیں پیغام بقا سب کو
مجھے ناقدرداں تُو نے زمانہ کس لیے بخشا

◆◆◆

زباں بندی کا میرے واسطے گر حُکم تھا نیرنگؔ
تو مجھ کو پھر مذاقِ شاعرانہ کس لیے بخشا

نیرنگؔ کے قطعات میں سماجی قدریں

نیرنگؔ سرحدی ایک اچھے شاعر کے ساتھ اچھے انسان بھی تھے، ان کی غزلوں، نظموں اور قطعوں میں سماج کے مسایل، انسانی حقوق، ذات اور مساوات کے مطالب جگہ جگہ بہت پُر اثر طریقے سے بیان کیے گئے ہیں۔ ہماری یہ تحریر مضمون کے اختصار کی وجہ سے صرف قطعات کا احاطہ کیے ہوئے ہے۔ نیرنگؔ خود تمام عمر مالی مشکلات سے دو چار رہے ہیں اس لیے ان کو غریبوں مزدوروں اور زحمت کشوں کے مسایل سمجھنے کے لیے زیادہ وقت نہ لگا۔

جلوۂ بَرقِ سَر طُور سے واقف ہوں میں
نہ سہی طور مگر نُور سے واقف ہوں میں
مجھ کو معلوم ہے حالِ غم مفلس نیرنگؔ
غم زدہ ہوں غمِ مزدور سے واقف ہوں میں

کبھی کہتے ہیں ؎

بارِ غمِ دوراں تو اُٹھاتے رہے نیرنگؔ
واللہ گرانی سے کمر ٹُوٹ گئی ہے

•••

نہیں مرنے والا تھا نیرنگؔ کسی سے
اُسے مارا ڈالا پریشانیوں نے

وہ ملک میں فرقہ واریت کے خلاف ہمیشہ پیش پیش رہے۔ بسملؔ سعیدی کے

شعر پر قطعہ تضمین کر کے کہتے ہیں۔

جس سے نہ بجھے تشنگی اے حضرتِ نیرنگؔ
اُس ساغرِ مئے کو کبھی ساغر نہیں کہتے
''کعبہ میں مسلماں کو بھی کہہ دیتے ہیں کافر
بُت خانہ میں کافر کو بھی کافر نہیں کہتے''

ذیل کے دو قطعات دیکھئے۔

وید میں ڈھونڈ نہ تو، اور نہ قرآن میں دیکھ
شکلِ اللہ جو چاہے تو وہ انسان میں دیکھ
ناصحا رندِ خرابات کی کچھ بات نہ کر
بڑھ کہ نادان ذرا اپنے گریبان میں دیکھ

•••

ہندو نہیں سمجھے ہیں مُسلماں نہیں سمجھے
صد حیف کہ وہ مقصدِ ایماں نہیں سمجھے
کیا اہلِ زمانہ سے میں واقف نہیں نیرنگؔ
اب تک بھی جو انسان کو انساں نہیں سمجھے

نیرنگؔ جس مقام پر مہاجرت کر کے فیملی کے ساتھ زندگی گزار رہے تھے وہاں کبھی پانی کی کمی، کبھی گندگی کی زیادتی، امیروں اور غریبوں میں فرق بڑھتا جا رہا تھا۔ امیروں کے پاس کپڑوں کی نمائش اور غریبوں کا کوئی پرسانِ حال نہ تھا۔ ایسے مشکل زمانے میں نیرنگؔ مقامی اخباروں میں اپنے قطعات چھپوا کر گورنمنٹ کے عہدیداروں کو اطلاع دیا کرتے تھے۔ یعنی یہ اُردو پرستار، یہ حسن و عشق کا شاعر سماج اور قوم کے مسایل اور ضروریات کو بھی اپنی شاعری میں دوآتشہ کر کے حتی المقدر کمی کو پورا کرواتا تھا۔

ہم چند منتخب قطعات کو یہاں نمونے کے طور پر نقل کر رہے ہیں۔ اس سے پتہ چلتا ہے کہ نیرنگؔ کی شاعری میں غمِ دوراں اور غمِ جاناں دونوں شریک ہیں اور یہی

مقصدی شاعری ہے۔

نوازش ہوگی سر بارِ گراں سے اُن کا ہو ہلکا
مزا آجائے اُس کوچے میں لگ جائے اگر نلکا

•••

غرض کچھ شاعری سے ہے نہ مقصد شعر خوانی سے
اگر مطلب ہے کچھ نیرنگؔ تو مطلب ہے پانی سے

•••

قایل عظمتِ خود ساز خدائی تو رہے
نہ ہو گر یہ بھی تو پھر شانِ گدائی تو رہے
کام کرنے کے مری جان بہت ہیں لیکن
ہم یہ چاہیں گے محلوں میں صفائی تو رہے

•••

آج کل گرمئی بازار فقط ہیں کپڑے
آدمیّت کے بھی آثار فقط ہیں کپڑے
کل تو اِنسان کا معیار تھا اخلاقِ بلند
آج انسان کا معیار فقط ہیں کپڑے

•••

بچّوں کو بلکتا ہوا دیکھا نہیں جاتا
یُوں جام چھلکتا ہوا دیکھا نہیں جاتا
گِر گِر کے سنبھلتا ہوا دیکھا نہیں جاتا
دِل غم سے اُبلتا ہُوا دیکھا نہیں جاتا

•••

گندم کی گرانی نے ہے انسان کو مارا
کپڑے کی گرانی سے ہے انسان بے چارا

اگر فنی طور پر ان قطعات کا تجزیہ کیا جائے تو نیرنگؔ کی کہنہ مشقی، قادر اللکلامی الفاظ پر قدرت، کے علاوہ تشبیہات، استعارات، تلمیحات اور چھوٹی اور متوسط بحر میں غنایت سے لبریز مصرعے مطلب کو صاف اور واضح طور پر آسان، سلیس رواں دواں زبان میں ایسے پیش کر دیتے تھے کہ آسانی کے ساتھ عامی اور عالم بلکہ دوسری زبانوں سے تعلق رکھنے والے باشندے بھی سُن کر محفوظ ہوتے ہیں۔ جہاں تک نیرنگؔ کے کلام کی ترسیل اور ابلاغ کا مسئلہ ہے وہ اس میدان کے شہسوار تھے۔ ان قطعات سے یہ بھی معلوم ہو رہا ہے رع: ''سارے جہاں کا درد انہی کے جگر میں ہے'' ایسی شاعری جس میں مخلوق کے حقوق کی وکالت کی جائے بڑی شاعری کی صف میں آتی ہے یقیناً یہاں ادب برائے ادب اور ادب برائے ہدف دونوں کی طرف اشارہ ہے۔

نیرنگؔ عالم تھے اور اس کے علاوہ ان کا اُردو اور فارسی شعرا کا مطالعہ اچھا تھا۔ اوپر بیان کیے گئے قطعوں کے پہلے اشعار دیکھئے کس قدر عمدہ اور معنی خیز ہیں ایسا لگتا ہے دریا کو کوزے میں بند کر دیا ہے۔

وید میں ڈھونڈ نہ تو، اور نہ قرآن میں دیکھ
شکلِ اللہ جو چاہے تو وہ انسان میں دیکھ

•••

جلوۂ بَرقِ سَرِ طُور سے واقف ہوں میں
نہ سہی طور مگر نُور سے واقف ہوں میں

•••

جس سے نہ بجھے تشنگی اے حضرتِ نیرنگؔ
اُس ساغرِ مئے کو کبھی ساغر نہیں کہتے

ان اشعار کی تشریح کے لیے دفتر درکار ہیں اسی لیے اس مضمون کے دفتر کو ہم یہاں بند کرتے ہیں۔

نیرنگؔ کی شاعری میں ریواڑی کا تذکرہ

ریواڑی کی اگر تاریخ لکھی جائے گی تو نندلال نیرنگؔ سرحدی کی شاعری اس کی زینت میں اضافہ کرے گی۔ہم جانتے ہیں نیرنگؔ اگر چہ خود مہاجر تھے لیکن انھوں نے ریواڑی میں ہر قسم کے رفاہ و بہبود کے کام بھی کیے۔کبھی گورنر سے ہندو اسکول کی توسیع کی پرزور سفارش کر رہے ہیں۔

ہاں ایک بات کی ہے گُزارش حضور میں
فرصت اگر مِلے تو کروں گا بیان آج

•••

موجود شہر میں ہے یہاں ہندو ہائی اسکول
شہرہ ہے جس کے علم کا وردِ زبان آج

•••

اِس مدرسہ میں ایک عمارت کی ہے کمی
لازم عطا ہو اُس کو زمین و مکان آج

یہاں یہ ذکر بھی بے جا نہیں کہ نیرنگؔ اشعار میں اپنا لہجہ اپنی زبان جو ادیبانہ ہے، استعمال کرتے ہیں وہ عوام کے لیے اپنی زبان کو ٹکسال باہر نہیں کرتے۔چناں چہ نیرنگؔ سرحدی کی سفارش پر اس اسکول میں اضافہ کیا گیا۔

افسوس اس بات کا ہے کہ نیرنگؔ کے نام پر اسکول یا کوئی ہال تو ایک طرف ان کی یاد میں ایک تصویر بھی اسکول کے دفتر میں موجود نہیں۔

نیرنگؔ کبھی ریواڑی کے عوام کی جانب سے پانی کے نل کی درخواست لکھتے ہیں اور فوری نل لگایا جاتا ہے۔ اس نظم ''ایک درخواست'' کے چند شعر سینے!

حدودِ شہر میں مُدت ہوئی ہے ہم بھی بستے ہیں
غضب یہ ہے کہ اِک اِک بوند پانی کو ترستے ہیں

♦♦♦

بہت ہی دور سے مٹکوں میں پانی بھر کے لاتے ہیں
بمشکل پیاس گھر والوں کی بیچارے بُجھاتے ہیں

♦♦♦

نوازش ہوگی سربارِ گراں سے اُن کا ہو ہلکا
مزا آجائے اُس کوچے میں لگ جائے اگر نلکا

♦♦♦

غرض کچھ شاعری سے ہے نہ مقصد شعر خوانی سے
اگر مطلب ہے کچھ نیرنگؔ تو مطلب ہے پانی سے

یہی نہیں بلکہ جب نل میں پانی کم ہو جاتا ہے تو میونسپلٹی کے عہدہ دار کو اس بارے میں ایسی نظم لکھتے ہیں جس میں طنز و مزاح اور شاعری کی جھلک بھی چھلکتی ہے۔ کچھ شعر اس گیارہ اشعار کی نظم سے سنیے!

اِک نل ہے محلّے میں بڑی شان تھی اُس سے
پانی سے تر و تازہ ہر اِک جان تھی اُس سے

♦♦♦

آتے تھے جہاں ساٹھ (۶۰) گھڑے چاہِ ذَقَن سے
آتے ہیں وہاں سات گھڑے غنچہ دہن سے

♦♦♦

ہو جاتا ہے یک لخت ہی پانی کا خسارا
دم توڑتا ہے ہچکیاں لے کے وہ بچارا

یوں قالب آبی ہی سے تاراج ہے نلکا
یعنی کسی تیمار کا محتاج ہے نلکا

•••

ہے اتنی گزارش کہ توجہ کوئی دم ہو
پانی کی مصیبت تو یہ فی الفور ہی کم ہو

ان اشعار سے پتہ چلتا ہے کہ نیرنگ کے پاس غمِ جاناں کے ساتھ غمِ دوراں فراوان تھا۔ کیا ریواڑی کے بسنے والے جانتے ہیں کہ نیرنگ نے اِس بستی کو بسانے کے لیے کیا کیا مشکلیں اُٹھایں۔

ریواڑی میں ایک اجاڑ میدان میں بوسیدہ پرانی دیوار تھی جس کے نیچے چھوٹے بچے جمع ہوکر کھیلتے تھے، نیرنگ جان رہے تھے کہ یہ دیوار ایک دن گر پڑے گی اوراس کے نیچے دب کر کئی بچے ہلاک ہو جائیں گے۔ نیرنگ حساس طبیعت کے حامل تھے۔شعر کہنا آسان نہیں بلکہ خون جگر پنیا ہے راتوں کو جاگنا ہے تا کہ دوسرے آرام سے سوسکیں۔ نیرنگ نے صرف حُسن وعشق کی غزلیں نہیں لکھیں بلکہ اپنی شاعری سے ایسے ایسے مثبت کام کیے کہ آج ہم ان کا احترام کے ساتھ نام لے رہے ہیں اوراحترام ایسا انعام ہے کہ جو کبھی تمام نہیں ہوتا۔ نیرنگ نے ایک نظم صدر میونسپل کمیٹی کو لکھی۔ پہلے صدر کو القاب اور عزت سے نواز کر یہ بتایا کہ اس میونسپل صدر کی وجہ سے شہر کی رونق بڑھی ہے۔شعر آپ بھی سُن لیں۔

کس اَوج پر پہنچی ہوئی ہے آج ریواڑی
اَے زینتِ شہر! آپ کی برکت یہ ہے ساری

•••

سڑکیں ہوئیں تعمیر نئی شان ہوئی ہے
سب آمد و رفت اِس لیے آسان ہوئی ہے

•••

خدمت میں گُزارش ہے یہ ادنیٰ سی مری بھی
ہو جائے جو یہ کام تو عزت ہے مری بھی

•••

دیوار ہے اِک خستہ جہاں گھر ہے ہمارا
گرنے کے سوا جس کے نہیں کوئی بھی چارا

•••

ہر شام وہاں لگتا ہے بچّوں کا ہی میلہ
نیچے ہے کھڑا کوئی تو اُوپر کوئی کھیلا

•••

زخمی ہو مسافر ہو کوئی اہلِ محلّہ
بھگوان کا بندہ ہو یا ہو بندۂ اللہ

•••

ہٹ جائے جو دیوار وہاں سے تو مزا ہو
جب شام کو گھر پہنچوں تو میدان صفا ہو

نیرنگؔ خود تنگ دست تھے غریبوں مزدوروں کسانوں اور مسکینوں کے درد سے واقف تھے۔ ایک طرف کام کی کمی اور دوسری روز بروز بڑھتی مہنگائی۔ ریواڑی کے مقامی اخباروں میں قطعوں اور نظموں کی صورت میں گرانی کے خلاف اور حکومت کے لوگوں کو بتانے کے لیے مسلسل لکھتے رہے۔

نیرنگؔ ایک فطری تخلیق کار اور اپنی صدی کے متحرک شاعر تھے۔ وہ اس خدا داد صلاحیت سے محروموں، ستم کشوں، مزدوروں کی نمایندگی کر رہے تھے۔ نیرنگؔ نے مسدّس کی ہیّت میں ایک نو بند یعنی ستائیس (27) اشعار کی نظم ''گرانی اور سرکار ہند'' کے عنوان سے لکھّی جو اِس طرز کی نظموں میں نمایاں حیثیت رکھتی ہے۔ ہم اس نظم کے چند مصرعوں کو چن کر پیش کرتے ہیں لیکن لطف تو جب ہے آپ پوری نظم کا

مطالعہ کریں۔

ع : اے سوزِ دِل و جاں کی کہانی تیرے صدقے

ع : اُٹھتی ہے جدھر آنکھ اُدھر دورِ خزاں ہے

ے : مہماں کی تواضع تو نہیں ہوتی زباں سے
جب پاس نہ ہو کچھ تو تواضع ہو کہاں سے

♦♦♦

ع : بچّوں کو بلکتا ہوا دیکھا نہیں جاتا

ع : اِس حال میں خاموش کوئی رہ نہیں سکتا

ع : محرومیٔ گندم نے ہے اِنسان کو مارا

ع : روٹی کا سوال آج ہر اِک وردِ زباں ہے

ع : مُفلس کا کوئی حامی بُجز یاس نہیں ہے

ع : مزدور ترستا ہے یہاں نانِ جَویں تک

♦♦♦

ے : آسکتا ہے جمہور میں اِک ایسا سماں بھی
کرسکتی ہے برباد غریبوں کی فغاں بھی

♦♦♦

ع : اِک آگ لگا سکتی ہے شاعر کی زباں بھی

سچ تو یہ ہے کہ سچے لفظوں میں روٹی کا مرثیہ ہے۔ اس نظم کا اُسلوب، اِس میں روانی اِس کی سلیس سادہ زبان یقیناً بھوک کی کہانی ہے جو ہم نے نیرنگؔ کی زبانی سنی جو دل تک اتر گئی۔ آج نیرنگؔ کو گزرے تقریباً پینتالیس پچاس سال ہو رہے لیکن ابھی دُنیا میں بھوک، برہنگی، بیماری، اور حق تلفی جاری ہے۔ اس لیے ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ نیرنگؔ کی شاعری اکیسویں صدی کے گلوبل ویلیج کو اُسی طرح سے متاثر کرسکتی جیسے اُن کے دور میں تھی۔

کلام نیرنگؔ میں وطن
کے خدمت گزاروں کا خیر مقدم

نیرنگؔ سرحدی ایک عمدہ شاعر ہونے کے ساتھ ساتھ ایک نفیس نستعلیق انسان بھی تھے۔ وہ اگرچہ تنہائی کو اجتماع اور خلوت کو جلوت پر ترجیح دیتے تھے لیکن وہ ایک ملنسار دل سوز ہمدرد دردمند شخصیت کے حامل تھے۔ اس لیے لوگوں کے دلوں میں جلد جگہ بنا لیتے تھے ایسی ہی ہستیوں کو ہم من موہنی شخصیت بھی کہتے ہیں۔ مہاجرت کے بعد ایک قدیم لیکن چھوٹے مقام پر ان کا قیام جہاں یہ بتاتا ہے کہ ایک طرف یہ ان لیڈروں، رہبروں، جنتا کے خدمت گزاروں کی تعریف میں شعر کہتے تھے تاکہ ان کی ترغیب اور ہمت عزت افزائی کے ساتھ ان کی شناخت اور تشہیر بھی ہو جائے جس سے عوام اور مقام سے ان شخصیتوں کا رشتہ بندھ جائے جن کا تذکرہ ہم اسی مضمون میں کریں گے۔ یہاں ہم اس نکتہ پر بھی روشنی ڈال رہے ہیں کہ یہاں درباری شاعروں کی مدح سرائی کا لہجہ اور موضوع نہیں بلکہ اچھے کام کرنے کا اعتراف اور صلہ ہے کیوں کہ احسان کا بدلہ احسان سے دُنیا شرافت اور عظمت کی علامت ہے۔ دوسری طرف نیرنگؔ سرحدی کی زندگی بحیثیت معلّم جو قوم کی آیندہ نسل کو تیار کرتا ہے اور علم و تربیت سے سماج کو اچھے لوگوں سے بھر دیتا ہے ان کے کیریر سے درخشاں ہے۔ نیرنگؔ عوام سے کئی رشتوں سے جڑے ہوئے تھے۔ وہ بظاہر صرف ایک معلّم اور شاعر تھے جس کی تخلیقات مقامی اخباروں، رسالوں اور جریدوں میں شائع ہوتے رہتے تھے، جو کبھی کبھار خود گھر پر شعری نشستیں

برگزار کرتے اور مشاعروں میں رونق افروز ہوتے لیکن اس کے ساتھ ساتھ عوام سے ان کے مسائل اور ان کی محرومیوں سے اپنا رشتہ جوڑے رہتے۔ چناں چہ کبھی ریواڑی میں پانی کے بندوبست کے لیے حکومت سے کہہ کر نل لگوا رہے ہیں، کبھی گلیوں، کوچوں بازار کی صفائی کی طرف توجہ دلوا رہے ہیں، کبھی بچوں کے کھیلنے کے میدانوں سے بوسیدہ دیواریں ہٹوا رہے ہیں اور کبھی گرانی کے خلاف کبھی مساوات محبت اخوت سے فرقہ وارانہ ذہنیت کو مٹا رہے ہیں۔ ان مطالب کو ان ہی کے شعروں میں آپ نے قطعوں میں سنا۔

ریواڑی کے ہندو ہائی اسکول کی نظم میں اس اسکول کو بڑا بنانے اور مزید کشادہ کرنے کی بات چیت کا سہرا انہی کے سر ہے۔ ریواڑی میں جو مرزا غالبؔ کا سو سالہ جشن منایا گیا وہ بھی انہی کوششوں سے ہوا۔ بعض بڑے مشاعرے جس میں ڈپٹی کمشنر بیدیؔ اور کئی نامور شاعروں نے شرکت کی اور جنھیں اُس زمانے میں دوردرشن سے نشر بھی کیا گیا۔ نیرنگؔ سرحدی کی بدولت تھا۔ یہاں اس بات کا بھی ذکر بھی ضروری ہے کہ نیرنگؔ سرحدی نے 13/ اکتوبر 1953ء کو بزم ادب کی بنیاد رکھّی جو آج بھی ٹورنٹو میں رجسٹرڈ نیرنگؔ سرحدی بزمِ ادب میموریل کی شکل میں موجود ہے۔

ان خدمات کے اعتراف میں ریواڑی کی ایک سڑک نیرنگؔ سرحدی کے نام پر ہے۔ یہ سچ ہے کہ ہریانہ اور بخصوص ریواڑی کی تاریخ نیرنگؔ سرحدی کے ذکر بغیر مکمل نہیں ہوسکتی۔

نیرنگؔ سرحدی نے ہر ایک ایسے واقعے یا شخصیت کو نظم کیا ہے جس سے ریواڑی کی ترقی، تعمیر اور اہمیت میں اضافہ ہوا۔ نیرنگؔ کی شاعری میں سکّے کے دونوں رخ دیکھ سکتے ہیں اور یہی صداقت بھی ہے۔ شاعر اپنے ایک شعر سے وہ تاثیر پیدا کر دیتا ہے، جو دوسرا شخص پوری کتاب لکھ کر بھی نہیں کرسکتا۔ تاریخ میں ایسے واقعات محفوظ ہیں کہ شاعروں کی شعلہ بیانی جنگوں کی فتح کا باعث ہوئی ہیں، ان کی وطن دوستی اور دیارِ عشق کی منظر کشی لوگوں کو اپنی طرف ایسے جذب کی ہوئی ہے جیسے مقناطیس سے لوہے کے ذرات۔

ریواڑی کی زمیں پر کب سیاہ بختی نہیں آتی
کبھی پانی نہیں آتا، کبھی بجلی نہیں آتی
ہماری آنکھ سے کس روز طوفانی نہیں آتی
مگر افسوس نل سے بوند پانی کی نہیں آتی
یہاں صدیوں سے اب تک صورتِ انسان باقی ہے
تعجب ہے کہ زندہ کس طرح سے جان باقی ہے

ریواڑی کو آج کی ترقی یافتہ ریواڑی بنانے میں جو اہم شخصیتوں نے زحمتیں برداشت کیں جن کی وجہ سے یہاں امن آسایش کا چلن ہے ان کو نذرانہ محبّت پیش کرنا انسان کی اعلیٰ قدروں میں شمار کیا جاتا ہے۔ ذیل کے بندوں میں نیرنگ کہیں تلا رام تو کہیں بائی جی کی تعریف کر رہے ہیں لیکن اِن کا محور اور مرکز راؤ بیریندر سنگھ ہی ہیں۔

تلا رام اِس زمیں کے صاحبِ اعجازِ عالم تھے
وہ اہل سیف تھے، جنگ آزما تھے، رازِ عالم تھے
وہ ہر ہنگِ اجل تھے، جنگجو، جانبازِ عالم تھے
وہ فخر خانداں، سرمایۂ صدِ نازِ عالم تھے
کیے ثابت بزرگوں کے چلن انگریز کے آگے
نہیں جھکنے دئے اہلِ وطن انگریز کے آگے

•••

فدائے ملک و ملّت بائی جی شانِ وطن بھی ہے
وہ ہمدردِ ضعیفاں اور نگہبانِ وطن ہے
یہ وہ دل ہے کہ جس میں جوش و ارمان وطن بھی ہے
اُسی کا مدح خواں نیرنگؔ سخندانِ وطن بھی ہے
گزاری عُمر جس نے خدمتِ اُردو زباں کرتے
گزر جائے گی باقی بھی یونہی آہ فغاں کرتے

یہاں کے رہنمائے ملک و ملت راؤ صاحب ہیں
یہاں کے آفتابِ علم و حکمت راؤ صاحب ہیں
یہاں کے جلوہ فرمائے وزارت راؤ صاحب ہیں
یہاں کے منبع بحرِ سخاوت راؤ صاحب ہیں

اگر خواہد دلش، قاروں کند ہر روستائے را
شہنشاہے بگر داند اگر خواہد، گدائے را

یہی نہیں بلکہ جب اہم لوگ جیسے گورنر صاحب، انسپکٹر صاحب، ڈپٹی کمشنر، وزیر تعلیم یا وہ قوم کی خدمت گزار جو ریواڑی کی خدمت گزاری کر کے واپس ہوتے ہیں تو ان کی تحسین اور آفرین بھی کر کے نیرنگؔ یہ بتاتے ہیں کہ زندہ قومیں ہمیشہ اپنے لیڈر، قاید، ہیروز اور جانبازوں کو یاد کر کے زندہ رہتی ہیں۔ نیرنگؔ نے ایک غزل کی ہیّت میں بارہ شعروں کی خوب صورت نظم ہریانہ کے گورنر سر چندولعل کی آمد پر ریواڑی میں لکھی جس میں انھوں نے گورنر کے اوصاف کا ذکر کر کے ریواڑی کے ہندو اسکول کی توسیع کی اپیل کی، جس کو گورنر نے قبول کیا۔ اس نظم کے کچھ شعر دیکھیے:

وارد ہوئے ہیں افسرِ اعلیٰ پنجاب کے
نازاں ہے جن کی ذات پر ہندوستان آج

◆◆◆

خوش خلق و خوش مزاج ہیں عقل و غیور میں
حاکم ہمارے سر پہ ہیں کیا مہربان آج

◆◆◆

ہے تجھ پہ ناز سب بجا سر چندولعل جی
صُوبے کی تجھ سے بڑھ گئی ہے آن بان آج

◆◆◆

ہاں ایک بات کی ہے گزارش حضور میں
فرصت اگر ملے تو کروں گا بیان آج

•••

موجود شہر میں ہے یہاں ہندو ہائی اسکول
شہرہ ہے جس کے علم کا وردِ زبان آج

•••

اِس مدرسہ میں ایک عمارت کی ہے کمی
لازم عطا ہو اُس کو زمین و مکان آج

ایک طرف ہندو اسکول کی توسیع کے بارے میں کہہ رہے ہیں تو دوسری طرف لڑکیوں کا کالج جو ریواڑی میں ہے جو ''راؤ بہال سنگھ صاحب کے نام سے منسوب ہے جو ان کی تعریف میں مسدس میں کہہ رہے ہیں۔ نیرنگ سرحدی چوں کہ اُردو فارسی تہذیب کے دلداہ ہیں اسی لیے ان ہستیوں کو مرحوم و مغفور کہہ کر معرفی کررہے ہیں۔ کچھ شعر آپ بھی سینے۔

طرب انگیز ہے کیسی یہ زمیں کالج کی
رُخِ محبوب سے بڑھ کر ہے جبیں کالج کی
دِل کشی حُور سے بڑھ کر ہے کہیں کالج کی
نظر آتی ہے ہر اِک چیز حسیں کالج کی
دِل خاموش سے خاموش سی فریاد آئی
یعنی اِک صاحبِ توقیر کی پھر یاد آئی

•••

اِس کی زینت میں اِسی شخص کا حصّہ ہے ضرور
ہو نہ ہو یہ اُسی بے باک کا قصّہ ہے ضرور

اسی ریواڑی میں اسکول میں وزیر تعلیم آتے ہیں تو کہتے ہیں۔

ناگاہ سکول علم کی خوشبو سے بھر گیا
ہے اِس لیے نسیم یہاں عِطر بار آج

◆◆◆

کرتے ہیں خیر مقدم عالی جناب ہم
انجام کار ختم ہوا اِنتظار آج

ڈپٹی کمشنر کی آمد پر کہتے ہیں۔

ترے تشریف لانے سے ہمیں ہے ناز قسمت پر
کہ مکتب کی زمیں اب رہ گئی ہے آسماں ہوکر

◆◆◆

بہت مدت کے بعد آخر بہارِ جانفزا آئی
زمینِ خار بھی اَب بن گئی باغِ جناں ہوکر

جب سردار بھائی شیر جنگ سنگھ اے ڈی ایم کی تبدیلی ہوئی تو پانچ بند مسدس میں خوب صورت نظم لکھی۔ہم یہاں اپنی بات ختم کرتے ہوئے ایک دو بند نقل کرتے ہیں۔

ایک ہی طرز چلتا ہے یہ قدرت کا نظام
ہے اگر کوچ کسی کا تو کسی کا ہے مقام
جانے والے تجھے صدبار ہمارا ہو سلام
ختم ہوتا ہے اِسی شعر پہ نیرنگ کا کلام
ہم کو بھی گلشنِ عالم سے چلے جانا ہے
فرق کچھ بھی نہیں یہ ایک ہی افسانہ ہے

◆◆◆

آشیاں بُلبُل گُلشن سے ہُوا ہے خالی
بُلبُلِ باغ ہی آئے گی چہکنے والی

باغ آباد ہو جس باغ کا تو ہو مالی
گُل فشاں نخلِ تمنا کی ہو ڈالی ڈالی

''تِرے ہی دَم سے رہے مرے وطن کی رونق
''جس طرح پھول سے ہوتی ہے چمن کی رونق''
(علاّمہ اقبالؔ)

نیرنگؔ سرحدی اور راؤ موہر سنگھ

ریواڑی کی تاریخی اور ثقافتی داستان طولانی ہے۔ یہاں چند گروہوں میں ہمیشہ مقابلہ اور چشمک رہی ہے جو آج بھارت بنّنے کے ستّر سال بعد بھی دیکھی سُنی اور بولی جاتی ہے۔ مگر یہ مقابلہ اور چشمک سب ریواڑی کو سجانے اور ترقی دینے کے مثبت راستوں کے لیے تھا۔ آزادی اور تقسیم ہند سے بھی پہلے انگریزوں کے خلاف ایک بڑی شخصیت ابھری جو راؤ موہر سنگھ تھے وہ درحقیقت بدھ پرہاوز کی بنیاد گزار تھے۔ بھارت بنّنے کے بعد راؤ موہر سنگھ ایم ایل اے کی عہدے پر 1957ء تک یعنی انتقال تک کام کرتے رہے۔ راؤ موہر سنگھ نے ریواڑی کی عوام کو سود کی رقم سے نجات دلانے کے لیے گرگانو میں پہلا کوآپریٹیو بینک کھولا۔ اس کے علاوہ کئی عمدہ اور سماجی کام اپنی تمام زندگی میں کرتے رہے۔ آج بھی ان گے نبیرے (Great Grand Son) راؤ نبیر سنگھ ایم ایل اے ہیں۔ نیرنگؔ سرحدی نے موہر سنگھ کے لیے چار مصرعے لکھّے جو پتھر میں کندہ ہیں۔

راؤ موہر سنگھ کے بُت سنگین کے نیچے
اہیر کالج میں بطورِ یادگار پتھر پر کندہ ہوا ہے۔

گُریزاں جن سے نیرنگِ وصفِ انسانی نہیں ہوتے
وہ چشمِ دَہر سے پنہاں بآسانی نہیں ہوتے
جو کارِ خیر میں قوم و وطن پر جان دیتے ہیں
وہ اِس دُنیائے فانی میں کبھی فانی نہیں ہوتے

نیرنگؔ سرحدی اور وزیر اعلیٰ ہریانہ راؤ بیریندر سنگھ

نیرنگؔ سرحدی کی شاعری کے آئینہ میں

اتنا تو ہمیں معلوم ہے کہ نیرنگؔ سرحدی اُردو کے عاشق اور قادر الکلام شاعر بھی تھے۔ وہ ہر وہ شخص جو اُردو کا محسن، مخدوم، مجاہد، اور پرستار ہوتا اس کے بھی مداح خواں ہو جاتے، چناں چہ ان کا کلام ایسے مدحت کے پھولوں سے گلدستہ بنا ہوا ہے۔ اس مدح خوانی میں درباری شعرا کی طرح کوئی ذاتی منفعت سے کام نہ تھا نہ اس سے شہرت اور انعام کی کوئی اُمید تھی بلکہ یہ محبّت کا آبشار تھا جو دل سے نکل کر دوسرے دل پر گرتا تھا۔ نیرنگؔ کے کلام کے مطالعے سے ہمیں یہ بھی پتہ چلتا ہے کہ وہ راؤ بیریندر سنگھ کے دلدادہ تھے اور جب تک نیرنگؔ زندہ رہے ان کو اشعار میں نذرانہ عقیدت پیش کرتے رہے۔ یہ شعری تحفہ کبھی قطعات کی شکل، کبھی غزل میں اور زیادہ تر نظموں میں نظر آتا ہے۔ نیرنگؔ زود گو شاعر تھے۔ ان کا زیادہ تر کلام جو محفوظ ہے اُس وقت بیریندر سنگھ ہریانہ کے چیف منسٹر تھے۔ اگر چہ کے بیریندر سنگھ کی سیاسی زندگی میں مختلف ادوار آئے لیکن ان کا رشتہ عوام سے کبھی منقطع نہیں ہوا۔

یہ بھی سچ ہے کہ نیرنگؔ سرحدی کا پورا کلام تو محفوظ نہ رہا لیکن جو موجود کلام ہے اس میں بیریندر سنگھ پر کم از کم تین قطعات اور چار نظمیں شامل ہیں۔ وزیر اعلیٰ ہریانہ راؤ بیریندر سنگھ کی تشریف آوری کا شکریہ یوں ادا کرتے ہیں۔

چھایا ہوا ہے ابرِ کرم کچھ نہ پوچھئے
سب مٹ گئے ہیں رنج و الم کچھ نہ پوچھئے

اُردو کو جو مقام ملا ہے تیرے طفیل
کتنے ہیں شاد اہلِ قلم کچھ نہ پوچھئے

شاعر نے استعاروں میں جو اہلِ قلم کو وزیرِاعلیٰ کے دفتر سے مدد ملی اس کا ذکر کر کے کہا کہ ان کے مادّی اور ادبی مشکلات کے مسایل حل ہو گئے۔ اس کے علاوہ ہریانہ اسٹیٹ میں جو اُردو کو مقام دیا گیا اس کا بھی ذکر اس قطعہ میں ہے۔

ایک اور قطعہ جس میں چیف منسٹر کی آمد کا ذکر ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ لوگوں کی اُمیدیں پھر پوری ہوں گی۔

چار سُو حسن کی ہے جلوہ گری آج کے دن
بند شیشے میں ہوئی آ کے پری آج کے دن
حاکمِ اعلیٰ کی آمد کی خبر ہے نیرنگؔ
شاخِ اُمید ہوئی اپنی ہری آج کے دن

نیرنگؔ کی شاعری کا یہ بھی کمال ہے کہ محاوروں میں جو جلد سمجھ میں آجائیں مضمون کو ایسے بند کر دیتے ہیں۔ جیسے ''شیشے میں پری'' اور جس کو دیکھ ''حسن کی نمائش'' اور شاخ اُمید پھر سے ہری ہو جاتی ہے۔

کبھی دو شعروں میں ان کا احسان بتانے کی کوشش کرتے ہیں۔

آمد سے تری آج گل و لالہ کھلے ہیں
کل تک تو یہاں پھول تھے کم خار زیادہ
تقدیر نے بخشا ہے ہمیں شرفِ ملاقات
احسان ترا ہم پہ ہے سرکار زیادہ

شاعر نے سادگی اور سلاست سے دل کی کیفیت گل و لالہ کے کھلنے سے جوڑ دی۔ یقیناً ایک شاعر کا چیف منسٹر سے ملاقات کا شرف حاصل کرنا بھی مقدر ہے۔ مصرعے چہارم میں اس احسان زیادہ کو بیان کر دیا ہے۔ یہاں اس بات کا بھی ذکر ضروری ہے کہ راجہ راؤ بیریندر سنگھ کے بیٹے راجہ راؤ اندرجیت سنگھ جو آج کل منسٹر آف

اسٹیٹ ہیں اور Statises اور دیگر پروگراموں کا اجرا کروانے کا قلمدان رکھتے ہیں۔ ریواڑی ہی میں پیدا ہوئے۔ وہ دہلی یونی ورسٹی کے ہندو کالج سے قانون کی ڈگری حاصل کی۔ وہ گرگانو سے لوک سبھا کے ممبر آف پارلیمنٹ بھی ہیں۔ خود بیریندر سنگھ نے ان کی سیاسی تربیت کی ہے۔ یہ خاندانی شرف جو عوام کی خدمت کے جذبے سے سرشار ہے ان کی رگوں میں خون بن کر دوڑ رہا ہے جس کی عمدہ مثال خود راؤ اندر جیت سنگھ کی بیٹی آرتھی سنگھ راؤ ہے۔ جب نیرنگ سرحدی کا انتقال ہوا اُس وقت راؤ اندر جیت سنگھ کی عمر تئیس (23) سال کے لگ بھگ تھی۔ جہاں تک راؤ بیریندر سنگھ کی سیاسی کشمکش اور جدوجہد کا مسئلہ ہے وہ 1954ء سے ایم ایل اے، پھر پنجاب گورنمنٹ میں وزیر رہے۔ اور اسپیکر بھی رہے مگر شرما صاحب کے بعد 1967ء میں وہ ہریانہ کے چیف منسٹر بنائے گئے۔ نیرنگ سرحدی نے بیریندر سنگھ کے چیف منسٹر بنے پر خوب صورت نظم لکھی ہے۔ یہی نہیں بلکہ دو تین اور نظمیں لکھیں جن کے عنوانات اور مطلع کے مصرعے یہ ہیں۔

- فدائے ہریانہ جناب راؤ بیریندر سنگھ کا عہد زرین

  ع : آنکھوں میں ہے شادابیٔ گلزار زیادہ

- شیدائے ملک وملّت وفخر خاندان راؤ بیریندر سنگھ صاحب
  (سابق وزیر اعلیٰ ہریانہ)

  ع : اے ضیائے ملک تنویر وطن

- ندائے ہریانہ

  ع : ہمیں جس روز سے حاصل ہوا انعام ہریانہ

- اعلان فتح انتخاب/محبوب ہریانہ اپنے حریف سے ووٹوں کی کثیر التعداد سے کامیاب ہوئے۔

فدائے ہریانہ راؤ بیریندر سنگھ کا عہد زرین چودہ شعر کی نظم ہے جو مردّف ہے۔ ''زیادہ'' کی ردیف نے اس میں خوب صورتی اور غنایت زیادہ کر دی ہے۔ مضمون

مدحیہ ہے، زمین گلستانی ہے۔ شعروں میں صنعت تکرار، (گلزار-گلزار) صنعت اشتقاق (گلزار-گلریز- گلبار) صنعت مراعات النظیر (شاخ- خار-نخل- گلبار- مغیلاں)، (مسیحا- شفا-تن- بیمار) صنعت تضاد (خاموش- گفتار) (مسرت-غم- رنج) شاعری کا کمال یہ بھی ہے کہ قافیے کو ردیف میں اس طرح بٹھا دیا ہے کہ ردیف کا احساس جداگانہ محسوس نہیں ہوتا۔ کچھ شعر یہاں درج کیے جاتے ہیں۔

آنکھوں میں ہے شادابیِ گُلزار زیادہ
گُلزار میں گُلریز ہیں اشجار زیادہ

ہر شاخِ مغیلاں ہے نِگوں خار زیادہ
ہر نخل بر و مند ہے گُل بار زیادہ

راس آئیں گی اب سب کو مسرت کی فضایں
ہوں گے نہ غم و رنج کے انبار زیادہ

خاموش زباں پُھول بھی ہوں گے نہ چمن میں
شاید گُل و بُلبل میں ہو تکرار زیادہ

اب کشتِ گُل و لالہ میں کھٹکا ہو تو کیسے
آغوشِ چمن میں نہیں جب خار زیادہ

منزل پہ رسائی کا یقیں ہو تو چلا ہے
جب آ ہی گئی قوّتِ رفتار زیادہ

ایامِ گُزشتہ میں سُنی کس نے ہماری
کہنے کو تو کہتے رہے ہر بار زیادہ

سُنتے ہیں مسیحا کی ہے آمد کی خبر آج
پائے گا شِفا ہرتنِ بیمار زیادہ

ہے مجھ کو تعجب مِری خاموشِ زباں میں
کیوں آنے لگی طاقتِ گفتار زیادہ

مُمکن ہے رسائی کے لیے حضرتِ نیرنگؔ
بن جائیں وسیلہ مِرے اشعار زیادہ

نیرنگؔ نے بیریندر سنگھ کی کامیابی اور حریف کی شکست پر خوب صورت نظم اٹھارہ اشعار کی کہی ہے اس میں ایک خوب صورت شعر مولانا ظفر علی خان کا بھی تضمین کیا گیا ہے۔ چوں کہ نظم سہل اور بہت خوب صورت طرز میں لکھی گئی ہے، ہم مضمون کی طوالت کا خیال رکھتے ہوئے بغیر کسی تبصرے کے اس کے بند پیش کرتے ہیں۔

اِعلانِ فتحِ اِنتخاب

(محبوبِ ہریانہ اپنے حریف سے ووٹوں کی کثیر التعداد سے کامیاب ہوئے)

اَے آفتابِ حُسن، اَے رشکِ مہِ مبیں
اَے فخرِ قوم، نازشِ اقبال و حشم و دیں
دُشمن کی لاکھ کوششوں کے باوجود بھی
آئی ہے تیری شان میں ہرگز کمی نہیں

ہم کو تو اِنتخاب سے پہلے بھی تھا یقیں
ہوگا تو کامیاب بصد شان و آفریں
اِس بات کا ثبوت زمانے نے دے دیا
تیرے سِوا ہمارا کوئی رہنما نہیں

♦♦♦

اَے رشکِ نوبہار، بہارِ چمن ہے تُو
اِس سر زمینِ خار میں مُشک ختن ہے تُو
اَب ہوگیا ہے اہلِ زمانہ پہ منکشف
دراصل اِس زمیں کا فدائے وطن ہے تُو

♦♦♦

دانشوری میں آپ کی کس کو کلام ہے
اہلِ نظر میں آپ کا نقشِ دوام ہے
سب جلنے والے آتشِ دوزخ میں جل گئے
عَرشِ بَریں سے آپ کا اُونچا مقام ہے

♦♦♦

دُشمن سے دِل کا داغ دِکھایا نہ جائے گا
تازِیست اُس سے ہوش میں آیا نہ جائے گا
''نُورِ خدا ہے کُفر کی حرکت پہ خندہ زن
پھُونکوں سے یہ چراغ بُجھایا نہ جائے گا''
(مولانا ظفر علی خاں)

تو صاحبِ شعور ہے دانائے راز ہے
تیری زمیں کو تیری وزارت پہ ناز ہے
نیرنگؔ سُنا ہے اہلِ سیاست سے اِس قدر
شاعر نہیں ہے تو مگر شاعر نواز ہے

◆◆◆

کچھ مے کشوں کے حال کی، جاں کی بھی فکر کر
رنگِ بہار، دیکھ خزاں کی بھی فکر کر
نیرنگؔ کی بات جانِ برادر قبول ہو
اہلِ زباں کے بعد، زباں کی بھی فکر کر

نیرنگؔ سرحدی نے بیریندر سنگھ کے کارناموں پر ایک غزل کی ہیّت میں چودہ (14) شعر کی مردّف نظم لکھی جس کے عنوان میں وزیرِاعلیٰ کو شیدائے ملک اور ملّت اور فخرِ خاندان سے خطاب کیا۔ ہم جانتے ہیں یہ فخر آج بھی ستّر اسّی سال سے اس خاندان میں جاری اور ساری ہے۔ چناں چہ اب ان کی دوسری تیسری پیڑی بھی سیاست اور سماجی کاموں میں نظر آتی ہے، جس کی زندہ مثال ان کے فرزند منسٹر اندرجیت سنگھ اور ان کی پوتی آرتھی سنگھ ہیں۔

مطلع دیکھئے: اَے ضیائے فلک! تنویرِ وطن
اَے فِدائے قوم، اَے میرِ وطن
شانِ ہریانہ و توقیرِ وطن
رہنما تو ہم ہیں رہ گیرِ وطن

یعنی بیریندر سنگھ کی وجہ سے ملک میں روشنی ہریانہ کی عزت اور شان ہے۔ یہاں کی عوام اس پر فخر کرتے ہیں کہ بیریندر سنگھ جیسا رہبر انھیں ملا ہے جس نے ملک کی تقدیر بدل دی اور اس کو فردوسِ بریں بنادے گا۔ شاعر کہتا ہے، یہاں کے باسیوں میں خدمت کا شوق بڑھا دے اور علم اور دانش کی فراوانی کی وجہ سے ہر جوان کو ایک

مدّ بر بزرگ کردے۔ مطالب کو ذیل کے مصروں میں سُنیے۔

سنتے آئے ہیں ثنا فردوس کی
کھینچ دے ویسی ہی تصویرِ وطن

•••

موجزن دریائے دانش ہو یہاں
ہر جواں آئے نظر پیرِ وطن

عوام کو معلوم ہے کہ بیریندر سنگھ کے دور میں ہریانہ میں تعلیمی، تعمیری اور رفاہی کام بہت ہوئے۔ لوگوں کی معاشی حالت بہتر ہوئی اور عوام سے غریبی، مفلسی، جہالت دور ہوئی۔ یہ سب اس عظیم رہنما کی بدولت اس لیے بھی ہوا کہ وہ ایک سلجھے ہوئے مدّ بر تھے۔ اسی لیے کہتے کہ یہ ترقی آگے بڑھتی رہے اور رکنے نہ پائے۔

ختم ہونے دے نہ حدِ ارتقا
بڑھتی جائے اور تدبیرِ وطن

اور اسی تدبیر سے تقدیرِ وطن بدل سکتی ہے۔

ہے مسلط تجھ پہ تحریرِ وطن
تجھ سے وابستہ ہے تقدیرِ وطن

ہریانہ کی زمین اکسیر اور کشمیر بنانے میں بیریندر سنگھ کی خدمات کا اعتراف بھی کیا ہے۔

نیرنگؔ لکھتے ہیں:

تیری برکت کی بدولت ہے کہ آج
اِس کا ہر ذرّہ ہے اکسیر وطن

•••

ہے بہرسُو نہر عشرت کی رواں
ہے نشاط انگیز کشمیرِ وطن

نیرنگؔ سرحدی اُردو کے باغ کو پھولا پھلا دیکھنا چاہتے تھے اور وہ جانتے تھے کہ اس باغ کی عظمت اس کے شاعروں، ادیبوں، تخلیق نگاروں اور معلّموں سے ہے اسی لیے ہمیشہ گورنمنٹ کو ان کی تنگ دستی اور پریشانیوں کو دور کروانے کے لیے ہر قسم کا تعین ضروری سمجھتے تھے۔ وہ جانتے تھے کہ بیریندر سنگھ اُردو کے حامی ہیں، اسی لیے اس نظم کے آخر میں ان کی عظمت اور ان کی وجہ سے ملک کی عزت اور شان بان اور پہچان کا ذکر کر کے کہتے ہیں۔

شاعرانِ قوم پر بھی ہو نظر
یہ ہوا کرتے ہیں جاگیرِ وطن

شاعر کو وطن کی جاگیر کہنا عمدہ اور نیا مضمون ہے۔ دونوں مصرعوں کو صاف اور سلیس زبان میں دلیل کے ساتھ پیش کیا ہے۔

بیریندر سنگھ کیوں کہ چیف منسٹر تھے اور ہر رفاہی اور ثقافتی کام کی مہار ان کے ہاتھ میں تھی۔ اسی لیے کہتے ہیں۔

ہاتھ میں ہے تیرے دولت کی عناں
تو بدل سکتا ہے تقدیرِ وطن

شاعر اس پوری نظم میں وزیراعلیٰ کی شخصیت، ان کے کارنامے، قیادت اور رہبری کا عمدہ ذکر کر کے کیوں نہ فخر و ناز کرے۔ اسی لیے تو مقطع میں کہتے ہیں۔

ناز خطبہ ہو تجھے نیرنگؔ بجا
شاعری تیری ہے تشہیر وطن

مثنوی ساوتری کا مختصر تجزیہ

شاعر خوش نوا انند لال نیرنگ نے اُردو شاعری میں داستان ساوتری کو مثنوی کی شکل میں لکھ کر اُردو پرستاروں کو اس عمدہ فکری، تجلیاتی حکایت کی طرف متوجہ کیا ہے۔ اگر چہ بعض اُردو شاعروں نے کچھ اشارے ضرور کیے ہیں لیکن جگر بریلوی متوفی 1975ء نے پورا ایک کتابچہ ''پیامِ ساوتری'' کے نام سے شائع کر دیا ہے۔ نیرنگ چوں کہ اُردو، فارسی، ہندی کے علاوہ انگریزی اور سنسکرت سے بھی واقف تھے، اس لیے انھوں نے یہ ترجمہ سلیس اشعار میں مثنوی کی ہیئت سے (96) شعروں میں کیا۔ یہاں اس بات کی توضیح بھی ضروری ہے کہ یہ حکایت مہابھارت جو سنسکرت میں مذہبی عقیدتی رزمیہ کتاب سے لی گئی ہے۔ اس نظم کو شری اروبندو نے فری ورس کے چوبیس ہزار مصرعوں میں انگریزی میں لکھا تھا۔ شری اروبندو بیسویں صدی کی پہلی چار دہائیوں میں یہ مثنوی تصنیف کر رہے تھے۔ ساوتری کو اروبندو نے پہلے تین حصوں میں تقسیم کر کے اس رزمیہ نظم کو بارہ کتابوں میں رقم کیا۔ پھر ہر کتاب کو آہنگ یا نغموں یا قطعوں میں یا Canto میں بیان کیا۔ اس آہنگ کے بھی مزید سکشن بنائے گئے، جو ہر مضمون اور مطلب کے اعتبار سے جدا ہے۔ اگر چہ ساوتری اساطیری حکایات میں شامل ہے لیکن اس کی عظمت اور اہمیت اِس لیے بھی ہے کہ اس میں ذات، کائنات، جہان، آنسوی جہاں، جسم و روح کے ساتھ موت کی بالیدہ اور گہری باتیں بھی ہیں۔ اروبندو نے آتما، پرماتما، درد و رنج زندگی، روح کی تربیت اور ترقی اور فنا سے بقا کی تلاش کو عمدہ طریقے سے بیان کیا ہے جس سے انسان کا معبود سے رشتہ اور معبود کی

صفات کا حامل ہونا شامل ہے۔

نیرنگؔ سرحدی نے زیادہ تر توجہ اِس داستان کے اساطیری اور واقعاتی مسایل پر دے کر بعض مصرعوں میں فکر اور سوچ کی بلندیوں کی طرف اشارہ کیا ہے۔ یہاں مثنوی چھوٹی بحر میں نغمگی سے سرشار ہے۔ بیان صاف سلیس شگفتہ اور عام فہم ہے۔ داستان میں جو تسلسل ہوتا ہے جو اُس کی جان اور اہمیت کا حامل رہتا ہے وہ لطفِ بیان پوری مثنوی میں نظر آتا ہے۔

مثنوی کی تمہید میں اُردو، فارسی، ہندی اور سنسکرت کے الفاظ کا سنگم ملاحظہ کیجیے۔عہدِ سلف (پرانا زمانہ)، نیک فرجام (نیک انجام)، مہ لقا (چاند کا ٹکڑا)، ہون کی پوتر (عزت کی پاک)، ساوتری کا راگ (بلند فکری کا نغمہ)

یہ عہدِ سلف کی ہے اِک داستاں
کہ تھا وارثِ تختِ ہندوستاں
نِکو سیرت و نیک فرجام تھا
ہر اِک طرح کا اُس کو آرام تھا

•••

طبیعت میں تھا جوہرِ راستی
اسے لوگ کہتے تھے اشواپتی
وہ بے لوث پاک اور معصوم تھا
مگر حقِ پدری سے محروم تھا

•••

عبادت میں مصروف رہتا تھا وہ
خُدا سے دِلی راز کہتا تھا وہ
ہَون کی پوتر جلاتا تھا آگ
وہ گاتا تھا اُس پہ ساوتری کا راگ

•••

اچانک اُس آتش سے اِک مَہ لِقا
نظر آئی راجہ کو اور یہ کہا،
تجھے حق سے بخشی گئی برتری
ترے گھر میں آئے گی ساوتری

•••

جو ہوگی ترے گھر کا روشن دیا
وہ پھیلائے گی چار جانب ضیاء
یہی تھا دُعاؤں کا اس کی اثر
کہ لڑکی سے روشن ہوا اُس کا گھر

اُردو میں جو مثنویاں لکھی گئی ہیں وہ نرم لہجہ اور روانی میں بے مثال ہیں۔ یہ مثنوی بھی اُسی زمرے میں شامل ہوتی ہے۔ شاعر کو زبان اور بیان پر قدرت حاصل ہے۔ اشعار کی روانی بہتا ہوا پانی کے مانند ہے جو بڑی شاعری کی نشانی ہے۔

سراپا نگاری جس کو سکھ نکھ بھی کہتے ہیں شاعر نے بہت ہی اچھے طریقے سے صورت سیرت اور اخلاق کو ساوتری کے پیکر میں اُتار دیا۔

وہ تھی خُوبرو اور تنومند بھی
وہ دُختر تھی کاہے کو فرزند تھی
تھی پاک اور منزہ خیالات میں
لیاقت، شرافت، عبادات میں

•••

وہ روشن دماغ اور بے باک تھی
ہر اک بات میں چُست و چالاک تھی
شگفتہ تھا دِل اُس کے ماں باپ کا
نہ تھا اس میں ذرّہ کوئی پاپ کا

تمام خوبیاں اور اوصاف حمیدہ بڑی خوبی کے ساتھ شاعر نے چار شعروں میں مثنوی کے بیان کر کے یہ لکھا کہ راجہ اور رانی کو بیٹی کی شادی کی فکر ہوئی تو ساوتری نے کہا کہ پہلے مقدس مقامات پر جائے گی، چناں چہ وہ جنگلوں سے جب گزر رہی تھی تو اُس نے ایک خوب صورت جوان دیکھا اور اس کی عاشق ہوگئی۔ ساوتری کے عاشق کا نام ست وان تھا۔ جب وہ گھر واپس ہوئی اور والدین کو ست وان سے شادی کرنے کا ارادہ بتائی تو جو نجومی نار درشی محل میں تھا اُس نے بتایا کہ ست وان ایک سال میں مر جائے گا لیکن ساوتری نے کہا میں بہر حال اس کی بیوی ہوں۔

ساوتری نے سُن کر کہا اے پتا
جو ہونا تھا مجھ سے وہی ہوگیا
میں جو کرچکی ہوں رہے گا وہی
میں پتنی ہوں اس کی وہ میرا پتی

بہر حال شادی کی رسومات ہوگئیں۔ دولہے کا باپ اندھا تھا جنگلوں میں زندگی بسر کر رہا تھا۔ ساوتری اور ست وان میاں بیوی کی زندگی گزار رہے تھے کہ وہ وقت آ گیا کہ موت کا فرشتہ ست وان کی روح قبض کرنے آ گیا۔

شاعر نے جو موت کے فرشتے کا حلیہ لکھا ہے دلچسپ ہے۔

ساوتری نے دیکھا جو سر کو اُٹھا
سیہ مَرد اِک پاس ہی تھا کھڑا
بڑی اس کی مونچھیں بڑے سر کے بال
گھنی اُس کی داڑھی تھی منہ اُس کا لال

◆◆◆

جو دیکھا اُسے تو وہ گھبرا گئی
کہ ہے موت کا دیوتا واقعی

کہا اُس فرشتے نے ساوتری
اسے چھوڑ دے جو نہیں شے تری

ساوتری نے پہلے منت سماجت کی کہ وہ شوہر کی روح کو قبض نہ کرے لیکن فرشتہ مجبور تھا، وہ اس کی روح لے کر چلا لیکن ساوتری بھی اس کے پیچھے پیچھے جاتی رہی۔ فرشتے نے کہا! دوسری تیسری کوئی خواہش ہے۔ ساوتری نے کہا، میرے خسر کو بنیائی دے دے، فرشتے نے بنیائی لوٹا دی، لیکن وہ ست وان کی روح اس کے بدن میں نہیں کرر ہا تھا۔ ساوتری نے کہا، میرا گھر پوتوں سے بھرا رہے فرشتے نے منظور کرلیا تو ساوتری نے کہا، بغیر باپ کے بچے کیسے پیدا ہوں گے۔ آخر میں شاعر نے ساوتری کی نظم کو یوں تمام کیا ہے۔

فرشتہ یہ سُنتے ہی گھبرا گیا
ساوتری کو ست وان واپس مِلا

•••

اک آواز چاروں طرف سے اُٹھی
کہ جے ہو سَدا تیری ساوتری
چلی پھر ہوا ہوکے آئی وہاں
کہ تھی لاش مُردہ پتی کی جہاں

•••

قریب اس کے آئی جگایا اسے
جو گُزرا تھا سچ سچ بتایا اُسے
ابھی پھر رہا تھا میں اَفلاک پر
جو اُٹھا تو دیکھا کہ ہوں خاک پر

•••

چلی ساتھ لے کر وہ ست وان کو
کیا یاد دونوں نے بھگوان کو

جیسا کہ ہم نے لکھا ہے یہ انگریزی سے اُردو میں ترجمہ ہے۔ شری اروبندو نے چوبیس ہزار اشعار جو بارہ کتابوں میں تقسیم ہوئے، بڑے تفصیل سے لکھا ہے۔ نیرنگؔ نے اس کی فکری، عقیدتی، فلسفیانہ مطالب کو اس لیے نظم نہیں کیا کہ یہ مطالب ہزاروں اشعار کے متقاضی ہیں۔ اس نظم سے ہمیں یہ روشنی ملتی ہے کہ ہم اس طویل نظم کو انگریزی میں پڑھیں اور اُس کے پیام سے زندگی کی ابدی کیفیات اور محبت و خوشی کو دُنیا میں پھیلائیں۔ ساوتری کی فلک پر سیر اور رشیوں اوتاروں اور مہا آتماؤں سے ملاقات اور ان سے عزم استقلال اور بیداری قلب کا حامل کرنا انسانیت کی معراج بتایا گیا ہے جس سے انسان امر ہو جاتا ہے اور اس کا وجود معبود میں حل ہو کر بقا کا حصّہ ہو جاتا ہے۔

نیرنگؔ کے قطعات میں اخلاق سازی

قطعہ اُردو شاعری کی وہ صنف ہے جس میں عموماً ایک مضمون یا ایک واقعہ کو قصیدہ یا غزل کی عروضی ترکیب میں لکھتے ہیں۔ مطلع کے علاوہ عموماً قطعہ میں کم از کم چار شعر ہوتے ہیں۔ مگر دو شعر کا بھی قطعہ ہوسکتا ہے قطعہ کی جمع قطعات ہے۔ اگرچہ قطع کی زیادہ اشعار پر پابندی نہیں۔ ایک عمدہ کامیاب کہنہ مشق شاعر اُس وقت قطعہ لکھتا ہے جب اُسے شعری مضمون میں ایک کیفیت، احساس، جذبہ، واقعہ، مسایل خارجی یا داخلی منظوم کرنا ہوتا ہے اس لیے قطعات میں موضوعات کی فراوانی اور مطالب کی بوقلمونی ہوتی ہے۔ قطعہ کسی بھی بحر میں ردیف کے ساتھ یا ردیف کے بغیر لکھا جاسکتا ہے۔ شاعروں کی یہ بھی کوششیں رہتی ہے کہ قطعے میں قصیدے یا غزل کا طمطراق اور رنگ نہ آجائے۔ اُردو کے دورِ قدیم میں اس صنف پر بہت کم لکھا گیا، لیکن زمانے کے ساتھ ساتھ اس کا استعمال بڑھتا گیا۔ خصوصاً جب سے صحافت اور قطعے کا رشتہ جڑا ہے ہر طرف عمدہ قطعہ نگاری ہورہی ہے اور عموماً قطعات میں اشعار کی تعداد بھی کم ہوتی ہے۔ دورِ قدیم سے تاریخی قطعات لکھنے کا عمل جاری ہے جس میں حروف کے اعداد سے تاریخ نکالی جاتی ہے۔ اس مختصر تمہید کے بعد جب ہم نند لال نیرنگؔ کی شاعری میں قطعات پر نظر ڈالتے ہیں تو ہمیں پتہ چلتا ہے کہ وہ ایک کامیاب قطعہ نگار ہیں جن کے قطعات کی تعداد تقریباً (180) کے قریب ہے۔ نیرنگؔ نے کچھ قطعات فارسی میں بھی لکھے ہیں۔ عموماً ان کے قطعات میں دو شعر ہوتے ہیں۔ موضوعات اور مطالب کی فراوانی قطعات میں نظر آتی ہے۔ بعض قطعات کو پڑھنے

سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ شاعر نے رباعی کی طرح قطعہ میں بھی دوسرا شعر یا آخری مصرعہ مضمون کی معنی آفرینی یا شعری بالیدگی پر ختم کیا ہے۔ شاعر ماحول اور سماج کے مسایل سے الگ نہیں رہ سکتا، بخصوص ایسا شاعر جس کی شاعری کا مقصد اور محور حقوق بشر جس میں مساوات، اخوت، احترام اور عزتِ نفس سے زندگی گزارنے کا مشورہ اور عمل کی تاکید کا ذکر ہو۔

ہم نیرنگ کے قطعات کو ادبی، علمی، تہذیبی، سماجی، سیاسی، آزادی اور شخصی مضامین اور مطالب کے تحت تقسیم کر سکتے ہیں۔ یہاں اس بات کا ذکر بھی ضروری ہے کہ نیرنگ کے قطعات اُردو اور ہندی کے بعض روز ناموں اور رسالوں میں چھپتے تھے اور قطعات سے ان کی شناخت اور شہرت بھی تھی۔ اکیسویں صدی کے ہمارے گلوبل ویلیج میں اُردو شاعروں اور اُردو پرستاروں کی نظریں قطعات، نظمیں اور غزلیات پر ہی ہیں۔ نیرنگ قطعہ نگاری کے کامیاب شاعر اس لیے بھی ہیں کہ وہ اختصار کے رموز سے آشنا اور فن کے گُر سے واقف تھے اسی لیے وہ چار مصرعوں میں وہ بات کہہ دیتے تھے جو دوسرا شاعر پوری نظم میں بھی نہیں کہہ پاتا۔ نیرنگ کے قطعات کی مضمون آفرینی سے متاثر ہو کر انھیں ریواڑی میں کسی بھی معتبر شخصیت کے استقبال میں مدعو کر کے خیر مقدم کے اشعار پڑھوائے جاتے، یہی نہیں بلکہ ان کے یہ جاویدانہ مصرعے ذہنوں کے علاوہ پتھروں پر کندہ کروائے جاتے جس کی زندہ مثال موہر سنگھ کے مجسّمے کے نیچے انگریزی اشعار کے ساتھ ان کے اُردو اشعار آج بھی موجود ہیں۔

قطعات کے لیے نیرنگ نے اُسی معیار، لہجے، اور سادگی وطمطراق کے الفاظ استعمال کیے ہیں، جس سے مضمون کی ترسیل اور اس کے سمجھنے میں آسانی ہو۔ عموماً قطعات کی زبان عامیانہ اور صادقانہ ہوتی ہے۔

یہ بات ٹھیک ہے کہ نیرنگ کوئی فلسفیانہ یا کسی خاص نظریہ کی پرچار کے آدمی نہ تھے وہ اپنے قطعات سے عوامی درد کو دور کرنے کا ہنر جانتے تھے، وہ نفسیات سے

واقف تھے۔ درد، تحمل، غربت، مہاجرت، تنگ دستی، تعصب، فرقہ واریت اور حق و حقوق سے محرومی وغیرہ چوں کہ خود پر گزری ہوئی تھی اس لیے اس کی ترجمانی دل کی گہرائیوں سے کرتے تھے۔ نیرنگؔ نے خود یہ زہر کا جام پیا تھا اسی لیے اِس کی تلخی اور دردناک تاثیر ان کے مصرعوں سے ظاہر ہے۔

انسان جو حیوانِ ناطق ہے وہ اخلاق اور کردار کی بدولت ہی انسان کہلانے کا مستحق ہے۔ ذیل میں چند اخلاقی قطعات مزید کسی تفصیل کے پیش کرتے ہیں۔

جس سے نہ بجھے تشنگی اے حضرتِ نیرنگؔ
اُس ساغرِ مئے کو کبھی ساغر نہیں کہتے
''کعبہ میں مسلمان کو بھی کہہ دیتے ہیں کافر
بُت خانہ میں کافر کو بھی کافر نہیں کہتے''

•••

زِندگی کو حُباب کہتے ہیں
اور زمانے کو خواب کہتے ہیں
اپنی شہرت کے واسطے نیرنگؔ
ہم ہر اِک کو خراب کہتے ہیں

•••

وید میں ڈھونڈ نہ تو، اور نہ قرآن میں دیکھ
شکلِ اللہ، جو چاہے تو، وہ انسان میں دیکھ
ناصحا رندِ خرابات کی کچھ بات نہ کر
بڑھ کہ نادان ذرا اپنے گریبان میں دیکھ

•••

تعلیم کی کمی ہے نہ اسباق کی کمی
ہم میں نہیں ہے شہرتِ آفاق کی کمی

یوں تو ہر اِک چیز ہے ہندوستان میں
لیکن کوئی کمی ہے تو اَخلاق کی کمی

آج کی شعری تفہیم کی ضرورت یہ بھی ہے کہ اُسے زمان اور مکان کے تقاضوں کے تحت اور پھران تقاضوں کے علاوہ بھی اس کی معنی آفرینی اورضرورت کے احساس پر بھی روشنی ڈال کر کی جائے۔ دُنیا سکڑ رہی ہے۔ نبی آدم اگر چہ ایک دوسرے سے مکانی فاصلہ رکھتے ہیں، لیکن کبھی ملے ہوئے رہتے ہیں اور کبھی فاصلہ نہ ہونے کے باوجود جدا رہتے ہیں اس لیے ہمیں ایک دوسرے کو جاننے اور سمجھنے کی ضرورت ہے اور شاعروں کے کلام کا ترجمہ اور ترجمانی اس دور کی اہم ضرورتوں میں شامل ہے۔ اسی لیے شاید بزمِ ادب سرحدی میموریل کے منصوبوں میں اس شاعر کی آفاقی انسانی اور عالمی پیغام کو دوسری قوموں اور زبانوں میں ترجمہ کرکے پہنچانے کا کام بھی شامل ہے۔شاعر نے ہندوستان میں اخلاق کی کمی کا گِلہ کیا ہے۔ جو بہت صحیح ہے لیکن یہ بیماری ساری دُنیا میں پھیلی ہوئی ہے اور اس کے نفسیاتی علاج میں شاعری موثر ہوسکتی ہے اور یہاں جاکر شاعری پیمبری کہلاتی ہے۔ ناقدری اور انسان کی قدر و منزلت کا خسارہ قدیم مسئلہ ہے۔ جیسے کہ نیرنگؔ نے ان قطعات میں لکھا ہے۔

زندگانی میں کئی دَور بدلتے دیکھے
دیکھے بدلے ہوئے کچھ اور بدلتے دیکھے
رنگِ تقدیر بدلنے لگا جسدم نیرنگؔ
یار و احباب بھی فی الفور بدلتے دیکھے

•••

افسوس کِسے ہوتا ہے گُلزار کے اندر
جب پُھول کِھلیں وادیٔ کُہسار کے اندر
ناقدریٔ عالم تو نئی چیز نہیں ہے
یُوسف کا بھی نیلام تھا بازار کے اندر

ہمارے تبصرے اور مختصر سی تشریح کا ایک مقصد یہ بھی ہے کہ نیرنگؔ کے کلام کی روشنی سے انسانیت کے جوہر کو خود سازی اور جہاں سازی سے ملا کر پیش کریں۔ مقام انسان، احترام انسان، حقوق انسان اور عظمتِ انسان سے آشنائی ہو تو انسانیت کی منزل کا پتہ ہوگا۔ اور اس کٹھن مسئلہ کے لیے خودی کی تربیت اور تعلیم کی ضرورت ہے۔ نیرنگؔ بھگتی کے راز سے واقف تھے اسی لیے تو کہتے ہیں۔

سیرت خاص و عام دیکھی ہے
سب کی طرزِ کلام دیکھی ہے
مجھ کو دُنیا نے گو نہیں دیکھا
میں نے دُنیا تمام دیکھی ہے

اخلاق کا معلّم بداخلاق اور بدکرار کیسے ہوسکتا ہے۔ اخلاق سازی ذات سے شروع ہوتی ہے۔ یہ نشہ اُس کو چڑھتا ہے جس نے خون جگر پیا ہے یہ وہ سکون ہے جو زندگی کے درد رنج اور مشکلات سے حاصل ہوتا۔ جن افراد کو جسمانی راحتیں میّسر ہوتی ہیں وہ آرام تو حاصل کر سکتے ہیں لیکن انھیں سکون نہیں ملتا۔ یہ دُنیا چڑھتے سورج کی پجاری ہے یہاں غرض مندی ہی احترام گزاری کی وجہ ہے۔

کوئی جُھک کر سلام کرتا ہے
ظاہراً احترام کرتا ہے
بے غرض آج کل زمانے میں
کون کس سے کلام کرتا ہے

•••

کس کس کا شکوہ کیجیے کس کا نہ کیجیے
بہتر تو ہے یہی کہ زباں وا نہ کیجیے
ہے کون راز دار جہاں میں بجز خدا
چرچا کسی کا راز کا اصلاً نہ کیجیے

اسی طرح کے کئی قطعات نیرنؔگ کے ملتے ہیں۔ ہم مضمون کی طوالت سے بچنے کی خاطر ایک دو معنی خیز قطعوں پر بات ختم کرتے ہیں۔

اس زمانے کے خرافات کو سمجھے کوئی
اِن بدلتے ہوئے حالات کو سمجھے کوئی
رغبتِ مال و مَتاع سے پہلے
مسئلہ مرگِ مفاجات کو سمجھے کوئی

•••

گمراہ مجھ کو راہ بتائے گا کس طرح
ظلمت پسند روشنی پائے گا کس طرح
جس شخص کو گراں ہو کسی آدمی کی بات
بارِ غمِ حیات اُٹھائے گا کس طرح

•••

اللہ رے یقین جو اہلِ جہاں پہ ہے
اور اعتبار اُن کی ہر اِک داستاں پہ ہے
اہلِ نظر سمجھتے ہیں اِس کی حقیقتیں
دِل میں نہیں وہ بات جو اُن کی زباں پہ ہے

نیرنؔگ فہمی کا مختصر تعارف

نند لال نیرنؔگ سرحدی ان شاعروں میں شامل ہیں جنھوں نے اپنی زندگی کے ہر پہلو کو اپنی شاعری میں اُجاگر کیا ہے۔ نیرنؔگ ''عرض حال'' میں لکھتے ہیں۔ ''میری شاعری میری زندگی کا آئینہ ہے، جو کچھ کہتا ہوں، زندگی کے واقعات کی جھلک اس سے صاف نمایاں ہوتی ہے۔'' ہم اس تحریر میں یہ کوشش کریں گے کہ صرف قطعات ہی کی مدد سے ان کی شخصیت اور فکر پر روشنی ڈال سکیں۔ چناں چہ نیرنؔگ کے بکھرے ہوئے قطعات کو مضمون کی نوعیت سے جمع کر کے نیرنؔگ سرحدی کو جاننے کی کوشش ہوگی۔ ہم اس تحریر میں تشریح اور تفسیر سے گریز اس لیے کر رہے ہیں کہ یہ قطعات عام فہم ہیں اور مضمون میں تفصیل کی گنجایش بھی نہیں ہے۔

مُحتاج ترے در کا ہر اک شاہ و گدا ہے
اَندازِ کرم سب کے لیے تیرا جُدا ہے
ہر چیز عطا کی ہے کہیں اپنے کرم سے
مجھ پہ بھی کرم ترا ہے، غم مجھ کو دیا ہے

•••

آنکھوں کے لیے ذوقِ نظارا ہی بہت ہے
اور دِل کے لیے غم کا سہارا ہی بہت ہے
دُنیا کی ہر اک چیز عبث ہے مِرے آگے
میرے لیے رحمت کا اشارا ہی بہت ہے

عرش سے آئی ندائے دلفگار
شاعرِ باطل پرست او نابکار
مدحتِ انساں نہیں ہے شاعری
شاعری ہے مدحتِ پروردگار

مہاجرت کا درد، دربدر ہونے کا غم جو تقسیم ہند کے ساتھ ان کی زندگی میں جمع ہوا، اس کی جھلک ان قطعوں میں محسوس کیجیے۔

کیے ہم پہ کیا کیا گماں دوستوں نے
مِٹایا ہمارا نشاں دوستوں نے
اثاثہ ہمارا تو دُونو نے لوٹا
مکاں دُشمنوں نے زباں دوستوں نے

•••

ایسا تو کوئی دور نہیں گزرا نظر سے
تاریخ کے اوراق اُلٹ جاؤ جدھر سے

•••

الٰہی تری رحمت خانۂ اغیار پر ہے
انگوروں کے وطن کا دانۂ انگور کو تر سے

•••

منزل مجھے ملے نہ ملے اس کا غم نہیں
منزل کی جستجو میں مرا کارواں تو ہے
گو میں نہیں چمن میں اے اہلِ چمن تو کیا
اب تک بھی اُس چمن میں مرا آشیاں تو ہے

نیرنگؔ کی شاعری میں ملک کے تقسیم ہونے سے جو فرقہ وارنہ واردات، نفرت اور زہریلی فضا جو ماحول میں پھیلی اِس میں اِن کی ثابت قدمی قابل تحسین

اور تقلید بھی ہے۔

ہندو ہُوں زیادہ نہ مُسلمانِ زیادہ
نے قائلِ ناقُوس نہ اذان زیادہ
مَیں دامِ مذاہب میں نہیں اُلجھا ہوں نیرنگ
اِنسان مجھے سمجھے ہے اِنسان زیادہ

•••

واعظ کی نظرِ تنگ میں کافر تھا اُن دنوں
کافر یہ جانتا ہے مسلماں ہوں آج کل
نیرنگ بدل رہا ہے زمانے کا رنگ خوب
طرزِ ادائے نو میں غزل خواں ہوں آج کل

•••

ہندو نہیں سمجھے ہیں مُسلماں نہیں سمجھے
صد حیف کہ وہ مقصدِ ایماں نہیں سمجھے
کیا اہلِ زمانہ سے میں واقف نہیں نیرنگ
اب تک بھی جو انسان کو انساں نہیں سمجھے

اگرچہ کے ذیل کے قطعوں سے ان کی پریشانیاں، تنہایاں اور مشکلیں ظاہر ہوتی ہیں لیکن وہ نا امید نہیں بلکہ محنت اور جدوجہد ہی کو اپنا ہتھیار بنا کر زندگی فتح کر لیتے ہیں اور ان کے کلام کا یہ پیغام عوام کے لیے انعام ہے۔ چند منتخب قطعات دیکھئے:

سر زمینِ عشق میں صبح بشکلِ شام ہے
یہ زمیں وہ ہے جہاں عرفانِ رحمت عام ہے
حضرتِ نیرنگ نہ گھبرا عشق کے انجام سے
کامیابی اصل میں ناکامیوں کا نام ہے

انقلاب آ گیا ہے پل بھر میں
کوئی آتا نہیں تصوّر میں
میں ہی جاتا ہوں سب کے گھر نیرنؔگ
کون آتا ہے اب مرے گھر میں

•••

قسمت میں نہیں آئی کبھی شامِ تمنا
افسوس مجھے مِل نہ سکا جامِ تمنا
احباب مِری شکل سے بیزار ہیں نیرنؔگ
ہر شخص مجھے کہتا ہے ''ناکامِ تمنا''

•••

بہت زندگی میں صبح و شام آئے
مقدر میں لیکن نہ آرام آئے
کسی نے بھی حالِ غمِ دل نہ پوچھا
مرے غم ہی اکثر مرے کام آئے

اگر ہم صرف قطعات ہی کو مرکز بنا کر نیرنؔگ فہمی شروع کریں تو معلوم ہوگا کہ ان کی فکر کا ایک بڑا حصّہ مختلف موضوعات کے تحت اسی ایک صنف میں اتنا زیادہ ہے کہ ان کا مقصد سمجھا جا سکتا ہے۔ چند قطعات جن میں کائنات کا تجسّس اور زندگی موت کی حقیقت آسان و سہل بیان میں آشکار ہے یہاں نقل کیے جاتے ہیں۔

کون کہتا ہے کہ قدرت کے نظاروں کو نہ دیکھ
بر سرِ ارض و سما پھول ستاروں کو نہ دیکھ
چشمِ روشن تجھے گر حق نے عطا کی نیرنؔگ
دیکھ انجام کو آغازِ بہاروں کو نہ دیکھ

شمع سے یہ کہہ رہی ہے خاکِ پروانہ ابھی
رات آخر ہوگئی باقی ہے افسانہ ابھی
ختم ہو جائے گی اس کے بعد تفسیرِ حیات
زندگی کہنے کو ہے اِک اور افسانہ ابھی

•••

اَب نہ پہلی سی شان باقی ہے
ہے غنیمت کہ جان باقی ہے
سب بلائیں تو دیکھ لیں نیرنگ
مَوت کا اِمتحان باقی ہے

•••

حالتِ بے بسی سے ڈرتے ہیں
اور تِری بے رُخی سے ڈرتے ہیں
لوگ ڈرتے ہیں موت سے اکثر
ہم مگر زندگی سے ڈرتے ہیں

•••

بہارِ عیش کہاں لذتِ خزاں بھی گئی
چمن کے ساتھ ہی بنیادِ آشیاں بھی گئی
کسی بھی چیز کے جانے کا غم نہیں نیرنگ
جو رنج ہے تو یہی ہے کہ اب زباں بھی گئی

•••

ہوگئی جب سے مئے ناب سے اُلفت ساقی
نہ رہے سجدہ و تسبیح و عبادت ساقی

پوچھتے کیا ہو نشاں رند خرابات کا نام
نام نیرنگ ہے ریواڑی میں سکونت ساقی

◆◆◆

میری ہستی بھی کوئی ہستی ہے
پارسائی نہ مے پرستی ہے
درد و غم کا ہجوم ہے دِل میں
ایک دُنیا یہاں بھی بستی ہے

کچھ تعلق نہیں نیرنگؔ کو کسی فرقے سے

نندلال نیرنگؔ فرزند سادھولال پشاروکے ہندو گھرانے میں پیدا ہوئے اور آج ان کی اولاد جو دُنیا کے مختلف ملکوں میں ہے وہ بھی ہندو دھرم کی ماننے والی ہے۔ اگرچہ نیرنگؔ ہندو تھے لیکن مذہبی تعصب اُن میں نہ تھا۔ وہ ہر مذہب اور مذہب کے دیگر فرقوں کو عزت کی نظر سے دیکھتے اور دوسروں کو اس کی تاکید بھی کرتے تھے۔

ان کا وصیت نامہ جو اُردو اخبار ''ہند سندیش دہلی'' میں 25رمئی 1974ء کو ''شاعر کسی خاص مذہب کا قایل نہیں ہوتا'' شائع ہوا اور اس کی ایک کاپی اسی کتاب میں بھی موجود ہے۔ نیرنگؔ لکھتے ہیں۔ ''میرے فرزند اگر ہو سکے تو خواہش وعقائد مندرجہ ذیل باتوں پر عمل سرا ہوں تاکہ میری روح کو تسکین نصیب ہو۔'' (1) میں رضا کا قائل ہوں اور آہ و بکا کو خلافِ عقیدہ سمجھتا ہوں۔ (2) میرے بیٹوں میں سے کوئی بھی سر نہ مُنڈوائے۔ سادہ طریقے سے لکڑیوں میں رکھ کر آگ لگا دیں۔ کوئی منتر وغیرہ نہ پڑھا جائے۔ (3) اگر چوتھے روز ہڈیاں (پھُول) چُننے کی نوبت آئے تو ان ہڈیوں کو بجائے ہردوار لے جانے کے کسی اتفاق سے دِلّی جا کر اپنی مرضی سے دریائے جمنا میں اس طرح ڈال دیں۔ جیسے کوئی چیز ڈال دی جاتی ہے۔ (5) مرنے کے بعد کسی باعث یا کسی مذہبی آدمی کے کہنے سُننے سے میرے نام کھانا پہنچانا میرے عقیدے کے خلاف ہوگا۔ اگر کبھی بُھولے سے میری یاد آجائے تو دُعائے مغفرت فرما کر مجھ پر احسان کریں۔''

یہاں اِس بات کا ذکر بھی ضروری ہے کہ نیرنگؔ کے بیٹوں نے جیسا وصیت

میں لکھا تھا اُسی طرح کیا۔ نیرنگؔ سرحدی خود عملی آدمی تھے وہ جیسا دوسروں کو تاکید کرتے اپنے لیے بھی وہی کرتے تھے۔ انھوں نے اپنے بیٹوں کے ناموں کے ساتھ اسلامی تہذیب کے نام بھی رکھّے تھے۔ جیسے راجکمار خاں، نریش سلیم، ستیش شکیل، ادیب اقبال وغیرہ۔ جیسا کہ ہم نے لکھّا ہے وہ جب گھر سے باہر جاتے تو کالی شیروانی، شینل کی ٹوپی پہنے رہتے۔ وہ کبھی نظام الدین اولیا کی درگاہ میں عارف صاحب کی درخواست پر نعتیہ مشاعرے میں شرکت کررہے ہیں۔ اُس نعت کا تجزیہ ہم نے اس کتاب میں بھی کیا ہے۔ اور یہاں اس کی تکرار کی ضرورت نہیں کبھی 24/ مارچ 1967ء کو جامعہ ملیہ دہلی میں عید پر خوب صورت غزل کی ہیت میں نظم سُنا رہے ہیں۔ آپ بھی اس نظم کے چند شعر سینے اور سر دھنیے۔

نگاہِ لُطف و کرم ہو تو عید ہوتی ہے
نصیب دولتِ غم ہو تو عید ہوتی ہے

کبھی جو آنکھ میں نم ہو تو عید ہوتی ہے
خوشی بشکل الم ہو تو عید ہوتی ہے

عُروجِ عشق یہی ہے تمہارے نام کے ساتھ
ہمارا نام رقم ہو تو عید ہوتی ہے

جبینِ شوق نے سجدے کہاں کہاں نہ کیے
تمہارے در پہ جو خم ہو تو عید ہوتی ہے

نِشاط شعر و سخن میں یہی تو ہے نیرنگؔ
زباں ہو، زوُرِ قلم ہو تو عید ہوتی ہے

کتنی خوب صورت نظم ہے جس کے صرف چند شعر ہم نے یہاں نقل کیے ہیں۔ کبھی محرم کے موقع پر نواسے رسولؐ امام حسینؑ کی عظمت میں کہہ رہے ہیں۔

سجدوں کا نام ہے نہ نیاز و دُعا کا نام
ہے اصل بندگی تو خُدا کی رضا کا نام
ثابت کیا ہے اہلِ جہاں پر حُسینؑ نے
نکلا بوقتِ قتل بھی لب سے خُدا کا نام

بھارت میں کئی مذاہب کے لوگوں بستے ہیں اس لیے بھی قومی یکجہتی ملک کی ترقی کے لیے ضروری ہے۔ نیرنگؔ نے ہندو دھرم اور بھارت کے ملی تہواروں پر خوب صورت نظمیں لکھّی ہیں جو اِس مجموعے میں شامل ہیں اور ان کا ذکر اس تحریر میں ضروری نہیں اس کے علاوہ مہابھارت کی اساطیری حکایت ''ساوتری'' کو (96) اشعار کی خوب صورت مثنوی میں پیش کیا ہے۔ نیرنگؔ نے گورو نانک صاحب، گورو گوبند صاحب، اہنسا کے پیمبر مہاویر سوامی اور مہرشی دیانند کے بارے میں جو عقیدتی نظمیں لکھّی ہیں اُس سے نیرنگؔ کی قلبی وسعت، علمیت، رواداری اور ان مذہبی ہستیوں کی عظمت کا ثبوت ملتا ہے۔ یہ تمام نظمیں اسی مجموعے میں شامل ہیں ہم آیندہ ان کی اقتباسات پیش کریں گے۔ یہ مطلب بھی دلکش ہے کہ علاّمہ اقبالؔ نے بھی رام اور نانک پر عمدہ تمجیدی نظمیں ''بانگ درا'' میں لکھّی ہیں۔

نیرنگؔ کے اِس کلیات ''تعمیر بقا'' میں گورو نانک پر تین نظمیں اور گورو گوبند سنگھ پر ایک نظم نظر آتی ہے۔

ا : گورو نانک...... یہ نظم مسدّس کی شکل میں پانچ بندوں میں لکھّی گئی ہے۔ یہاں گورو نانک کی تعلیمات کا اثر اُس زمانے کے بگڑے ماحول کو سدھارنے کے لیے شاعر نے سلیس اور شگفتہ لہجے میں نظم کیا ہے۔

اُفقِ ہند پہ ظُلمت کے نشاں تھے ظاہر
یعنی اِس باغ میں آثارِ خزاں تھے ظاہر

حق پرستی کی جگہ وہم و گماں تھے ظاہر
جس قدر ظلم تھے سارے وہ یہاں تھے ظاہر
تُو یہاں آیا تو پھر ہند کا تارا چمکا
ظلمتیں دُور ہوئیں بخت ہمارا چمکا

گورو نانکؒ سے مخاطب ہو کر شاعر کہہ رہا ہے تیری تعلیمات سے لوگ بہرہ ور ہیں۔ تو بندوں سے پیار کرتا ہے، ان کے غم دور ہوتے ہیں۔ نیرنگؒ کہتے ہیں جب بھی غمگینی میں تجھ کو آواز دی مجھے طوفانِ زندگی میں کنارا مل گیا۔

تیری تعلیم کا دُنیا پہ اثر ہے اب بھی
دیکھ! مسجود خلائقِ ترا در ہے اب بھی
اپنے بندوں پہ تری خاص نظر ہے اب بھی
تجھ پہ رحمت کی نظر شام و سحر ہے اب بھی
دلِ غمگیں سے تجھے جب بھی پُکارا میں نے
پالیا بحرِ محبّت کا کنارا میں نے

ہند میں نانک نے غفلت سے لوگوں کو جگا کر سیدھے راستے پہ چلایا۔ وہم اور گمان کو نکال کر یقین ان کے دلوں میں بھر دیا۔ توحید کی خوشبو سے گلستانِ ہند معطر کیا۔ اخلاق سازی سے دیووں کو انسان بنا دیا۔

خوابِ غفلت سے جہاں بھر کو جگایا تُو نے
راستہ صِدق و محبّت کا دکھایا تُو نے
صفحۂ دہر سے باطل کو مِٹایا تُو نے
درسِ توحید زمانے کو پڑھایا تُو نے
وہم کا نام زمانے سے مِٹا کر چھوڑا
دیو زادوں کو بھی انسان بنا کر چھوڑا

گرو صاحب کی تعلیم اور تربیت سے ملک میں پھیلے اونچ اور نیچ کے فرق

نمایاں ہوئے، انھوں نے حق پرستی کا اِس اندھیرے ماحول میں چراغ جلایا۔

اُونچ اور نیچ کا سب فرق مِٹایا تُو نے
اور غریبوں کو سرِ عرش بٹھایا تُو نے
حق پرستی کا سبق ہم کو پڑھایا تُو نے
ایک اونکار کی مشعل کو جلایا تُو نے

ب : دوسری عمدہ مگر مختصر مثنوی گورو نانک صاحب پر تیرہ (13) اشعار کی ملتی ہے جس میں توحید کو محور بنا کر میخانے کی فضا میں عمدہ نظم نگاری کی ہے۔ گرو صاحب کی تعلیمات کی کشش اور روشنی کو زمانے کی ضرورت اور بیمار ذہنوں کی شفا کے لیے لازم بتایا ہے۔ ہم اس مثنوی کے دوسرے اشعار جس پر میخانہ وحدت کا اثر ہے بغیر تشریح کے بیان کرتے ہیں۔

تو نے پُھونکی ہے دلوں میں وہ ہوا توحید کی
جُھومتی ہے نشۂ ہستی میں ہر گُل کی کلی

نامِ نقشِ دو جہاں مٹ جائے پر باقی ہے تُو
اِس جہاں کے میکدے کا اِک حسیں ساقی ہے تُو

پی رہے ہیں بادۂ توحید کے جام و سبو
سچ تو یہ ہے سارے رندوں کا فقط ساقی ہے تُو

چل رہا ہے دور مے ہر ہر گھڑی شام و سحر
ایسی مستی ہے کہ رندوں کو نہیں اِس کی خبر

چڑھ کے مستی پھر نہ اُترے دورِ پیمانہ رہے
کیفیت رندوں پہ طاری وجدِ مستانہ رہے

مجھ کو نیرنگ وہ عطا کر مستیِ جام و سبو
جس کے ہر ہر سانس سے نکلے صدائے تُو ہی تُو

ج : نیرنگ کی تیسری نظم گرو نانک پر ''اظہارِ عقیدت'' کے عنوان سے ملتی ہے جو مردّف غزل کی ہیّت میں آٹھ اشعار پر مبنی ہے۔ مطلع ہے۔

ہماری قوم کے اِک قافلہ سالار نانک تھے
نہ تھا جس کا کوئی والی اُسی کے یار نانک تھے

علاّمہ اقبالؔ نے اپنی نظم نانک میں لکھا تھا ؎

پھر اُٹھی آخر صدا توحید کی پنجاب سے
ہند کو اک مردِ کامل نے جگایا خواب سے

نیرنگ کی اس نظم کا بھی جوہر نانک کی رہبری، درس وحدت، تعلیمات کی روشنی اور محبّت ہے۔ چند مصرعے ہی ہمارے بیان کے لیے کافی ہیں۔

ع : ہماری قوم کے اِک قافلہ سالار نانک تھے
ع : مگر اِس راستے کے رہبرِ ہوشیار نانک تھے
ع : مئے وحدت کے رنگیں جام سے سرشار نانک تھے
ع : ملائک کی نظر میں کاشفِ اسرار نانک تھے
؎ : ضرورت تھی کہ دُنیا کو کوئی بیدار تب کرتا
نہ آیا کام جب کوئی علم بردار نانک تھے

د : نیرنگ سرحدی نے گورو گوبند سنگھ پر بھی ایک چار بندوں میں مسدس نظم لکھی اور اُن کو خراج عقیدت پیش کیا۔ انھوں نے مشکل وقت میں ملک اور قوم کی خدمت کی۔ ہمارے سامنے تاریخی حقایق موجود ہیں اسی لیے ہم چند اشعار ان بندوں کے پیش کرتے ہیں۔

مرحبا اے قوم کے سالارِ اعظم مرحبا
تیرے قدموں پر ہوئے سات آسماں خم مرحبا

تُو نے اپنی قوم کی مُشکل کو آساں کردیا
مورکِ ناچیز کو دم میں سُلیماں کردیا

•••

''میری چڑیوں میں ابھی تک جذبۂ جانباز ہے''
یہ صَدا تیری نہیں، یہ غیب کی آواز ہے
رُوح آزادی کی پُھونکی تو نے مُردہ جان میں
آگئی پرواز مُشتِ خاک کو اِک آن میں

•••

کاروانِ راہِ گُم کردہ کا تُو سردار ہے
تیری اس توصیف کا دُشمن کو بھی اِقرار ہے
سَر زمین ہند پر بارانِ رحمت ہوگئی
زِندگی تیری سَراسَر خیر و برکت ہوگئی

•••

اس جہاں پر جب کہ طاری حالت سیلاب تھی
کشتیٔ ہندوستاں جب مائل غرقاب تھی
عظمتِ قومی کوئی دَم میں خیال و خواب تھی
رَحمتِ حق پردۂ ظُلمت میں تب بیتاب تھی

•••

ڈوبتی کشتی کو وہ تیرا سہارا یاد ہے
تیرے بچّوں کو شہادت کا نظارا یاد ہے

•••

۵ : نیرنگؔ سرحدی کی شاعری میں ''ادب برائے ادب'' اور ''ادب برائے ہدف'' دونوں نظر آتے ہیں۔ وہ امن اور محبّت کے پجاری ہیں۔ وہ مظلوموں، ستم

کشوں، غریبوں اور کمزوروں کے حامی ہیں۔ انھیں ہر اُس شخص سے محبت ہے جس کے عمل اور قول میں عشق و محبّت ہو۔ اسی لیے انھوں نے ہندوستانی عوام کے مذاہب پر عمدہ شاعری کی ہے۔ نیرنگؔ کیوں کہ اہنسا کے حامی اور سپوت تھے اسی لیے وہ کبھی اہنسا کے پیمبر مہاویر سوامی، کبھی مہرشی دیانند اور کبھی گاندھی جی پر عقیدتی پھول نچھاور کر رہے تھے۔ نیرنگؔ کی نظموں میں ہمیں مہاویر سوامی پر دو نظمیں اور مہرشی دیانند پر ایک نظم اور دو قطعات بھی ملتے ہیں۔

و : اہنسا کے پیمبر مہاویر سوامی کے عنوان سے مسدس کی شکل میں چار بندوں پر مشتمل دلکش نظم ہے۔ ہم یہاں چند اس نظم کے مصرعے اور شعر چن کر گلدستے کی شکل میں پیش کرتے ہیں تا کہ نظم کے رس اور جَس کا پتہ چل جائے۔ یاد رہے کہ ایک پوری علاحدہ نظم بھی اہنسا پر نیرنگؔ نے رقم کی ہے جو اسی مجموعے میں شامل ہے۔

اَے زمانے کو اَہنسا کے دکھانے والے
مِہر و اُلفت کا نیا رنگ جمانے والے

•••

تُو تو وہ ہے کہ جسے حق کا پیمبر کہیے
حُسنِ یوسفؑ، دمِ عیسیٰؑ یا ڈگمبر کہیے

•••

واقعی حق و صداقت کا مہاویر ہے تُو
ہے جہاں خواب اگر، خواب کی تعبیر ہے تُو

•••

آج بھی تیرے اصولوں پہ ہے دُنیا کا نظام
ہوگئے جور و تشدّد تو جہاں میں ناکام

•••

نُورِ ریزی رہے دُنیا میں ترے نام کے ساتھ
کیف طاری ہو جہاں والوں پہ ہر جام کے ساتھ

ز : مہاویر سوامی کی پیدایش پر ''ویر جنتی'' کے عنوان سے غزل کی ہیّت میں نیرنگؔ کے مجموعے کلام میں گیارہ اشعار کی عمدہ قصیدہ نما نظم ملتی ہے جس کی تمہید دُنیا کی ریت اور روایت سے جوڑی گئی ہے۔

چمن کی آبیاری کو ہزاروں باغباں آئے
نظامِ گُلستاں بدلے نگہبانِ جہاں آئے

•••

پریشانی کبھی آئی، کبھی امن و اماں آئے
بہاریں ہوگئیں رُخصت تو سامانِ خزاں آئے

•••

سیاست نے بدل ڈالا ہے اکثر اہلِ ایماں کو
بسا اوقات جھگڑوں کے مذاہب درمیاں آئے

•••

کبھی صورت بنائی ظلم نے محمود و نادر کی
غبارِ آتشیں کے کارواں در کارواں آئے

خوب صورت تشبیب یا تمہید کے بعد گریز کر کے کہتے ہیں۔

اِسی تاریک عالم میں نہ آئی کام جب طاقت
پیامِ مہر و اُلفت لے کے ویرِ مہرباں آئے

•••

جھکا دی سب کی گردن ایک شمشیرِ صداقت سے
مٹا جور و ستم، مہر و محبّت کامراں آئے

•••

جُھکی جاتی ہے اِحسانوں سے گردن اہلِ عالم کی
زباں پر جب کبھی اَے ویر تری داستاں آئے

ح : اِس تحریر کے آخر میں ہم نیرنگ کے ممدوح مہرشی دیانند کے بارے میں شاعر نے جن خیالات اور جذبات کو شعروں میں ڈھالا ہے پیش کرتے ہیں۔ یہاں دو قطعات اور ایک دس اشعار کی غزل کی ہیّت میں جو نظم ہے نقل کرتے ہیں۔

اَے مہرشی زمانے میں تُو شانِ ہند ہے
اور جسم پاکِ ہند میں تو جانِ ہند ہے
تہذیبِ عصر نو کے گُلستاں کے باغباں
شاداب تیرے دم سے گُلستانِ ہند ہے

قطعہ

قُوتِ قلب و جگر، رُوحِ بدن، جانِ وطن
فخر ہے ذات پہ تیری اے نگہبانِ وطن
تیری تعلیم کا ہے آج اثر یہ نیرنگ
رشکِ صد رنگِ بہاراں ہے گُلستانِ وطن

نیرنگ ان تہنیتی عقیدتی نظموں کو قصیدہ کی طرح تمہید یا تشبیب سے سجا دیتے ہیں۔ وہ زمانہ جب یہ بڑے لوگ پیدا ہوئے تاریکی جہالت اور مایوسی کا دور تھا، پھر ان رشیوں، قایدوں، اوتاروں، پیغمبروں کے قول وعمل، مسلسل محنت اور خدا کاری سے صحرا گلشن میں تبدیل ہو گیا۔ روشنی ہوتے ہی اندھیرے غائب ہو جاتے ہیں۔

نغمۂ زاغ سے مانوس تھے گوشِ انساں
بُلبُلِ باغ کا کوئی بھی طلب گار نہ تھا
اِک زمانہ تھا یہاں جنس بتاں کا طالب
جنسِ وحدت کا مگر کوئی خریدار نہ تھا

•••

رہبرِ ہند ترا آنا مُبارک سب کو
جادۂ دُوریٔ منزل تجھے دشوار نہ تھا
ہے ترا درس زمانے کو ہدایت کا چراغ
تجھ سا بڑھ کر تو کوئی مطلعِ انوار نہ تھا

◆◆◆

کیوں نہ ہو ترے لیے وقف کلامِ نیرنگؔ
تیرا بندہ تھا کوئی شاعرِ اغیار نہ تھا

فیض احمد فیضؔ اور نیرنگؔ سرحدی

فیض احمد فیضؔ کے بعض اساتذہ جن سے وہ بعض اوقات اشعار کی اصلاح کی خاطر مراجعہ کرتے تھے اور بعض وقت تاکید بھی کرتے تھے کہ دیکھو یہ نظم چراغ حسن حسرتؔ کو دکھا لینا وغیرہ جملے سنّنے میں آتے ہیں اگر چہ ہم سب جانتے ہیں کہ فیضؔ نے رسمی طور پر کسی کی شاگردی اختیار نہیں کی تھی۔ اُسی طرح سے ان کے شاگردوں کا بھی پتہ لگانا مشکل ہے لیکن ہمارے پاس دستاویز کی شکل میں یہ موجود ہے کہ نند لال نیرنگؔ سرحدی اِن کے شاگرد تھے۔ فیض احمد فیضؔ اور نیرنگؔ سرحدی ہم عمر تھے۔ دونوں 1912ء میں پیدا ہوئے۔ فیضؔ سیالکوٹ میں اور نیرنگؔ ڈیرہ اسماعیل خان کے ایک چھوٹے سے قصبے مندھرا میں پیدا ہوئے۔ نیرنگؔ ''میری شاعری'' میں لکھتے ہیں:

> پشاور پہنچ کر میں نے باقاعدہ غزل، قطعہ، رُباعی، مُخمس، مُسدس وغیرہ اصنافِ سخن میں طبع آزمائی کی۔ میری خوش قسمتی سے جناب فیض احمد خان صاحب فیضؔ سے مجھے ملاقات کا موقع نصیب ہوا۔ آنخضرت سرخ پوش لیڈر خان عبدالغفار خان کے پیرو تھے۔ پشتو، فارسی اور اُردو میں اُن کا کلام بہت بلند پایہ ہے۔ میں نے اپنا کلام اُن کو دکھایا۔ وہ میری زبان دانی کو دیکھ متجسس ہوئے اور معمولی اِصلاح کے بعد میرا کلام واپس دے کر فرمایا کہ ''آپ کا کلام کسی اِصلاح کا محتاج نہیں۔ بے کھٹکے لکھا کیجیے۔'' میں اُن کی اِجازت

سے کبھی کبھی اپنے کلام کا کچھ حصّہ جہاں شک ہوتا دکھاتا۔ اور اِصلاح قبول کرتا۔ اِس وقت صاحب موصوف حیات ہیں، خدا اُن کی عُمر دراز کرے۔

چوں کہ ہم سب کے تعلقات صوبہ سرحد کے سرخ پوش لیڈر، رہنمائے اعظم، مُحب وطن خان عبدالغفار خاں صاحب سے براہ راست رہے ہیں۔ اس لیے وہاں کے تمام شعراء اور اُدبا اپنے نام کے ساتھ سرحدی لکھنا اور اس نسبت سے خان کہلانا باعث فخر سمجھتے ہیں۔

اس مستند تحریر سے یہ بھی معلوم ہوا کہ فیضؔ پشتو میں بھی اچھی خاصی شاعری کرتے تھے۔ اگر چہ ہمارے درمیان ان کے صرف فارسی اور اُردو منظومات موجود ہیں۔

نارنگؔ سرحدی نے جو اپنی منظوم سوانح حیات مسدس کی شکل میں چھتیس (36) بندوں میں لکھی ہے جو فارسی اور اُردو میں ہے اور ہم نے اس سوانح حیات کو انہی کے خوش خط میں اس مجموعہ میں بھی شامل کیا ہے، فیضؔ کو ایک بند میں بہت احترام سے خوب صورت خراج تحسین پیش کرتے ہیں۔

ہم پہلے فارسی کا بند لکھتے ہیں پھر اس کا سلیس ترجمہ درج کریں گے۔

مرا شرفِ تلمذ شُد، بہ قدم فیضؔ احمد خاں
بدو زانو نشستہ ام بہ پیشِ خدمتِ ایشاں
رجوع خدمتش یک سال کردم با ہمہ یاراں
فنون شاعری آموختہ ام بیش از دگراں
نمی دانم کہ احسانش چگو نہ بر زباں آرم
نہ طرزِ گفتگو دارم کہ آں را درمیاں آرم

(**ترجمہ:** مجھے فیضؔ احمد خان کی شاگردی کا شرف حاصل ہوا۔ میں نے ان کی خدمت میں زانو تہہ کیے اور ایک سال تک ان سے مراجعت کرتا رہا اور شاعری کے فن کو دوسرے لوگوں کی نسبت زیادہ اُن سے سیکھا۔ میں اِن کا احسان کبھی زبان سے ادا نہیں

کر سکتا کیوں کہ مجھے وہ بات چیت کے الفاظ مہیا نہیں جن سے ان کا شکریہ ادا ہو۔)

نیرنگؔ سرحدی کے کلام میں انہی کے ہاتھ کی لکھی ہوئی غزل ملتی ہے جو انھوں نے فیضؔ کے مشہور شعر کی بحر، قافیے اور ردیف میں (9) نو اشعار میں لکھی ہے۔ فیضؔ کا شعر ہے۔

وہ بات سارے فسانہ میں جس کا ذکر نہ تھا
وہ بات ان کو بہت ناگوار گزری ہے

استاد کے مصرعے پر شاگرد کی غزل کے چند شعر دیکھئے:

جدھر بھی برقِ تجلیِ یار گُزری ہے
نگاہِ شوق اُدھر بار بار گُزری ہے

•••

کیے ہیں فرطِ محبّت سے سیکڑوں سجدے
جہاں خیال میں تصویرِ یار گُزری ہے

•••

وہی ہے آنکھ حقیقت میں آدمی کے لیے
شبِ فراق میں جو اشکبار گُزری ہے

•••

نہ جانے کہہ دیا کیا بے خودی کے عالم میں
''وہ بات اُن کو بہت ناگوار گُزری ہے''

•••

عزیز کیوں نہ ہوں رنج و غم و الم نیرنگؔ
انھیں میں زندگیِ خاکسار گُزری ہے

یہی نہیں بلکہ نیرنگؔ کی غزلیات میں فیضؔ کو خراجِ عقیدت پیش کرتے ہوئے یہ دو شعر بھی ملتے ہیں۔

حضرتِ فیضؔ کی صحبت کا اثر ہے نیرنگؔ
صاحبِ سیف بھی اِک اہلِ قلم ہوکے رہا

◆◆◆

فیضِ قدم سے جن کے میں نیرنگؔ فیض یاب ہوں
میرے دِلِ نیاز میں اُن کا مقام اور ہے

◆◆◆

وہ جب ساتھ [illegible] ۔ وہ جب اُن کی رخصت [illegible] گزری ہے ۔

۹۲

غزل ۔

کبھی کبھی جو نسیمِ بہار گزری ہے ۔ قسم خدا کی بہت ناگوار گزری ہے ۔
جدھر بھی برقِ تجلی یار گزری ہے ۔ نگاہِ شوق اُدھر بار بار گزری ہے ۔
جمالِ حسن جنہیں [illegible] ادا کہا ہے ۔ نظر سے رحمتِ پروردگار گزری ہے ۔
کیے ہیں ذکرِ محبت سے [illegible] ۔ جہاں خیال میں تصویرِ یار گزری ہے ۔
وہی ہے آنکھ حقیقت میں آدمی کے لئے ۔ شبِ فراق میں جو اشکبار گزری ہے ۔
[illegible] کیسا [illegible] ۔ نہ پوچھ [illegible] انتظار گزری ہے ۔
قدم قدم پہ کفِ یار [illegible] ۔ ہر اک [illegible] گزری ہے ۔
نہ کام آ [illegible] عالم [illegible] ۔ وہ جب اُن کی رخصت ناگوار گزری ہے ۔

دعا ہے میری یہ [illegible] نیرنگؔ ۔
الٰہی [illegible] زندگی خاکسار گزری ہے ۔

نیرنگؔ سرحدی کامیاب تضمین نگار

قدرت نے نیرنگؔ سرحدی کو زندگی گزارنے کے لیے صرف اکسٹھ باسٹھ سال دیئے۔ چناں چہ انھوں نے کنبہ پروری، معاشی مسایل، تنگ دستی، مہاجرت کی صعوبتیں سب کچھ جھیل کر بھی شاعری کے صحیفے میں وہ دستاویزیں جمع کر دیں جو انھیں امر کرنے کے لیے کافی ہیں۔ یہ سچ ہے کہ جب کبھی ہم اِس دُنیا سے کوچ کریں گے بہت سے کام ادھورے اور نامکمل رہیں گے۔ نیرنگؔ سرحدی کے کلام میں چند تضمینات نظر آتی ہیں۔ اگر انھیں موقع ملتا تو ضرور کئی تضمینات لکھتے یہاں ہم صرف ایک قطعہ اور دو غزلوں کے اشعار پر جو ان کی تضمینات ہیں، گفتگو کریں گے۔

تضمین وہ شعر یا نظم ہے جس میں شاعر کسی شاعر کے مصرعے یا شعر پر اپنے مصرعے جوڑ دیتا ہے۔ نیرنگؔ نے اساتذہ میں خواجہ میر دردؔ اور مرزا غالبؔ کی غزل کے چند منتخب شعروں پر تضمین باندھی کی ہے۔ انھوں نے بسملؔ سعیدی کی غزل کے شعر پر دو مصرعے اضافہ کر کے قطعہ بنا دیا۔

جس سے نہ بجھے تشنگی اے حضرتِ نیرنگؔ
اُس ساغرِ مئے کو کبھی ساغر نہیں کہتے
''کعبہ میں مسلماں کو بھی کہہ دیتے ہیں کافر
بُت خانہ میں کافر کو بھی کافر نہیں کہتے''
(بسملؔ سعیدی)

تضمین نگاری آسان نہیں یہاں کہنہ مشقی اور قادر الکلامی کی ضرورت اس

لیے بھی ضروری ہے کہ ایک کامیاب تضمین میں شاعر معنی آفرینی کے ساتھ تضمین کیا گیا شعر کے مضمون کے اثر کو دو آتشہ کر دے اور سننے والا تضمین کے دونوں اشعار کے مقام کی بلندی کا احساس کر سکے۔ نیرنگؔ خود بھگت تھی ان کی شاعری میں بھکتی شاعری کی تمام قدریں نمایاں ہیں۔ وہ تصوف کے دلدادہ تھے ان کی غزلوں، نظموں، قطعوں اور مثنوی میں اشارے موجود ہیں۔

نیرنگؔ سرحدی نے خواجہ میر دردؔ کی مشہور غزل کے تین شعروں پر مخمس میں تضمین کی اور اس تضمین کا نام ''نغمۂ توحید'' رکھا۔ یہاں یہ بھی ذکر ضروری ہے کہ نیرنگؔ وحدت کے قایل تھے اور فلسفۂ توحید پر یقین رکھتے تھے۔ ہم یہاں تینوں بند کو اس لیے بھی پیش کر رہے ہیں کہ نیرنگؔ کے مصرعوں کی غنایت، مصرعوں میں قافیوں کی حلاوت اور الفاظ کی بندش وغیرہ ایسے جوڑے گئے ہیں کہ پیوند مشکل سے نظر آتا ہے۔ چوں کہ خواجہ دردؔ کی غزل میں عربی اور فارسی کے الفاظ اور تراکیب کا جاہ و حشم ہے۔ اسی لیے نیرنگؔ نے بھی اسی رنگ میں تضمین کو رنگ دیا جس کو دیکھ کر اُردو کا پرستار حیرت سے دنگ ہو جاتا ہے۔ تینوں بند ملاحظہ کریں۔

وہ سَر کہ جو مُنکر ہو ترے لُطف و کرم کا
اُس سَر پہ چلے وار تری تیغِ سِتم کا
مُمکن نہیں تحریر میں ہو ذِکر نِعم کا
''مَقدوُر ہمیں کب ترے وصفوں کے رقم کا
حقّا کہ خُداوند ہے تو لوح و قلم کا''

W W W

کُن کہنے سے عالم کو بپا تُو نے کیا ہے
اور خود تو اُسی گلشن ہستی میں چُھپا ہے
حیران ہوں رہنے کی ترے کون سی جا ہے

''اس مَسندِ عزّت پہ کہ تو جَلوہ نُما ہے
کیا تاب گُزر ہووے تعقل کے قدم کا''

ہوتے ہیں تجلّی سے تِری نُور کا مسکن
شاہوں کے شبستان گداؤں کے نشیمن
دونوں ہیں کرم یاب وہ ہے دوست کے دُشمن
''بستے ہیں تِرے سایہ میں سب شیخ و برہمن''
آباد تُجھی سے تو ہے گھر دَیر و حَرم کا

اگرچہ کہ اس تضمین میں بہت سے شعری حُسن ہیں لیکن ہم صرف یہاں تراکیب اور مصرعوں میں تضاد اور معنی خیز الفاظ پر توجہ مرکوز کرتے ہیں۔ لطف و کرم، تیغِ ستم، ذکرِ نعیم، نور کا مسکن، گداؤں کے نشیمن کے ساتھ شاہ و گدا، دوست دشمن اور مترادف الفاظ کی ترتیب نے شعر کو سونے پہ سہاگہ کردیا۔

نیرنؔگ غالبؔ کے عاشق تھے۔ ان کے فرزند نریش سلیؔم سرحدی کہتے ہیں ہمیشہ غالبؔ کے دیوان کا مطالعہ کرتے رہتے۔ ان کے گھر میں جو ایک بڑی فریم والی تصویرِ غالبؔ کی تھی وہی ان کے مشاعروں اور شعری نشست کی زینت بھی تھی۔ نیرنؔگ نے غالبؔ کی چھوٹی بحر کی معنی خیز غزل کے چھے شعروں پر مخمس ہیئت میں تضمین کیا ہے۔ ہم جانتے ہیں اس غزل میں غالبؔ کی ظرافت کی چاشنی بھی ہے۔ جس کے مزے کو نیرنؔگ نے اپنے مصرعوں میں بھی بھر دیا ہے یعنی جیسا شعر اُسی طرح کی تضمین بھی کی۔

مطلع کا بند دیکھئے:

جوشِ شباب میں اُسے سرشار دیکھ کر
ذرّے میں ایک حُسن کا اَنبار دیکھ کر
پیشِ نگاہ مطلعِ اَنوار دیکھ کر

''کیوں جل گیا نہ تابِ رُخِ یار دیکھ کر
جلتا ہوں اپنی طاقتِ دیدار دیکھ کر''

w w w

اب تنگئ زمانہ سے اُکتا گیا ہوں میں
سامانِ لُطفِ دشت میں کچھ پا گیا ہوں میں
ہر ایک سنگِ راہ کو ٹھکرا گیا ہوں میں
''اِن آبلوں سے پاؤں کے گھبرا گیا ہوں میں
جی خوش ہوا ہے راہ کو پُرخار دیکھ کر''

نیرنگؔ غالبؔ کے مقطع کے شعر پر آخری بند میں غالبؔ کی عظمت اور ان کے کمال کا اقرار ان کی شاعری میں جمالیات کی روشنی سے کرتے ہوئے تضمین کو نورانی بنا دیتے ہیں۔

نیرنگؔ یہ ہے ذِکر اس اِک باکمال کا
عاشق وہ ایک صاحبِ حُسن و جمال کا
طالِب رہا وہ عُمر بھر اس کے وصال کا
''سَر پھوڑنا وہ غالبؔ شورِیدہ حال کا
یاد آگیا مجھے تِری دیوار دیکھ کر''

نیرنگؔ کی قلبی واردات شعروں کی زبانی

شاعرِ ہندوستان ہونا خدا کا قہر ہے (نیرنگؔ)

نیرنگؔ سرحدی نے خود لکھا تھا کہ ''میری شاعری میری شخصیت اور زندگی کا آئینہ ہے۔'' ان کی آپ بیتی، جگ بیتی اس لیے بھی ہے کہ وہ آج بہت سے لوگوں کی نمایندگی کر رہے ہیں۔ انھوں نے دل میں زیادہ نہ رکھا بلکہ سب فضاؤں میں بکھیر دیا۔ مہاجرت کے بعد انھوں نے ایک اچھے شعر کی احساساتی، جذباتی اور داخلیت سے مملو نظم ''نذرِ احباب'' لکھی اور اسی نظم میں جس طرح سے انھوں نے کہا تھا، آخری عمر تک اپنی زندگی کا افسانہ دُنیا کو سناتے رہیں گے، چناں چہ کبھی پانچ بند مسدس کی نظم اپنی شریکِ حیات پشپا کے لیے لکھی، کبھی نیرنگؔ اسپتال میں، کبھی دل کا غبار قطعات سے دھو ڈالا۔ ہم شاعر کی نظم سے پہلے نذرِ احباب پیش کرتے ہیں جو ڈیرہ اسماعیل خان سے ریواڑی کا سفر یا دوسرے الفاظ میں ان کی زندگی کا سفر ہے۔ تمام نظم روز مرّہ، سادہ سلیس پیرائے میں ہے اس لیے کسی مزید تشریح اور تبصرے کے یہاں نقل کرتے ہیں۔

سنائیں کسے جا کے اپنی زباں سے
نکالے گئے کس طرح ہم مکاں سے

•••

ابھی یاد تازہ ہے اپنے چمن کی
ابھی اُڑ کے پہنچے ہیں ہم آشیاں سے

نہیں جانتے ہم کدھر جارہے ہیں
نہیں یہ بھی معلوم آئے کہاں سے

◆◆◆

کریں پھر سے افسانۂ غم بیاں ہم
جہاں سے کہیں ہم سنائیں وہاں سے

◆◆◆

پتہ پوچھنے والے احباب سن لیں
ہم آگاہ کرتے ہیں اپنے نشاں سے

◆◆◆

تکالیف و زحمات سے بچ کے نیرنگ
ریواڑی میں پہنچے ہیں، ڈی.آئی.خاں سے

نیرنگ نے ایک نظم ''ایک شاعر بے زراور اس کی بیوی'' کے نام سے لکھ کر اپنی شریکِ حیات کی محنتوں، فدا کاریوں اور زندگی نبھانے کی قربانی کا تذکرہ کر کے تہہ دل سے ان کا شکریہ ادا کر کے اپنے دل کا بوجھ ہلکا کیا ہے۔ یہ نظم مسدس کے پندرہ اشعار پر پھیلی ہوئی ہے۔ جو شاعر نے مرنے سے کچھ سال قبل تصنیف کی ہے۔ پشپانیرنگ سرحدی سے عمر میں بارہ سال چھوٹی تھیں۔ پشپانے تقریباً بتیس سال شوہر کے ساتھ زندگی کی اور ان کے بطن سے آٹھ بچے پیدا ہوئے۔ نریش سلیم سرحدی نے اپنی ماں کی فدا کاریوں کا ہمیشہ ذکر کیا ہے۔ یہ نظم جو نیرنگ سرحدی کی بیاض میں محفوظ ہے اتفاق سے Mother day ''روز مادر'' میں نے نریش کو سنائی جس سے گھر کا کوئی فرد واقف نہ تھا۔ یہ نظم اس مجموعے میں موجود ہے ہم صرف کچھ شعر یہاں سناتے ہیں۔ ہم یہ نظم اس لیے بھی نمایاں کر رہے ہیں کہ بہت کم اُردو کے شاعروں کو ایسی سعادت نصیب ہوتی ہے۔

اے مِری مونس، مِری ہمدرد، میری غمگسار
زینت کاشانۂ ظُلمت مِری عفت شعار
میری بدبختی پہ تو دائم رہی ہے اشکبار
تیرے دم سے ہے خزاں میں بھی مجھے لطفِ بہار
گو زباں خاموش ہے لیکن دلِ احساس ہے
میرے ہر لفظِ تمنا کو بھی تیرا پاس ہے

•••

کاتبِ تقدیر نے کی سادگی تجھ کو عطا
مجھ کو فطرت نے بنایا شاعرِ رنگیں نوا

•••

کیا خبر تھی زندگی گُزرے گی اِس ذلت کے ساتھ
تیری بھی قسمت ہے وابستۂ مری قسمت کے ساتھ

•••

میں سراپا سوز ہوں اور تو سراپا ساز ہے
تجھ کو مجھ پر ہو نہ لیکن مجھ کو تجھ پر ناز ہے
میرے ہر اک درد وغم میں تو مری دم ساز ہے
میرے ہر اک شعر کی لَے میں تیری آواز ہے
رنگِ الفت بھر دیا ہے تو نے ہر اک تصویر میں
دیکھتا ہوں تجھ کو پنہاں شعر کی تاثیر میں

نیرنگؔ اس نظم کے آخری بند میں جو اپنی شریکِ حیات پشپا کو آگاہ کررہے ہیں وہ آج بالکل آشکار ہے آج ہم یہ مضمون اوراس طرح سے پشپا کی قدردانی اسی غریب شاعر کی نظم سے کررہے ہیں جس نے یہ اشعار لکھ کر اپنی بیگم کی قدردانی کی جس کی قیمت سونے اور چاندی کے جواہرات اور زیورات سے کہیں زیادہ ہے۔

نیرنگؔ کہتے ہیں۔

سیم و زر سے ہے زیادہ شعر کی دولت مِری
قدر دانوں میں ہے اب بھی عظمت و شہرت مِری
اہلِ دانش کے دِلوں میں ہے سوا عزت مِری
پوچھیئے اہلِ ادب سے آج بھی قیمت مِری
سیم و زر کا شاعری سے ایک فطری بیر ہے
''شاعرِ ہندوستاں ہونا خُدا کا قہر ہے''

یہاں اس بات کا ذکر بھی ضروری ہے کہ جب نیرنگؔ سرحدی شعری نشست اور مشاعرے گھر پر کرتے تھے تو ان کی بیوی پشپا تقریباً تمام رات شاعروں اور سامعین کو چائے بنا بنا کر تواضع کرتی تھی اور اس تنگ دستی اور مالی مشکلات میں بھی شوہر جو شاعر تھا اس کی خواہشات اور ادبی شعری محافل کی ضروریات کو ہنسی خوشی پورا کرتی تھی، جس کا ذکر مسلسل ان کے بیٹے نریش سلیمؔ کرتے رہتے ہیں۔نریش کی بیگم سونیتا Sunita جنھوں نے کبھی اپنے خسر کو نہیں دیکھا۔ نیرنگؔ صاحب کی تمام شعری بیاضوں کو اپنے دل سے لگا کر محفوظ رکھا اگر سونیتا ان بیاضوں کو بھارت سے لا کر محفوظ نہ کرتیں تو تمام نیرنگؔ کا کلام ختم ہو جاتا۔آج اس کلام کی حفاظت کا سہرا سونیتا کے سر ہے،اور اسی کلام کی وجہ سے نیرنگؔ ہمیشہ امر رہیں گے جیسا کہ ذوقؔ نے کہا ہے۔

رہتا سخن سے نام قیامت تلک ہے ذوقؔ
اولاد سے رہے یہی دو پشت چار پشت

کلامِ نیرنگؔ
میں ملک کے آزادخواہوں کی جلوہ گری

نندلال نیرنگؔ ایک ترقی پسند شاعر تھے چوں کہ ترقی پسندی کا مرکز حقوقِ بشر ہے اور حقوق بشر کا بنیادی نکتہ یہ ہے کہ انسان جو آزاد پیدا ہوا ہے اور وہ جو زندگی اِس دُنیا میں بسر کرتا ہے وہ بھی آزاد قدروں سے سجی رہے جس میں مساوات، حریت، آزاد خیالی، سماج اور مذہب کی آزادیاں ہوں اور اِس دُنیا میں مواقع اور مطالبوں کی یک سوئی شامل ہو۔ یہاں انسان کو رنگ، قوم، قبیلوں، جنس اور اقتصاد کی بنیاد پر تقسیم نہ کیا جائے۔ اگر ہم نیرنگؔ کی شاعری کا جائزہ لیں تو ہمیں معلوم ہوگا کہ یہ نادرات ان کے اشعار میں بکھرے پڑے ہیں۔ برصغیر پر یورپ کے ممالک نے صدیوں یہاں کے افراد کو کولی نیزم (Colonism) کے تحت محکوم کیا جن میں انگلش ایمپائر سب سے آگے اور شدید تھی۔ جن لیڈروں، قایدوں، جانبازوں نے دامے، درمے سخنے اور یہاں تک کہ اپنی جان کی بازی بھی لگادی۔ شاعر کے دل میں ان کی بڑی عزت ہے اور وہ ان کو خراج محبّت اور عقیدت پیش کرتا ہے جو اُس کے دل سے نکلے ہوئے اشعار ہیں جو قرطاس پر منوّر ہیں اور ہم تقریباً پچاس سال بعد ان قیمتی موتیوں کو چن کر آزادی کے دھاگے میں پرو کر پیش کر رہے ہیں۔ یہاں یہ بات بھی جاننی چاہیے کہ نیرنگؔ کے پاس رنگ رنگ میں ایسے اشعار کی تعداد زیادہ ہے اور تمام آزادی کے ہیروز اور مجاہدوں پر اس تحریر میں گفتگو ممکن نہیں۔ نیرنگؔ سرحدی نے جن افراد پر نظمیں

اور قطعات لکھے ہیں وہ یا تقسیمِ ہند و پاک سے قبل انگریزوں سے مقابلہ کر رہے تھے یا بھارت کے آزاد ہو جانے کے بعد دن رات اپنے ملک کو اُن کے قول کے مطابق جنّت نشان اور فردوس مقام بنانے میں لگے ہوئے تھے۔ ہم اس تحریر میں پہلے تمہید کے طور پر اُن اہم ہستیوں کے نام کے ساتھ اُن نظموں کا ذکر کر کے پھر نمونے کے طور پر ہر نظم سے کچھ اقتباس پیش کریں گے۔ نظم کے عنوانات نیرنگؔ صاحب کے دئے ہوئے ہیں۔

1. مہاتما گاندھی = چھے (6) شعر کی غزل نما نظم ہے۔
مطلع : کیا دِل نواز موجِ صَبا کا خرام ہے
2. مہاتما گاندھی = آٹھ (8) شعر کی غزل نما نظم ہے۔
مطلع : مردِ خلیق و خوشتر گاندھی مہاتما تھا
3. مہاتما گاندھی اور ہندوستان = پانچ مسدس کے بند ہیں۔
مطلع : اَے وطن کی سَر زمیں اَے رشکِ فردوسِ بریں
4. مرثیہ وفات پنڈت جواہر لال نہرو = مسدس کی شکل میں چھے بند کی نظم ہے۔
مطلع : وائے حسرت حامیٔ اَمن واَماں رُخصت ہوا
5. سبھاش چندر بوس کے یوم پیدائش پر = یہ سات شعر کی غزل نما نظم ہے۔
مطلع : اَے مایۂ صدنازِ وطن تیری قسم ہے
6. شہیدِ اعظم سردار بھگت سنگھ = چار بند کی مسدس میں نظم ہے۔
مطلع : اے کہ تیرا نام ہے نقش و نگارِ انجمن
7. لالہ لاجپت رائے ''شیرِ پنجاب'' = چار بند کی مسدس میں نظم ہے۔
مطلع : دُشمنوں کی لاٹھیوں سے تیری قربانی ہوئی
8. مرثیہ بر وفات: آنجہانی ہنس راج = سات بند کی مسدس میں نظم ہے۔
مطلع : محوِ خرام بادِ صبا آج کیوں نہیں
9. لال بہادر شاستری وزیرِ اعظم ہند کی یاد میں = چار قطعات ہیں۔

مطلع : چُھپ گیا روس میں وہ ماہِ مبیں

10. عبدالغفار ''عیداور وطن'' = بارہ شعر کی مثنوی ہے۔

مطلع : زمینِ سرخ پوش شانِ پشاور یاد آتی ہے

11. خان عبدالغفار خان کو سلام = سولہ شعر کی مثنوی ہے۔

مطلع : کچھ دور ہے یہاں سے ایک خطۂ زمیں

نیرنگؔ سرحدی نے مہاتما گاندھی پر تین نظمیں لکھیں۔ یہاں ہم یہ بھی بتادیں کے مہاتما کا خطاب گاندھی جی کو مولانا محمد علی جوہرؔ نے دیا تھا جو آگے چل کر ان کے نام کی دستار ہو گیا تھا۔ گاندھی جی کے روابط تمام فرقوں کے سر براہوں سے تھے، ان کا خط علامہ اقبالؔ کے نام بھی موجود ہے۔ گاندھی اہنسا اور آزادی کی تحریک سے تمام دُنیا میں جانے پہچانے جاتے تھے۔ نیرنگؔ کی ایک چھے شعر کی غزل نما نظم ہے جس کے مطلع کو موجِ صبا اور باغ سے جوڑا ہے۔

کیا دِل نواز موجِ صَبا کا خرام ہے
گاندھی کے دَم سے باغ کا یہ اہتمام ہے

ایک شعر میں گاندھی کے قول کو نظم کیا ہے۔

''لازم ہر اِک بشر پہ ہے آزادئ وطن''
کِتنا حِسیں زمانے کو اُس کا پیام ہے

مقطع میں گاندھی کی شہرت کو یوں پیش کیا ہے۔

موقوف بزمِ ہند پر نیرنگؔ کچھ نہیں
جس بزم میں چلیں وہاں گاندھی کا نام ہے

دوسری نظم جس کا مطلع ہے۔

مردِ خلیق و خوشتر گاندھی مہاتما تھا
سب رہبروں کا رہبر گاندھی مہاتما تھا

اِس نظم میں شاعر نے گاندھی جی کی شخصیت ان کے عزم و استقلال اور لیڈر

شب پر سادگی میں لیکن پُر اثر بات کی ہے۔ہم یہاں اِس نظم کے چند شعر بغیر کسی تشریح اور تبصرے کے اس لیے بھی پیش کر رہے ہیں کہ شاعر نے خوب صورت نغمگی سے سرشار ردیف میں اشعار جو معنی خیز ہیں گلدستہ بنا کر پیش کیا ہے۔

صدق و صفا کا مظہر گاندھی مہاتما تھا
اِس نور سے منور گاندھی مہاتما تھا

عہدِ شباب میں تھا بے باک مردِ کامل
پیری میں بھی دِلاور گاندھی مہاتما تھا

بحرِ فنا میں اکثر آکر سفینے ڈوبے
اِس بحر کا شناور گاندھی مہاتما تھا

جس جوہرِ وفا کی دُنیا کو جستجو ہے
وہ راستی کا جوہرِ گاندھی مہاتما تھا

انگریز جس کی ہیئت دُنیا پہ چھارہی تھی
لرزاں تھے جس سے اکثر گاندھی مہاتما تھا

اپنے وطن کی خاطر قرباں جان کردی
یعنی شہیدِ اکبر گاندھی مہاتما تھا

نیرنگ سرحدی نے تیسری نظم مہاتما گاندھی اور ہندوستان میں بتایا ہے کہ جس طرف ملک جارہا اور جس میں غریبوں اور بیکسوں کا کوئی یار و مددگار نہیں وہ گاندھی جی کی فکر سے علاحدہ ہو چکا ہے۔گاندھی جی کے قتل کے بعد اس باغ کا مالی جو اس کی

نگہداشت اورنشو ونما کرے نظرنہیں آتا۔ مطلع کے بند کے دوشعر دیکھئے۔

اَے وطن کی سَر زمیں اَے رشکِ فردوسِ بریں
تجھ کو بخشی ہے یدِقدرت نے نُورانی جبیں
یوں تو شاد وخرم ہیں اب اِس زمیں کے سب مکیں
حیف لیکن اِس چمن کا باغباں اس میں نہیں

پھر سوال اٹھاتے ہیں کہ یہ وہ سحر تو نہیں جس کا انتظار تھا، جس کی ذمہ داری یہاں کے لیڈروں اور حکمرانوں پر ہے کہ ملک کو مشکلات اور خرابیوں سے دور کریں۔

کیا یہی نقشہ ہے اُس آزاد ہندوستان کا
کیا تصوّر ہے یہی اُس نیک دِل اِنسان کا
کیا یہی نعم البدل ہے رہبری کی شان کا
کیا تحفظ ہے یہی اُس قیمتی سامان کا
کل جو ضامن تھا ہر اِک فردِ زمانے کے لیے
آج خود محتاج ہے وہ دانے دانے کے لیے

میرے ہم وطنوں میں جینے کی ادا باقی نہیں
اِس کے مرد و زن میں پہلی سی حیا باقی نہیں
باغِ جنّت ہے وہی لیکن فضا باقی نہیں
ساکنانِ ہند میں خوفِ خُدا باقی نہیں
رشوتوں کی اِس زمیں میں گرم بازاری ہے آج
ہر جگہ نااہل کرداروں کی سرداری ہے آج

کاش سمجھیں اہلِ ہند اُن رہبروں کی شان کو
خون سے سینچا جنھوں نے کشتِ ہندوستان کو
درسِ آزادی دیا، تھا جس نے ہر اِنسان کو
جان بخشی جن شہیدوں نے تن بے جان کو

اُن کی قربانی کا بدلہ بَر ملا ہے صاف صاف
کیا ہو انجام اَے وطن والو! یہ گستاخی معاف

جب 27 رمئی 1964ء کو پنڈت جواہر لال کا انتقال ہوا تو مسدس کی شکل میں اٹھارہ شعر کا مرثیہ لکھا جس کے بعض اشعار پر علاّمہ اقباؔل کا طرز بیان کی چھاپ نظر آتی ہے۔ مطلع کے بند کے دو شعر دیکھئے۔

وائے حسرت حامیٔ اَمن و اَماں رُخصت ہوا
اہلِ عالم کے دلوں کا دِلستاں رُخصت ہوا

◆◆◆

اِس چمن کی شاخ پر تُو نے بنایا آشیاں
نغمہ زن ہیں گلشنِ ہستی کے طائر سب جہاں

◆◆◆

بابِ جنّت اے جواہؔر تیرے آگے باز ہے
سُوئے فردوسِ بریں تو مائل پرواز ہے

◆◆◆

تیری میّت سُوئے جمنا آج زیبِ دوش ہے
باغبانِ گلستاں ہندوستاں خاموش ہے

آخر میں اپنے دل کو شاعر مطمئن کرتا ہے۔

اور ہوں گے اِس چمن میں جاں نثارانِ چمن
ہوگا فردوس بریں سے بھی سوا تیرا چمن
روشنی دیتی رہے گی چار سُو یہ انجمن
چلتی جائے گی یونہی اپنی روایاتِ کُہن

جب بھارت کے وزیر اعظم لال بہادر شاستری کا تاشقند میں انتقال ہوا جو تاشقند معاہدے کے لیے روس گئے ہوئے تھے تو سارے بھارت میں غم کی لہر پھیل

گئی۔ نیرنگؔ سرحدی نے بھی چند قطعات لکھے ہم صرف ایک قطعہ اور قطعوں کے کچھ منفرد شعر یہاں نقل کرتے ہیں جو سادہ اور سلیس ہیں۔

چُھپ گیا روس میں وہ ماہِ مبیں
ہوگیا عرش پر وہ خُلد نشیں

•••

ہائے بھارت کا پاسباں نہ رہا
راس پردیس کی نہ آئی زمیں

•••

مُردنی چھا گئی ہے گُلشن پر
ہائے رُخصت ہوئی بہارِ چمن

•••

گو بظاہر تھا خرقہ پوش وطن
باطناً شہریار بَن کے رہا

سبھاش چندر بوس کی پیدائش پر ایک تقریب منعقد کی گئی تھی جس میں نیرنگؔ نے یہ سات اشعار کی غزل نما نظم میں خوب صورت خراج عقیدت پیش کیا ہے یہ نظم سبھاش چندر بوس پر لکھّی جانے والی اُردو نظموں میں اپنی زبان و بیان اور مضمون کے لحاظ سے صف اوّل کی نظموں میں شمار کی جاسکتی ہے۔

اَے مایۂ صدنازِ وطن تیری قسم ہے
تیرا نہ کریں ذِکر اگر ہم تو ستم ہے

•••

ہمت کا تری چرچا ابھی تک ہے جہاں میں
افسانہ ترا دُنیا کے سینوں پہ رقم ہے

ہر ذرہ ہے رشکِ مہہ خورشید وطن کا
تو کاش اِسے دیکھتا، اِس بات کا غم ہے

•••

اب مردہ دِلی ختم ہوئی تیری بدولت
کیا تیرا یہ اِحسان وطن والوں پہ کم ہے

•••

مدت ہوئی قربان ہوئے راہِ وطن میں
تو زندہ ابھی تک ہے یہ لوگوں کا بھرم ہے

•••

ہوتا ہے تیرا ذِکر شہیدوں کے بیاں میں
مسجود جوانانِ وطن تیرا قدم ہے

•••

حیراں ہوں ترِی ہمتِ مردانہ پہ نیرنگؔ
عاجز ترِے اوصاف کے لکھنے سے قلم ہے

نیرنگؔ سرحدی نے پنجاب کے دوسپوت شہید سردار بھگت سنگھ اور شیر پنجاب لالہ لاجپت رائے پر دوخوب صورت نظمیں چار چار بند مسدس کی شکل میں لکھیں۔

شہید بھگت سنگھ کے لیے کہتے ہیں:

اے کہ تیرا نام ہے نقش و نگارِ انجمن
ترِا قصّہ دلنواز و دلفگارِ انجمن
اے کہ ترا خون ہے ذوقِ نثارِ انجمن
اے کہ تو ہے اب تلک بھی یادگارِ انجمن
تو ہوا قربان ناموسِ وطن کے واسطے
بُلبُلیں قربان ہوتی ہیں چمن کے واسطے

ہے کہیں منشائے اِنساں شان وشوکت کے لیے
یا کوئی وارد ہوا ہے اپنی شہرت کے لیے
عیشِ فانی کے لیے کوئی عبادت کے لیے
یا کوئی آتا ہے تعمیرِ حکومت کے لیے

♦♦♦

جب دلوں میں خاک سے تعمیرِ انسانی ہوئی
اہلِ دُنیا میں تری تخلیق لاثانی ہوئی
ترے حصّے میں رقم ایثار و قربانی ہوئی
تری قربانی سے دُشمن کو بھی حیرانی ہوئی

♦♦♦

تری ہستی اِک شعاعِ عشق باطل سوز ہے
زندگانی تری کتنی وائے درس آموز ہے

♦♦♦

تختۂ دارِ ستم پر تری قربانی ہوئی
پھول وہ ٹوٹا کہ گُلشن بھر میں ویرانی ہوئی

اُسی طرح شیر پنجاب لالہ لاجپت رائے کو شیر پنجاب کہہ کر چار مسدس کے بند میں اعتراف کیا ہے کہ وہ مجسمہ ایثار قربانی اور آزادی تھے۔ ہمارے درمیان ان کے خطوط جو انھوں نے سرسید احمد خان کو لکھّے تھے عمدہ سرمایہ ہے۔

دُشمنوں کی لاٹھیوں سے تیری قربانی ہوئی
تیری قربانی سے دُنیا بھر کو حیرانی ہوئی

♦♦♦

بارگاہِ ایزدی میں جاکے فریادی ہُوا
تو شہیدِ قوم ہوکر فخرِ آزادی ہُوا

زندگی کیا ہے فقط اِک درد کی آواز ہے
تھرتھراتی چند تاروں کا طلسمی ساز ہے
◆◆◆
طائرِ ہستی دمادم مائلِ پرواز ہے
تیری ہستی پر مگر تیرے وطن کو ناز ہے
◆◆◆
آرہی ہے یہ صدا کانوں میں سقف و بام سے
زندۂ جاوید ہے تو لاجپت کے نام سے
◆◆◆
آج اُس تیرے وطن کی سرزمیں آزاد ہے
یعنی انگریزوں کی چوکھٹ سے جبیں آزاد ہے

نیرنگؔ نے ایک سات بند مسدس میں آنجہانی پنڈت ہنس راج کا مرثیہ لکھا۔ ہم یہاں کچھ مصرعوں کو جمع کر کے مطلب پیش کرتے ہیں۔ شاعر نے صحیح کہا تھا کہ ع:
''ماتم کناں ہر ایک ترا ہنس راج ہے''

کل جو فضا تھی شہر کی اَب وہ فضا نہیں
محوِ خرام ناز اب بادِ صبا نہیں
وہ کون سا بشر ہے جو ماتم سرا نہیں
ہے کون سی جگہ جہاں چرچا ترا نہیں
◆◆◆
ہندو چلا گیا نہ مُسلماں چلا گیا
اپنی زمیں کا آج اِک انساں چلا گیا
◆◆◆
آزاد ہو کے بندِ غمی شیرِ نر گیا
اُس کی تلاش ہے کہ کہاں ہے کدھر گیا

جادو بھرا ہُوا تھا وہ تیرے بیان میں
تقریر وہ کہ جس میں تھا جادو بھرا ہُوا

نیرنگؔ سرحدی کو سرحدی گاندھی خان عبدالغفار خان سے دلی لگاؤ تھا۔ وہ لکھتے ہیں: ''ہم خان صاحب کے ساتھ سرخ پوش گروہ میں شریک تھے اور اسی گروہ میں فیضؔ بھی آتے جاتے تھے۔'' خان عبدالغفار پر نیرنگؔ نے اپنی سوانح حیات کے علاوہ دوسرے مقامات پر بھی ذکر کیا ہے۔ انھوں نے دو نظمیں ''عبدالغفار، عید اور وطن'' مثنوی کی ہیئت میں لکھی اور ''خان عبدالغفار خان کو سلام'' مثنوی کی شکل میں سولہ شعر کی مثنوی لکھی ہے۔ جو ہم پہلے پیش کر رہے ہیں۔

نیرنگؔ نے یہ نظم لکھنؤ میں پڑی۔ وہاں کے اُردو ادب کے کارکنان نے نیرنگؔ سرحدی کو ''مجاہد حُب وطن'' کا خطاب دیتے ہوئے کہا۔

''اِس نظم کے سننے کے بعد آج مجھے حبِ وطن کے صحیح مطلب سے آگاہی ہوئی۔ لہٰذا میں بحثیت محل یو۔ پی ''ادارہ سخن داں'' کے نائب صدر جناب نیرنگؔ سرحدی کو ادارہ مذکور کے اصول کے تحت ''محبِّ وطن'' کے خطاب سے مخاطب کر رہا ہوں۔''

نیرنگؔ نے پہلے اُس سرزمین جس سے خود ان کا تعلق تھا خوب صورت منظرکشی کر کے پٹھانوں کا ذکر کیا اور پھر خان عبدالغفار خان کا تعارف اور تعریف کی۔ پوری نظم مجموعہ میں موجود ہے ہم یہاں پر چند شعر پیش کرتے ہیں۔

اُس سرزمین کا نام پٹھانوں کی ہے زمیں
دُنیا میں جس زمین کا ثانی کوئی نہیں

◆◆◆

دیکھا کبھی ہو جا کے علاقہ وہ پار کا
شاید سُنا ہو نام بھی عبدالغفار کا

وہ آسمانِ حُسن کا ماہِ تمام ہے
ہر ایک خان، خان کا اَدنےٰ غلام ہے

◆◆◆

بس سادگی ہی سادگی اُن کے اُصول ہیں
اُن کی نظر میں رنگِ تکلّف فضول ہیں

◆◆◆

ہر اِک بشر کے دِل میں سمائی ہے اُس کی چاہ
کہتے ہیں سب پٹھان اُسے خان بادشاہ

◆◆◆

حبِ وطن سے کام شب و روز ہے اُسے
رکھتا یہی خیال جگر دوز ہے اُسے

◆◆◆

صد حیف ایسا شیر ہو جیلوں میں خستہ حال
اب تک کسی کے دِل میں نہ آیا ہے کچھ مَلال

◆◆◆

حبِ وطن نہیں ہے مری جاں کوئی قصور
قیدِ گراں سے شیر وہ نکلے گا اب ضرور

اس تحریر کے آخر میں ہم ''عبدالغفار عید اور وطن'' مثنوی کے چند اشعار نقل کرتے ہیں۔اس مثنوی میں نیرنگ نے اپنے احساسات اور دلی جذبات کو اپنی پرانی یادوں میں شامل کر کے عمدہ طریقے سے پیش کیا ہے۔

مطلع میں کہتے ہیں:

زمینِ سرخ پوش شانِ پشاور یاد آتی ہے
بزرگانِ سلف کی یاد دِل میں گدگداتی ہے

ع : وہی نغمے بَلابَل کے وہی سُر وسُمن اپنے

ع : پئے گُل گشتِ شاہی باغ کی جانب رواں ہونا

ع : وہ گھنٹہ گھر سے آگے گورگٹھڑی سے گُزر جانا

ع : کنگھم پارک کے پھولوں کا منظر دِل کشا ہونا

ے : زیارت گاہِ دِل وہ آستانہ بادشاہ خاں کا
جہاں اب تک بھی سر جھکتا ہے اِس ناچیز وناداں کا

◆◆◆

ے : وطن والو! مُبارک ہو یہ نغمے جانفزا تم کو
رکھے شاداب و سرسبز خرمِ دائم خدا تم کو

از ذوقِ دل کلام بگویم بفارسی (نیرنگؔ)

نیرنگ سرحدی کی فارسی شاعری

(قند پارس ولطفِ عجم)

نیرنگؔ سرحدی نہ صرف فارسی زبان کے معلّم تھے بلکہ وہ فارسی زبان کے منشی فاضل بھی تھے۔ وہ جوانی میں سیاحوں کو افغانستان کے سفر پر گائیڈ بن کر لے جایا کرتے تھے۔ ان حقایق کو نیرنگؔ نے ایک فارسی خط میں بھی لکھا ہے، جواس کتاب میں شامل ہے۔ نیرنگؔ سرحدی نے جواپنی منظوم سوانح چھتیس (36) مسدس کے بند میں لکھی وہ فارسی اور اُردو میں ہے۔ نیرنگ سرحدی کے کلام کی اشاعت ان کے دل ہی میں گھٹ کر رہ گئی لیکن اس کوان کے فرزند نریش نے احسن طریقے سے شائع کیا۔ نیرنگؔ نے شاعری کی بیاض میں اپنے ہی خط سے ایک صفحے پر اس کو''قند پارس و لطفِ عجم'' کا نام دے کر''حصّہ سوم'' لکھ کر دستخط کی اور تاریخ 25رمئی 1968ء لکھی۔

ہم اس تحریر میں نیرنگؔ کا ہی منتخب فارسی کلام جو قطعات وغزلیات پر مشتمل ہے پیش کریں گے۔انھوں نے اپنی سوانح حیات میں چار بند فارسی میں لکھ کر مزید بعض اُردو بند کے ٹیپ کے شعر بھی فارسی میں لکھے ہم یہاں ان کا سلیس ترجمہ اس لیے بھی پیش کررہے ہیں کہ سب قارئین کو سمجھنے میں سہولت ہو۔ نیرنگؔ سرحدی غالبؔ کے کلام کے عاشق تھے اس کی ایک خاص وجہ یہ بھی تھی کہ وہ غالبؔ کی اُردو اور فارسی شاعری سے واقف تھے اور یہ سعادت ہر شخص کے حصّہ میں نہیں آتی۔ نیرنگؔ سرحدی کا جو فارسی کا انتخاب ہے اس میں حسب ذیل منظومات ہیں۔

ف۱ : فارسی میں ایک خط جس کا اُردو ترجمہ راقم نے کیا ہے اس مجموعہ میں شامل ہے۔

ف۲ : سوانح حیات میں شامل چار بند اور پانچ مفرد شعر یعنی کل سترہ شعر جس کا ترجمہ راقم نے کیا اور یہاں موجود ہے۔

ف۳ : فارسی کی پانچ غزلیں جن کے مجموعی اشعار کی تعداد چالیس ہے جو راقم کے ترجمہ کے ساتھ موجود ہے۔

ف۴ : تین قطعات جن کے مجموعی اشعار کی تعداد چھے ہے۔

ہم اِس مختصر تحریر میں فارسی شاعری کا انتخاب در انتخاب کر کے یہ بتانا چاہتے ہیں کہ نیرنگؔ کو فارسی شاعری پر مکمل عبور تھا۔ افسوس یہ تھا کہ فارسی سنّنے اور سمجھنے والے موجود نہ تھے۔ ورنہ یہ فارسی شاعری کا قدرتی چشمہ اپنی بہار پوری طرح سے دکھاتا لیکن پھر بھی سنگلاخ زمینوں کو عبور کرتا ہوا یہ چشمے کا شرین پانی ہمارے ساغر تک پہنچ گیا جس کا لطف آج ہم سب لے رہے ہیں۔ اگر چہ یہ تو نیرنگ سرحدی کا دل ہی بتائے گا کہ انھوں نے جو دل سے نکلی درد سے بھری حقیقت کو بیان کرتے ہوئے کہا تھا۔

ع : شاعرِ ہندوستان ہونا خدا کا قہر ہے

نیرنگؔ سرحدی نے کسی زبان کی تخصیص نہیں کی لیکن ان کا اشارہ اُردو کی طرف زیادہ تھا جب اُردو کے شاعر کا یہ حال ہو تو فارسی کا غم کسی سے کہیں۔ ہمیں نہیں معلوم کہ فارسی کا وہ خط جو ہمارے ترجمے کے ساتھ اس دیوان میں شامل ہے کس کے لیے لکھّا گیا تھا جس میں نیرنگؔ نے اپنی علمی ادبی تعلیمی اور ثقافتی قابلیتوں کو بیان کر کے یہ کہا تھا کہ اگر مجھے کسی سفارت یا کسی کلچرل ہاوز میں جو فارسی زبان کے مما لک میں ہیں بحیثیت مشاور بھیجا جائے تو میں ملک کے لیے بہت مثبت کام کر سکتا ہوں لیکن افسوس منفی ذہنوں نے نفی میں جواب دیا ہوگا تب ہی تو یہ فارسی کا عالم، شاعر اور معلّم برصغیر کے محاورے ''فارسی پڑھیں گے تو بیچیں گے تیل'' کا مصداق ہو گیا۔

- ہم یہاں دو قطعات ترجمے کے ساتھ پیش کرتے ہیں۔

نہ گنجِ مال و زر خوا ہم نہ شانِ قیصری خواہم
نہ جاہ و حشمتِ دُنیا نہ برکس برتری خواہم
بفضل خویش اَز لطفِ وکرم برمن نگاہی کُن
الٰہی! اَز درت نقدِ مَتاعِ شاعری خواہم

ترجمہ: نہ تو مجھے سونے اور گراں اشیا کا خزانہ چاہیے اور نہ روم کی بادشاہیت۔ نہ مجھے دُنیا کی عزت اور فخر اور نہ کسی پر برتری چاہیے۔ تو مجھ پر اپنے فضل و کرم کی نظرِ عنایت کر دے۔ میرے مالک تیرے درواے سے سچی شاعری کی دولت چاہتا ہوں۔

دانم مَتاعِ شعر و سخن ہم فضول نیست
در مجلسِ، ناقدرداں، رفتن اُصول نیست
خواہی زباں دراز ہم آنچہ مرا بگو
توہینِ شاعری مرا ہر گز قبول نیست

ترجمہ: میں جانتا ہوں شعر وسخن کی دولت معمولی چیز نہیں۔ اسی لیے ناقدروں کی محفل میں ہمارے جانے کا قاعدہ نہیں۔ آپ جو چاہیں زبان دراز مجھے کہیں لیکن شاعری کی توہن میں برداشت نہیں کر سکتا۔

نیرنگؔ سرحدی نے اپنے فارسی انتخاب میں جو پانچ فارسی غزلیں بیاض میں لکھّی تھی اُس کا سلیس اُردو ترجمہ راقم نے کر دیا ہے تاکہ معلوم ہو کہ یہ غزل کا شاعر جب فارسی غزل بھی کہتا ہے تو اپنا سکّہ منوالیتا ہے۔

ہم یہاں ہر غزل سے تین چار شعر نثری ترجمے کے ساتھ پیش کرتے ہیں۔

من آنم اِشتیاقِ دِیدنِ زلفت ہمی دارم
اَسیرے را دراِیں زندان زنجیرے پسند آید

ترجمہ : میں تری زلف کو دیکھنے کا صرف شوق رکھتا ہوں
اس قیدی کو زندان میں صرف زنجیر پسند ہے

◆◆◆

شوم چوں قتل اَز دستت مریزی آب در حلقم
شہیدے را بہ مقتل آبِ شمشیرے پسند آید

ترجمہ : جب ترے ہاتھ سے قتل ہوں تو پھر میرے حلق میں پانی نہ ڈال
تیرے شہید کو قتل گاہ میں تلوار کا پانی پسند ہے

♦♦♦

اگر خواہی بدامت مرغِ دل را مُبتلا سازم
شنیدہ ام کہ صیادے را نخچیرے پسند آید

ترجمہ : اگر تو چاہے تو اپنے مرغِ دل کو تیرے پھندے میں گرفتار کردوں
میں نے سنا ہے شکاری کو شکار پسند ہوتا ہے

♦♦♦

دِل نیرنگؔ ز گشتہ بہ مائلِ رنگینیِ عالم
نہ دارد احتیاجِ رنگ، تصویرے پسند آید

ترجمہ : نیرنگؔ کا دل دُنیا کی رنگینی کی طرف مایل نہیں
اگر تصویر پسند ہو تو پھر اس میں رنگ بھرنے کی ضرورت نہیں

♦♦♦

نیرنگؔ نے مشکل ردیف ''پسند آید'' میں خوب صورت رومانی غزل لکھّی لیکن اس میں بھکتی کی شاعری کا مزا بھی نشّہ دو بالا کر دیتا ہے۔ نیرنگؔ کا الفاظ پر اختیار اس نغمگی سے لبریز بحر میں فارسی کے عمدہ شاعر ہونے کی سند عطا کرتا ہے۔

بہر تیرے کہ بَرقلبم بیاید مہماں دانم
و ہر دردی کہ پیدا می شود آں ارمغاں دانم

ترجمہ : ہر تیر جو میرے دل پر لگے میں اُسے مہمان سمجھتا ہوں
ہر درد جو مجھے ملتا ہے اُس کو تحفہ سمجھتا ہوں

♦♦♦

گُمانم ہست در صحنِ چمن فصلِ بہار آمد
بہارے را کہ ہم دل خُوش نے باشد خزاں دانم

ترجمہ : یہ وہم ہے کہ چمن میں بہار آئی ہے
وہ بہار جس میں دل خوش نہیں میں خزاں سمجھتا ہوں

♦♦♦

غُلامش می شوم ہر کہ مرا لُطفِ زباں آرد
چُنیں دُشمن اگر پیشم بیاید مہرباں دانم

ترجمہ : میں ہر اُس شخص کا غلام ہوں جو مجھے زبان کا لطف دکھائے
اگر وہ دشمن بھی ہے سامنے آئے تو میں اُس سے مہربانی کروں گا

♦♦♦

چرا در محفل اہلِ زباں نآلم کہ من نیرنگؔ
زباں دانم، سخن دانم و اندازِ بیاں دانم

ترجمہ : کیوں اہل زبان کی محفلوں میں نیرنگؔ فریاد کرتا رہتا ہے کہ
میں زبان داں ہوں، سخن داں ہوں اور میں طرز بیان جانتا ہوں

♦♦♦

نیرنگؔ نے تیر کو جو معشوق کی طرف سے دل پر بیٹھے ''مہمان'' کہا ہے جو نیا مضمون ہے۔ یہاں ہم کو یہ بھی محسوس کرنا ہے کہ نیرنگؔ پشاوری پٹھان خان بھی ہیں اور سارے خطّے میں ان کی مہماں نوازی معروف ہے۔

سچ ہے کہ سچی بہار دل اور فکر میں ہوتی ہے اگر دل ویران ہو اور فکر غمگین تو لاکھ گلشن میں پھول کھلیں، بادِ صبا کے جھونکے چلیں، خوشبو مہکے دل میں بہار کا گزر نہیں ہوتا۔

اُردو غزل ہو کہ فارسی زبان کا درد اس کا چٹ خارہ اور اس کی گفتگو نیرنگؔ کی حدیثِ دلبری ہے اُس کے غلام بنّا جس کے پاس لطف زباں ہے وہی تو سخن شناسی،

سخن فہمی، سخن نوازی، سخن پروری اور سخن دانی ہے اور سچ تو یہ ہے کہ ان سب کے مجموعے کا نام نندلال نیرنگؔ سرحدی ہے۔

شکوۂ گردشِ ایّام کُنم یا نہ کُنم
ساقیا! ذِکرِمَے و جام کُنم یا نہ کُنم

ترجمہ : گردشِ ایام کی شکایت کروں یا نہ کروں
ساقی ساغر اور شراب کا تذکرہ کروں یا نہ کروں

♦♦♦

دام گیسوئے سیہ فام نگارے بینم
خواہشِ رسُتن زیں دام کُنم یا نہ کُنم

ترجمہ : کالے کاکل کے جال کو پھیلا ہوا دیکھ رہا ہوں
اس پھندے میں پھنسے کی خواہش کروں یا نہ کروں

♦♦♦

زخم تازہ برسد از غمِ جاناں بردِل
سجدۂ شکر بہرگام کُنم یا نہ کُنم

ترجمہ : میرے دل پر معشوق کے غم سے تازہ زخم لگا ہے
اس کا ہر قدم پر شکر کا سجدہ کروں یا نہ کروں

♦♦♦

فارسی کے ممتاز شعرا نے ''کنم یا نہ کنم'' کروں یا نہ کروں کی مرغوب ردیف اور غنایت سے سرشار چھوٹی بحر میں اچھے اچھے شعر کہے ہیں۔ نیرنگؔ ایک علمی شخصیت کے ساتھ ایک وسیع مطالعے کے آدمی بھی تھے۔ غالبؔ نے کہا تھا۔

ع : بنتی نہیں ہے بادہ و ساغر کہے بغیر

نیرنگؔ نے گردشِ ایام کے ساتھ گردش پیمانے کا دور ملا کر ایسا مطلع کہا ہے۔ جو سہل ممتنع میں ہے۔ ساقی سے شاعر نے خطاب کر کے گردشِ ایام کو شراب کے

نشے میں حل کر دیا۔ ہر چیز جو معشوق سے عاشق کو ملتی ہے اس کا شکر اس لیے بھی عاشق کرتا ہے کہ اس کا دل درد سوز گداز رنج و غم کا منتظر رہتا ہے اور یہی تو عشق کے واردات ہوتے ہیں۔ کہیں شاعر گیسوؤں کے پھندے میں پھنسنے کا خواہش مند ہے تو کہیں زخم کھا کر شکر کا سجدہ کرنے پر آمادہ ہے۔ مضمون کو چست الفاظ سے ایسا باندھا گیا ہے کہ ستار کے تار کی طرح مصرعے غزل میں تنے ہوئے ہیں صرف فکر کے مضراب کی ضرورت ہے کہ کوئی تار کو چھیڑ دے۔

ہر گناہی را اشتہار کُنم
حُسنِ رحمت را شرمسار کُنم

ترجمہ : ہر گناہ کو زیادہ کر کے
رحمت کے حُسن کو شرمندہ کروں گا

◆◆◆

زخم ہائے دِلم شگفتہ اَست
مَن چرا خواہشِ بہار کُنم

ترجمہ : میرے دل کے زخم تازہ ہیں
پھر کیوں بہار کی خواہش کروں

◆◆◆

دوستاں راچہ ذِکر اے نیرنگؔ
برعدُوے ہم اعتبار کُنم

ترجمہ : دوستوں کا نیرنگؔ کیا ذکر ہے
میں تو دشمنوں پر بھی اعتبار کرتا ہوں

◆◆◆

یہ غزل خاص موڈ میں رحمت باری کو جوش دلوانے کے لیے شاعر نے بندگی کے اعلیٰ معیار کو پیش نظر رکھتے ہوئے کہی ہے۔ شاعر کہہ رہا ہے کہ اگر میں گناہ نہ کرتا تو

پھر تو رحیم کیسے بنتا اور تری رحمت کیا کرتی، اِس لیے میں گناہ کرر ہا ہوں کہ تیری حُسن رحمت کو شرمسار کروں کہ مجھے ضرور معاف کردے۔ عاشق چاہتا ہے کہ درد وغم تازہ رہے ہمیشہ اس تازگی سے زندگی میں بہار رہے۔ شاعر بہت انصاف پسند اور آدمیت کا حامل ہے اس کی دوستی اخوت بردباری اور بخششیں نہ صرف دوستوں کے لیے ہے بلکہ وہ دشمنوں کے لیے بھی کھلے دل سے آگے بڑھتا ہے اور ان پر اعتبار کرتا ہے۔

اے دوستاں ز روئے من چادر مبر کشید
دَر دامن اِیں روئے سیاہ در آورم

ترجمہ : میرے دوستو میرے چہرے سے چادر مت کھینچو
کیوں کہ میرا کالا چہرہ نمایاں ہو جائے گا

◆◆◆

از تشنگی بہ چاہ زنخداں ہے روم
دیوانہ ام کہ خود را بہ چاہ در آورم

ترجمہ : پیاس کی شدت سے چاہ زنخداں کی طرف جارہا ہوں
میں دیوانہ ہوں شاید خود کو کنویں میں ڈال دوں

◆◆◆

از ذوقِ دِل کلام بگویم بفارسی
ورنہ کیم کہ خود را بجاہ در آورم

ترجمہ : میں دل کے ذوق سے فارسی شعر کہتا ہوں
ورنہ میری کیا حیثیت کہ میں یہ عظیم کام کروں

◆◆◆

چوں من شوم بہ محفلے نیرنگؔ سخن طراز
ہم از دہانِ مُردگان واہ در آورم

ترجمہ : نیرنگؔ جب کسی محفل میں شعر سناتا ہے تو

قدیم اساتذہ یعنی مردوں کے منہ سے تحسین و آفرین
حاصل کرلیتا ہوں اور واہ واہ کروا لیتا ہوں

♦♦♦

یہ پوری غزل عشق مجازی اور عشقِ حقیقی کے ساتھ جادۂ تسلیم و رضا کی حامل ہے۔اس غزل میں نو شعر مردّف ہیں۔ بندہ کفن میں مالک سے شرمسار ہے اسی لیے کہہ رہا ہے کہ میں روسیاہ ہوں چادر میرے منہ سے مت ہٹاؤ۔ عاشق کے لیے معشوق کا چاہ زنخداں ڈوب کر ابھرنے کے مماثل ہے کیوں کہ عشق کی حد جنون ہے جہاں عقل کا دخل نہیں بلکہ دیوانگی کی فرزانگی ہے۔نیرنگؔ نے یہ کہہ کر کہ دل کے ذوق وشوق کے لیے فارسی میں شاعری کرر ہا ہوں، ورنہ میرا کیا مقام اس عظیم زبان کے شاعروں میں شمار رہو سکوں عجز وانکساری سے کام ہے۔وہ ایک عمدہ کہنہ مشق فارسی کے شاعر ہیں اسی لیے تو نیرنگؔ مقطع میں تعلّی کر کے کہتے ہیں کہ جب میں محفل میں شعر سنا تا ہوں تو اساتذہ قدیم جو مر چکے ہیں ان سے داد تحسین حاصل کر لیتا ہوں۔

ندالم نانده اَست چه نسبتم آں پر جمالے را
دِل خُود را مُنّور ساخته اَم ایں خیالے را

ترجمہ : میں نہیں جانتا اب کیا نسبت باقی ہے اس پر جمالی سے
بس میں نے اپنے دل کو منوّر کیا ہے اس روشن خیالی سے

♦♦♦

ہمیں جامو لدو مسکن شده اَست ایں غیربے را
جُدا کردند بعد از مدتے ایں بدنصیبے را

ترجمہ : اُسی جگہ اِس غریب کی پیدائش اور گھر بھی تھا
ایک مدت کے بعد اس بدنصیب کو وہاں سے جدا کیا گیا

♦♦♦

اگر خواہد دلش، قاروں کند ہر روستائے را
شہنشاہے بگر داند اگر خواہد، گدائے را

ترجمہ : اگر وہ چاہیں تو ہر دیہاتی کو قارون کردیں
وہ اگر چاہیں تو ہر بھکاری کو شہنشاہ بنا دیں

◆◆◆

بدارم اِعتقادِ تام آں مردِ بزرگے را
بیاد آرم صُبحدم نام آں مردِ بزرگے را

ترجمہ : میں اس عظیم شخص کے نام کا معتقد ہوں
ہر صبح اس عظیم شخص کا نام لیتا ہوں

◆◆◆

زبانِ بہر زباں آموختہ اَم قدرِ آں دانم
اگرچہ نیست قدر من میانِ دوستاں دانم

ترجمہ : میں نے زبان، ادبی زبان کی طرح سیکھی ہے اس کی قدر جانتا ہوں
اگرچہ کہ میں جانتا ہوں میرے دوستوں میں مری قدر نہیں ہے

◆◆◆

شنیدہ اَم کہ پدرانم دبیر خالصا بوُدند
خُدارا یاد می کردند کہ مردان خدا بوُدند
زمینے کا شتند از مرزع اش اہل غنا بوُدند
ازیں بہتر خُداداند کہ آں دیگر کہ ہا بوُدہ
ازآں مردان کالے اِم مردِ با ہنر بوُدہ
او تشویقِ سیاحت و دائم در سفر بوُدہ

ترجمہ : میں نے سنا ہے کہ میرے باپ خالصا کے دبیر تھے
وہ ہمیشہ خدا کی یاد میں رہتے اور مردِ خدا تھے

کھیتی کی زمین کے مالک تھے اور خوش حال تھے
وہ اپنے مقام پر دوسروں سے بہتر تھے
کالی رام ان مردوں میں ہنرمند تھے
انھیں سیاحت کا شوق تھا اور ہمیشہ سفر کرتے تھے

◆◆◆

مرا شرفِ تلمذ شُد، بہ قدم فیضؔ احمد خاں
بدو زانو نشستہ ام بہ پیشِ خدمتِ ایشاں
رجوع خدمتش یک سال کردم با ہمہ یاراں
فنون شاعری آموختہ ام بیش از دگراں
نمی دانم کہ احسانش چگو نہ بر زباں آرم
نہ طرزِ گفتگو دارم کہ آں را درمیاں آرم

ترجمہ : مجھے فیض احمد خان سے شاگردی کا شرف ملا
میں نے ان کے سامنے شاگردی کا زانو تہہ کیا
میں ایک سال تک دوستوں کے ہمراہ ان کی خدمت میں جاتا رہا
شاعری کے فن کو دوستوں کی نسبت میں نے اُن سے زیادہ سیکھا
مجھے نہیں معلوم کہ ان کا احسان کو کس طرح سے زبان سے ادا کروں
نہ مجھے وہ گفتگو کرنے کا طریقہ ہے جس سے ان کا احسان ادا کرسکوں

◆◆◆

نکاح کردم و لیکن بامرادم دل نشد آنجا
کہ اولادے بچندے درمیاں شامل نشد آنجا
برائے مقصدِ من شاید آب و گل نشد آنجا
در ختے کا شتم لیکن ثمر حاصل نشد آنجا

بباغِ بامرادِ من گُل اوّل شگفتہ شد
شدہ بیدار بخت اینجا بآں جائے کہ خفتہ شد

ترجمہ : نکاح تو کیا لیکن دل کی مراد وہاں بر نہ آئی
مجھے وہاں اولاد نصیب نہ ہوئی
شاید اس کی وجہ یہ ہو کہ وہاں میرے حصّے کا پانی اور مٹی نہ تھی
میں نے جھاڑ تو بویا لیکن اس کا پھل نہ ملا
میرے مرادوں کے باغ میں میرا پہلا پھول کھِلا
اس مقام پر میرے نصیب جاگے جہاں میری قسمت خراب ہوئی

◆◆◆

نیرنگؔ کے کلام میں آزادی کی خوشبو

محبت کی زمیں ہوگی نیا دور زماں ہوگا

نند لال نیرنگؔ برٹش کولی نیزم (Colinism) کے دور میں پیدا ہوئے۔ وہ ایک آزاد منش تعلیم یافتہ، انسانی قدروں کے حامی ترپسند شاعر اور ادیب تھے۔ ان کی شاعری میں رُخ جاناں کے ساتھ ساتھ غم دوراں کی جلوہ نمائی بھی تھی جس میں وہ اپنی سوچ اور عمل سے مجبور تھے جیسا کہ اُن کے استاد فیض احمد فیضؔ نے کہا تھا۔

ع : لوٹ جاتی ہے اُدھر کو بھی نظر کیا کیجیے

وطن سے محبت اور وطن کے جاںنثاروں سے الفت اور آزادی کے پیغام کی تشہیر کے پرخلوص جلوے ان کی نگارشات میں بکھرے پڑے ہیں۔ برصغیر کی تقسیم سے پہلے کی زیادہ تر شاعری ضائع ہوگئی لیکن وہ کلام جو ان معرکوں میں انھوں نے انجام دیا تھا ان کے کارناموں اور قدروں کو خراجِ عقیدت دینے کے طور پر اس کلیات میں جگہ دی گئی ہے۔ اور اس کی تشریح اور تفسیر بھی راقم نے کی ہے۔ نیرنگؔ کے کلام میں آزادی، وطن اور مجاہد، عقیدتی معنی کے حامل ہیں۔ ان کی وطن دوستی منظر کشی سے زیادہ وطن کے باشندوں کی زندگی کو سنوارنے عوام کی مشکلات کو حل کرنے اور سرمایہ دار، جاگیردارنہ طبقاتی نظام سے نجات کا سامان فراہم کرنے میں نظر آتی ہے۔ یہ سچ ہے ہر دہی بیچنے والی اپنے دہی کو میٹھا کہتی ہے۔ ہر ماں کی نظر میں اس کا فرزند سب عزیز اور دلبر ہے اُسی طرح نیرنگؔ بھی جو مہاجرت کر کے ہندوستان کو اپنا وطن بناتے ہیں اس کے دلدادہ اور مدح خواں ہیں۔ وہ اس کو ترقی کے راستے پر مسلسل گامزن دیکھنا چاہتے

ہیں۔انھیں بھارت کی ہر چیز سے پیار ہے۔ وہ شرق اور غرب دونوں تہذیبوں اور تمدنوں کو قبول کرتے ہیں۔اقبالؔ نے کہا تھا۔

مشرق سے ہو بیزار نہ،مغرب سے خدر کر
فطرت کا تقاضا ہے کہ ہر شب کو سحر کر

نیرنگؔ بہرحال مشرق کے دلدادہ ہیں اور وہ مغرب کی ترقی سے مشرق کو سنوارنا بھی چاہتے ہیں، جس کا خوب صورت پیام انھوں نے اپنی ایک نظم ''کسی دوست کی امریکہ سے واپسی پر'' چھے بند کی مسدس نظم کے اٹھار اشعار میں کیا ہے۔ نیرنگؔ نے جہاں پر غربی دُنیا کی ترقی پر خوشی کا اظہار کیا،اس سے زیادہ بھارت کو آگے بڑھانے کی بات ہے،انھوں نے ان مقامات کو بھی پیش کیا ہے جسے غرب نہیں پیش کرسکتا۔ایک صحت منداور صحیح فکر شاعر سے یہی امید رکھّی جاسکتی ہے کہ وہ دُنیا کے ایک حصّے کو دوسرے حصّے کے منابع ذرائع اورامکانات سے سجادے۔

مُلکِ امریکہ سے آنا ہو مُبارک نوجواں
تیری اِس توقیر پر شاداں ہے ہر خُورد و کلاں

•••

سَیر کی ہے تُو نے امریکہ کے ارضِ پاک کی
تو نے دیکھی ہے زمیں واشنگٹن، نیویارک کی

•••

لوگ کہتے ہیں نرالی ہے وہاں کی سر زمیں
کوہ دَریا کے مناظر ہیں وہاں سحر آفریں

•••

کیا کوئی دریا وہاں پر ہمسرِ جمنا بھی ہے
کیا ہمالہ کی بلندی ہے وہاں گنگا بھی ہے

•••

تاج کی صورت عمارت کوئی دیکھی ہے وہاں
ہے زمینِ ہند پر جو یادگارِ شہِ جہاں

◆◆◆

کیا وہاں بھی دفن ہے کوئی محبّت کا نشاں
جس کے آگے سر جھُکاتے ہوں زمین و آسماں

◆◆◆

تُو نے امریکہ کے عِلم و فن سے پائی آگہی
تجھ کو بھارت میں نظر آئے اگر کوئی کمی

◆◆◆

منتشر کر دے وہاں عِلم و ہُنر کی روشنی

◆◆◆

روشنی میں ہو اضافہ تاکہ تیری ذات سے
پار بیڑا ہند کا ہو قلزمِ ظلمات سے

اسی طرح کے مضمون کوایک قطعے میں کہتے ہیں:

نرگس و لالہ و گُل سر و سمن لوٹ آئے
یعنی گلہائے چمن سوئے چمن لوٹ آئے
جن کی فرقت دِل احباب پہ تھی بار گراں
آج وہ جانِ وطن اپنے وطن لوٹ آئے

نیرنگؔ سرحدی کے کلام میں جو نظمیں ان موضوعات پر ملتی ہیں ان کی فہرست کچھ اس طرح ہے۔

- ہمارا ہندوستاں = یہ نظم مسدس کی شکل میں پانچ بند پر مشتمل ہے۔اس میں پندرہ شعر ہیں۔
- مادرِ ہندوستان = یہ نظم تین ترکیب بندوں پر مشتمل ہے۔اس میں پندرہ

شعر ہیں۔

- قوالی = یہ نظم مسدس کی شکل میں پانچ بند کی ہے جس میں پندرہ شعر ہیں۔
- شانِ وطن = یہ نظم مسدس کے سات بند یعنی اکیس شعر کی ہے۔
- ترانہ وطن = یہ نظم مسدس کے چھے بند یعنی اٹھارہ شعر کی ہے۔

ان نظموں کے علاوہ نیرنگ نے دیش محبت، جانثاری اور عوام بھگتی پر بھی نظمیں لکھ کر ان افراد کے عزائم، محنتیں، خدمت گزاری اور ترقی کے منصوبوں پر جن نظموں میں شعر کہیں ہیں ان کے یہ نام ہیں۔

- عزم جواناں ہند = یہ نظم پانچ بند یعنی پندرہ شعر کی ہے۔
- للکار = یہ نظم چار بند یعنی بارہ اشعار پر مشتمل ہے۔
- عزائم = غزل نما نظم آٹھ اشعار کی ہے۔
- ارادے = یہ نظم تین ترکیب بند پر مشتمل ہے جس میں پندرہ اشعار ہیں۔
- گوا کے شہیدوں کی یاد میں = یہ نظم نو شعر کی غزل نما نظم ہے۔
- نیا زمانہ عالم تخیل میں = یہ آٹھ شعر کی غزل نما نظم ہے۔
- یوم جمہوریت کے موقع پر = یہ نظم مسدس کی شکل میں چار بند یا بارہ اشعار پر مشتمل ہے۔
- اہنسا = یہ نظم مسدس کی شکل میں سات بند اور (۲۱) شعروں پر مشتمل ہے۔

نیرنگ نے اس کے علاوہ غزل کے اشعار اور قطعات میں بھی انہی مضامین کو پیش کیا ہے۔ دو قطعات یہاں نقل کیے جاتے ہیں۔

قطعہ

سُنایا ہے عنادِل نے ہمیں پیغامِ آزادی
الٰہی کس قدر پیارا ہے دِل کو نامِ آزادی
اب اس مدّت میں اتنا تو ہوا معلوم اے نیرنگ
غلامی کی سحر سے ہے حسیں تر شامِ آزادی

قطعہ

اَے خُدا ایسے بھی انسان ہوئے جاتے ہیں
جن کے ایثار پہ حیران ہوئے جاتے ہیں
تُو تو قربان ہُوا نامِ وطن پر لیکن
ہم ترے نام پہ قرباں ہوئے جاتے ہیں

اس تحریر میں ہم ایک درجن سے زیادہ نظموں کے کچھ منتخب اشعار اس لیے پیش کریں گے کہ اُن اشعار سے نظموں کا موضوع اور شاعر کا طرز بیان ظاہر ہوسکے اور قاری ان مطالب سے روشناس ہوکر اصل منظومات پر رجوع کر سکے۔ ان اشعار میں عامی سے عالم تک کے لیے ان کی فکر اور ضرورت کے مطابق مواد موجود ہے۔

نیرنگؔ کی نظم مادرِ ہندوستان سے دو بند یہاں نقل کیے گئے ہیں۔

دِل میں ہمارے حسرت و ارمان ہیں کئی
گھر ایک ہے مگر یہاں مہمان ہیں کئی
حاصل یہاں یہ عیش کے سامان ہیں کئی
لُطفِ کنار آب ہے، طوفان ہیں کئی
ہندو ہیں اِس میں اور مُسلمان ہیں کئی
عالمِ وید، حافظِ قرآن ہیں کئی
ہے ایک در مگر وہاں دربان ہیں کئی
دُشمن کی کیا مجال نگہبان ہیں کئی
صدیوں لپٹ کے سوئے ہیں اِس آشیاں سے ہم
پیدا ہوئے ہیں مادرِ ہندوستاں سے ہم

◆◆◆

اُونچا جہاں میں پرچمِ ہندوستاں رہے
یہ فکر ہے جہاں میں ہمارا نشاں رہے

ہندوستاں کی ہر نوا دردِ زباں رہے
ناقوس کی صدا رہے بانگِ اذاں رہے
بُلبُل کا شور شمعٔ سوزاں یہاں رہے
ہر شے یہاں کی رونقِ بزمِ جہاں رہے
دِل میں ہمارے عظمتِ ہندوستاں رہے
بیتاب منزلوں کے لیے کارواں رہے
نیرنگؔ نہ غم کریں جو گزر جائیں جاں سے ہم
پیدا ہوئے ہیں مادرِ ہندوستاں سے ہم

فراقؔ گورکھپوری نے کہا تھا۔ع:''قافلے آتے رہے ہندوستان بنتا گیا''

نیرنگؔ کی جو مسدس کی شکل میں ''ہمارا ہندوستان'' نظم ہے۔ یہاں ہم صرف مطلع اور مقطع کے بند کے ساتھ دو شعر بھی پیش کرتے ہیں۔ یہ اشعار خود اپنی بات بتا رہے اس لیے یہاں مزید سمجھانے کی ضرورت نہیں۔

ہمالہ سا پربت جہاں پاسباں ہے
جہاں آبِ گنگا و جمنا رَواں ہے
جہاں جلوہ افشاں ترنگا نشاں ہے
جو گاندھی کی بھُومی جواہر کی جاں ہے
کروڑوں عنادِل کا جو آشیاں ہے
ہمارا وہی دیش ہندوستاں ہے

کسی سے یہاں کا جواں کم نہیں ہے
مصائب ہوں ہر سو اُسے غم نہیں ہے
تلاطم میں بھی دیدہ پُرنم نہیں ہے
کوئی تفرقہ ان میں باہم نہیں ہے

جہاں شورِ ناقوس و بانگِ اذاں ہے
ہمارا وہی دیش ہندوستاں ہے

◆◆◆

جسے لوگ کہتے ہیں جنّت نشاں ہے
ہمارا وہی دیش ہندوستاں ہے

◆◆◆

بہاروں سے بہتر جہاں کی خزاں ہے
ہمارا وہی دیش ہندوستاں ہے

نیرنگؔ سرحدی نے ہندو اسکول ریواڑی میں ایک عمدہ قوالی کا انتظام کیا جس میں اسکول کے طلبا نے حصّہ لیا اور اس قوالی کے اسٹیج کو بھی خود نیرنگؔ نے اپنی نگرانی میں بنوا کر طلبا کو قوالی کے انداز سکھا کر پیش کیا تھا۔ یہ قوالی میں جو قول ہوتا ہے جس کی قوال تکرار کرتا ہے۔ مسدس کے بند کا آخری مصرعہ ہے ''وہ کون سی زمین ہے؟ ہندوستان ہے'' اس کے چند مصرعے سینے، اگرچہ کہ قوالی کا لطف قوال کی تکرار میں ہے۔

ع : وہ سر زمیں جو آج بھی فخرِ جہان ہے
ع : گردش میں جس زمیں کے لیے آسمان ہے
ے : اپنا وطن ہے وید اور گیتا کی سرزمیں
پیدا ہوئے ہیں رام و کرشن اور بدھ یہیں

◆◆◆

ے : گوبند اور بھگت دلاور یہاں ہوئے
سب دیوتا و پیر و پیمبر یہاں ہوئے

◆◆◆

ع : ہم ہی نے دی ہے روشنی سارے جہان کو

ہ : کیا کہنے جس زمین کی اِس درجہ شان ہے

وہ کون سی زمین ہے؟ ہندوستان ہے

نیرنگؔ سرحدی غزل، مسدس اور ترکیب وترجیع بند میں فن کے کمال کے ساتھ زبان اور طرز بیان کی سادگی دکھانے کا ہنر جانتے ہیں۔ ان کی نظم ''ترانہ وطن''، جو ترجیع بند میں ہے اس کے صرف چند شعر یہاں ہم لکھ رہے ہیں۔

عیاں برگ و بر سے بہارِ چمن ہے
جہاں خاک بھی رشکِ مشک ختن ہے
جہاں عیش سے دَامنِ دِل بھرا ہے
وہی رشکِ فردوس
میرا وطن ہے

محبّت کی دُنیا جہاں کامراں ہے
جہاں شورِ ناقوس بانگِ اذاں ہے
منادر مسجد کی حُرمت جہاں ہے
وہی رشکِ فردوس
میرا وطن ہے

جہاں میکدے ساقی و جامِ لاکھوں
ہزاروں گُل اندام گُلفامِ لاکھوں
جہاں مردِ مزدُور بھی اہلِ فن ہے
وہی رشکِ فردوس
میرا وطن ہے

بڑی اور عمدہ شاعری کا عنصر یہ بھی ہے کہ اس کے مطالب ذود فہم رہیں جیسا کہ ان نظموں سے ظاہر ہے۔ دوسری مسدس کی شکل میں اٹھارہ شعر کی نظم ''شانِ وطن'' ہے۔ اس نظم میں شاعر نے قدیم کو جدید سے مقابلہ کرکے وطن کی شان بڑھائی ہے۔

مُدت سے خوگرِ سِتمِ آسماں رہے
ہم محوِ انقلابِ زمین و زماں رہے
فصلِ بہار میں بھی ہم مثلِ خزاں رہے
مُنہ میں زبان رکھتے ہوئے بے زباں رہے
اظہارِ دل کے لفظ ہمیں یاد تک نہ تھے
یعنی مجازِ نالہ و فریاد تک نہ تھے

•••

وہ دِن گئے کہ مذہب و ایمان تھے کئی
ہندو کئی تھے اُن میں مُسلمان تھے کئی
اُن میں کئی ذلیل تھے ذی شان تھے کئی
سینے میں ایک دِل تھا اور ارمان تھے کئی
اب سرزمین ہند کا انسان ایک ہے
طائر تو بے شمار گُلستان ایک ہے

•••

ہر مرد گامزن ہے ترقی کی راہ پر
نازاں ہر ایک آدمی ہے عز و جاہ پر
رکھتا گدا بھی فوق ہے اب بادشاہ پر
ایواں کو برتری نہیں اب خانقاہ پر
ہم کو نصیب دولتِ امن و اماں ہے اب
گہوارۂ نشاط میں خورد و کلاں ہے اب

نیرنگؔ سرحدی ایک مشرقی شاعر ہیں۔ وہ صرف صبح آزادی کی پھیلی ہوئی روشنی سے مطمئن نہیں ہوتے بلکہ اس روشنی سے فایدہ اٹھا کر زیست کے مسایل کو ٹھیک کرنا چاہتے ہیں اس کے لیے وہ عزم، استقلال اور کوشش و جدوجہت کی ترغیب

کرتے ہیں۔ ہماری کامیابی اس بات پر بھی منحصر ہے کہ ہم اپنے ارادوں میں کتنے پکےاور مستعد ہیں۔ ذیل کے چند شعر جوایک ترکیب بند میں ہیں سینے۔

ہمارا عزم ہے خاکِ وطن کو آسماں کردیں
جو دِل کی بات ہے کیوں کر نہ ہم سب پر عیاں کردیں
نشاطِ چند روزہ ہم فِدائے آشیاں کردیں
بہاروں کو بلا کر اپنے گھر کا پاسباں کردیں
نئی تہذیب کی مشعل سے روشن ہر مکاں کردیں
نگاہِ اہلِ عالم قائلِ ہندوستاں کردیں
فریبِ اہلِ دُنیا اُن کی منزل کا نشاں کردیں
زمینِ ہند کا ہر فرد میرِ کارواں کردیں
یہاں کا ذرہ ذرہ رشکِ مہرِ ضو فشاں کردیں
حقیقت میں زمینِ ہند کو باغِ جناں کردیں

ہر قوم اور ملک کا قیمتی اثاثہ ان کی جوان نسل ہوتی ہے۔ آج کے پرآشوب دور میں دنیا نیوکلیر ہتھیاروں کے زور پر موت کے دروازے پر کھڑی ہے۔ یہاں ایک قوم اور ایک ملک کی تباہی تمام دُنیا کی تباہی محسوب ہوگی اسی لیے امن کے پرستاروں کا نعرہ ہے۔ "Live and let them Live" ہے۔ یہاں کچھ منتخب اشعار نظم ''عزمِ جوانانِ ہند'' کے پیش کیے جاتے ہیں۔

پیامِ امن ہمارا ہے اِک جہاں کے لیے
ہیں مثلِ بادِ صبا صحنِ گُلستاں کے لیے
ہیں رہنمائے سفر اہلِ کارواں کے لیے
صلائے عام ہے یارانِ مہرباں کے لیے
تلاش جس کی ہے ہم اُس کو پا کے چھوڑیں گے
ہم اپنے دیش کو جنّت بنا کے چھوڑیں گے

ہمارا عزم ہے دُنیا کی شانتی کے لیے
بڑھائے ہاتھ ہمیشہ ہی آشتی کے لیے
سہے ہیں رنج سدا غیر کی خوشی کے لیے
پیام سب کو دیا ہم نے زندگی کے لیے
نقوش اپنے جہاں پر بیٹھا کے چھوڑیں گے
ہم اپنے دیش کو جنّت بنا کے چھوڑیں گے

برصغیر کی آزادی کا موثر ہتھیار ''اہنسا'' یا "Non Violence" تھا۔ جس نے دُنیا کی عظیم طاقتِ سرمایہ داری کو جس کی نمایندگی اُس وقت انگلستان کر رہا تھا اور جس کے پنجے میں برصغیر اسیر تھا، شکست دی تھی۔ گاندھی جی اس تحریک کے قاید تھے۔ نیرنؔگ کی ایک نسبتاً طولانی نظم جو اکیس اشعار پر مبنی ہے اس کلیات میں ''اہنسا'' کے عنوان سے موجود ہے۔ اس مسدس میں زمانے کے حالات کو پیش کر کے اس کا علاج اہنسا کی صورت میں بتایا گیا ہے۔ ہم اس نظم کے بیالیس مصرعوں سے صرف دس مصرعے یہاں پیش کرتے ہیں جو آپ اپنی داستان بیان کر رہے ہیں۔

جانتا ہے ہر بشر دُنیا کے ہر اِک راز کو
خود بجانا چاہتا ہے زندگی کے ساز کو

◆◆◆

سب محبّت اور اَہنسا کے کرشمے ہیں عیاں
چار سُو دُنیا میں اَہنسا کا سکہ ہے رواں

◆◆◆

گُل اَہنسا کا کِھلا ہے وادیٔ پر خار ہیں
ہم نشینِ گُل کو ملتا ہے مزا آزار میں

◆◆◆

اَلغرض ہے سب اَہنسا سے نظام کائنات
تھم رہی ہے دستِ قُدرت میں زمام کائنات

ہاں اگر دونو جہاں میں چاہتے ہو آبرو
تو اہنسا کے اصولوں سے کرو تم گفتگو

علاّمہ اقبالؔ نے کہا تھا کہ: ''جو بات دل سے نکلتی ہے اثر رکھتی ہے''۔ نیرنگؔ سرحدی کے اشعار ان کے دل کی گہرائیوں سے اُبلتے ہیں جن میں صداقت کی چاشنی کا چٹخارہ بڑی دیر تک ذہن کو محفوظ رکھتا ہے۔ اگرچہ نیرنگؔ کی خاص توجہ بھارت پر ہے لیکن وہ دراصل تمام انسانوں کو خوش حال اور کامیاب دیکھنے کی آرزو رکھتے ہیں۔ وہ اس فرسودہ ستم گر، حق تلف، خود غرض معاشرے کو بدلنے کے لیے ایک نیا جہان کا تصوّر رکھتے ہیں۔ اپنی نظم ''نیا زمانہ: عالمِ تخیّل میں'' کے چند شعر دیکھیے

نئے سر سے لکھا جائے گا افسانہ ملائک کا
نئی حوریں، نئے غلماں، نیا باغِ جناں ہوگا

◆◆◆

دو بارہ اِس جہاں میں ہوگی پھر تخلیق آدم کی
یہ دُنیا تو نئی دُنیا نیا اِک آسماں ہوگا

◆◆◆

سمجھ لی جائے گی باطل یہاں تبلیغ مذہب کی
فقط دُنیا میں ہی اخلاق کا اُونچا نشاں ہوگا

◆◆◆

نہ سرمایہ پرستی ہوگی محوِ خواب بستر پر
نہ مزدوروں کی گردن پر کبھی بارِ گراں ہوگا

◆◆◆

نہ حد بندی، نہ جھگڑے، مفت میں ہوں گے زبانوں کے
محبّت کی زمیں ہوگی نیا دورِ زباں ہوگا

بارہ رتن

(قطعاتِ نیرنگؔ سرحدی)

جس سے نہ بجھے تشنگی اے حضرتِ نیرنگؔ
اُس ساغرِ مئے کو کبھی ساغر نہیں کہتے
''کعبہ میں مسلماں کو بھی کہہ دیتے ہیں کافر
بُت خانہ میں کافر کو بھی کافر نہیں کہتے''

زِندگی کو حُباب کہتے ہیں
اور زمانے کو خواب کہتے ہیں
اپنی شہرت کے واسطے نیرنگؔ
ہم ہر اِک کو خراب کہتے ہیں

ہندو نہیں سمجھے ہیں مُسلماں نہیں سمجھے
صد حیف کہ وہ مقصدِ ایماں نہیں سمجھے
کیا اہلِ زمانہ سے میں واقف نہیں نیرنگ
اب تک بھی جو انسان کو انساں نہیں سمجھے

آج کل گرمئی بازار فقط ہیں کپڑے
آدمیّت کے بھی آثار فقط ہیں کپڑے
کل تو اِنسان کا معیار تھا اخلاقِ بلند
آج انسان کا معیار فقط ہیں کپڑے

تعلیم کی کمی ہے نہ اسباق کی کمی
ہم میں نہیں ہے شہرتِ آفاق کی کمی
یوں تو ہر اِک چیز ہے ہندوستان میں
لیکن کوئی کمی ہے تو اَخلاق کی کمی

کوئی جُھک کر سلام کرتا ہے
ظاہراً احترام کرتا ہے
بے غرض آج کل زمانے میں
کون کس سے کلام کرتا ہے

اللہ رے یقین جو اہلِ جہاں پہ ہے
اور اعتبار اُن کی ہر اِک داستاں پہ ہے
اہلِ نظر سمجھتے ہیں اِس کی حقیقتیں
دِل میں نہیں وہ بات جو اُن کی زباں پہ ہے

عرش سے آئی ندائے دلفگار
شاعرِ باطل پرست او نابکار
مدحتِ انساں نہیں ہے شاعری
شاعری ہے مدحتِ پروردگار

کیے ہم پہ کیا کیا گماں دوستوں نے
مِٹایا ہمارا نشاں دوستوں نے
آثاثہ ہمارا تو دُونو نے لوٹا
مکاں دُشمنوں نے زباں دوستوں نے

میری ہستی بھی کوئی ہستی ہے
پارسائی نہ مے پرستی ہے
درد و غم کا ہجوم ہے دِل میں
ایک دُنیا یہاں بھی بستی ہے

حالتِ بے بسی سے ڈرتے ہیں
اور تِری بے رُخی سے ڈرتے ہیں
لوگ ڈرتے ہیں موت سے اکثر
ہم مگر زندگی سے ڈرتے ہیں

واعظ کی نظرِ تنگ میں کافر تھا اُن دنوں
کافرِ یہ جانتا ہے مسلماں ہوں آج کل
نیرنگ بدل رہا ہے زمانے کا رنگ خوب
طرزِ ادائے نو میں غزل خواں ہوں آج کل

غزل کے منتخب اشعار

(اس ترکش میں بہتر 72 تیر ہیں)

تگ و دو آج بھی انسان کی باغِ جناں تک ہے
ہوا رُسوا جہاں آدم نظر اُس کی وہاں تک ہے

♦♦♦

سیم و زر کا شاعری سے ایک فطری بیر ہے
''شاعرِ ہندوستاں ہونا خُدا کا قہر ہے''

♦♦♦

ادب جان سمجھو ادیبوں کی نیرنگؔ
تو قدرِ زباں ایک شاعر سے پوچھو

♦♦♦

محبّت کی ہے میں نے اعترافِ جُرم کرتا ہوں
گُناہ تھا، تو مزاجِ عاشقانہ کس لیے بخشا

♦♦♦

شعر جب تک نہ شعر ہو نیرنگؔ
ہم کبھی مرحبا نہیں کہتے

♦♦♦

چُھپا سکتا تھا اپنا رازِ دِل کیوں کر بھلا نیرنگؔ
غم وَ رنج والم ہی جب مِرے اشعار تک پہنچے

◆◆◆

رُوحِ نیرنگؔ مذہبوں کی قید سے آزاد ہے
واسط اُس کو نہیں ہے کفر اور اسلام سے

◆◆◆

وہی سب سے بھلے ہیں دُنیا میں
جو کسی کو بُرا نہیں کہتے

◆◆◆

بنتے ہیں سب حریف جہانِ خراب میں
آتے ہیں جب خراب کسی آدمی کے دِن

◆◆◆

یا تو کچھ آگئی کمی تیرے ہی اِلتفات میں
یا مِری دُعاؤں میں جو تھا اثر بدل گیا

◆◆◆

ناکامیوں کے بعد بھی پا دَر سفر تو ہے
منزلِ کی جُستجو میں بیچارا بشر تو ہے

◆◆◆

تم دیکھتے ہی رہ گئے اَغیار کی طرف
اور ہم فقط تمہاری نظر دیکھتے رہے

◆◆◆

نیرنگؔ! شاعری تھا مِرا مقصدِ حیات
معلوم کیا ہو حال مِرا شاعری کے بعد

◆◆◆

جب نماز آئی تو دُنیا میں مساوات آئی
اہلِ عالم میں مساوات کہاں تھی پہلے

◆◆◆

تعبیرِ خواب کچھ بھی کریں اہلِ دِل مگر
دُنیا ہے ایک خوابِ پریشاں مِرے لیے

◆◆◆

تم مؤذن بھی ہو، ناصح بھی ہو، واعظ بھی ہو، شیخ
یہ بتاؤ کہ کِسی وقت تم انسان بھی ہوئے

◆◆◆

عرش سے دُور اگر تیری تگ و تاز نہیں
تُو تو گنجشکِ فر و مایہ ہے شہباز نہیں

◆◆◆

وہی آوازِ حقیقت ہے جو دِل سے نِکلے
لَب سے نِکلی ہوئی آواز تو آواز نہیں

◆◆◆

واقفِ نہ غم سے ہو کوئی تیری نظر تو ہے
کافی ہے اس قدر بھی کہ تجھ کو خبر تو ہے

◆◆◆

کیا غم جو بند ہوگئے دَر ہائے زندگی
رَحمت کا دَر کُھلا ہوا شام و سحر تو ہے

◆◆◆

جب تک نہ ایک دیر و حرم کا ہو فیصلہ
میری جبیں ہے اور ترا سنگِ دَر تو ہے

◆◆◆

ہر اِک مقام ہے تیرا ہر اِک تِری منزل
کوئی بتا دے کہ سجدہ کہاں کہاں کرتے

◆◆◆

عزمِ سفر تو تھا مِرا جانبِ کعبۂ محترم
آپ کی دید سے مگر عزمِ سفر بدل گیا

◆◆◆

نہیں موقوف کچھ دَیر و حَرم پر حضرتِ واعظ
جہاں جُھک جائے سر سجدے میں اُس کو آستاں کہیے

◆◆◆

مُجھے بھی کچھ نہ کچھ نسبت ہے سرحد کے پٹھانوں سے
چلا جائے اگر سب کچھ وفاداری نہیں جاتی

◆◆◆

چمنِ دَہر میں آسُودہ نہیں ہے کوئی
گُلِ خوش رنگ کو بھی چاکِ گریباں دیکھا

◆◆◆

غم و آلام بھی فطرت کو بدلتے کیوں کر
جب گُلِ تر کی طرح خاروں میں خنداں بھی ہوئے

◆◆◆

کیوں نہ ہو چرخ تِری ہیچ نوازی کا گلہ
محوِ آلام یہاں اہلِ ہنر آج بھی ہے

◆◆◆

عِشق کی راہ میں ایسے بھی مقام آتے ہیں
نہ جہاں قید سے نے دام سے ڈر لگتا ہے

◆◆◆

کوئی کہہ دے زباں رکھنے کا مُنہ میں فائدہ کیا ہے
کسی کے سامنے جب داستاں ہم کہہ نہیں سکتے

◆◆◆

غمِ حیات سے پائی ہے آگہی میں نے
تمام عُمر غموں میں گُزار دی میں نے

◆◆◆

ہم تو ہر بات پر ہیں چُپ لیکن
آپ کہیے کہ کیا نہیں کہتے

◆◆◆

کی گفتگو تو دِل کی شگفتہ کلی ہوئی
نیرنگ کی زبان، زبانِ بہار ہے

◆◆◆

جدید رنگ میں لکھتا ہوں اب غزل نیرنگؔ
قدیم رنگ ہو جب ناگوار کیا کہیے

◆◆◆

آئے گی میری یاد مِری زندگی کے بعد
ہوگی نہ روشنی کبھی اِس روشنی کے بعد

◆◆◆

پسِ حیات یہی شعر ہوں گے اَے نیرنگؔ
علاوہ اِس کی تری یادگار کیا ہوگی

◆◆◆

فرقہ واروں کی یہ بستی ہے جسے دُنیا کہیں
کاش رہتا مَیں اِسی بستی میں اِنسانوں کے ساتھ

◆◆◆

میکدے میں نماز پڑھ لیں گے
کاش ساقی اِمام ہو جائے

◆◆◆

مجھے منظور ہے فاقہ کشی کی آگ میں جلنا
مگر احساں کمینوں کا گوارا ہو نہیں سکتا

◆◆◆

بے نیازی تِری عادت ہی سہی
عِشق سے صاف یہ انکار نہیں تو کیا ہے

◆◆◆

کسی کے مُصحفِ رُخ پر نظر رہتی ہے نیرنؔگ کی
خُدا کی شان کافر بھی مسلماں ہوتے جاتے ہیں

♦♦♦

یہ ہے وہ سرزمیں جس میں رواداریٔ مذہب ہے
برابر احترام گیتا و قرآن کرتے ہیں

♦♦♦

فکر رہتی ہے یوں مجھے ہر دم
درد بڑھ کر دوا نہ ہو جائے

♦♦♦

غزل خوانی میں ہوں پیدا نئے انداز اے نیرنؔگ
یہ افسانے تو دُہرائے ہوئے معلوم ہوتے ہیں

♦♦♦

گامزن ہوتا ہوں جب شیخ حرم کی جانب
ہر قدم پر مجھے بُت خانہ نظر آتا ہے

♦♦♦

شبِ فرقت میں ملا غم کا سہارا مجھ کو
دیدۂ شوق میں برسات کہاں تھی پہلے

♦♦♦

نہیں معلوم کیوں کر ہوں، کہاں ہوں، کون ہوں نیرنؔگ
میں جس کے پاس آیا ہوں وہ پہچانے تو اچھا ہے

♦♦♦

اَجل کچھ انتظارِ چند روزہ اور بھی کرلے
کہ دُنیا کو ابھی مجھ سے بہت سے کام باقی ہیں

•••

مِری خودی سے کسی کا مقابلہ کیا ہے
ہوں سُر بلند قفس میں بھی آشیاں کی طرح

•••

دِلِ شاعر کا سارا خشک ہوتا ہے لہو اس میں
کہیں ہوتی ہے جا کر پختہ کاریِ سخن برسوں

•••

یہی پہچان ہنر مند کی ہوتی ہے ندیم
وُہ زمانے میں ہوا کرتے ہیں نادار بہت

•••

آبرو، صحت و خُود داری و شکلِ انساں
غرض ہر چیز بگڑ جاتی ہے تقدیر کے ساتھ

•••

کس بات کی نیرنگؔ ہے کمی جب کہ خدا نے
بخشی ہے تجھے دولتِ ایمان زیادہ

•••

عنادل کی طرح آہ وفغاں جب تک نہ ہو نیرنگؔ
رُموزِ گل سے تو ہرگز شِناسا ہو نہیں سکتا

•••

حریمِ عشق میں خاموش ہیں صدائیں بھی
نماز ہوتی ہے لیکن اذاں نہیں ہوتی

♦♦♦

بہا نہ اَشک مآلِ شباب پر نیرنگؔ
چمن ہے کون سا جس میں خزاں نہیں ہوتی

♦♦♦

مرا ذوقِ تمنا خود مِری منزل کا جویا ہے
بلا سے کوئی میرِ کارواں باقی نہ رہ جائے

♦♦♦

اے تہی دست مَیں تیری طرح نادار نہیں
میرے ورثے میں ہے باقی غمِ جاناں اب تک

♦♦♦

یُوں تو ہر چیز زمانے میں گراں ہے لیکن
ایک انساں ہے جو قیمت میں ہے ارزاں اب تک

♦♦♦

دانے دانے کو ترس کر جس نے دُنیا چھوڑ دی
پھر کوئی اُس کی بنانے یادگار آیا تو کیا

♦♦♦

عِشق اللہ کی رحمت کا نشاں ہوتا ہے
سب کی قِسمت میں یہ اعزاز کہاں ہوتا ہے

♦♦♦

عُمر پر کچھ نہیں موقوف جوانی کی بہار
وہ جواں ہوتا ہے دِل جس کا جواں ہوتا ہے

◆◆◆

ہو نہ سجدوں کی تڑپ جس میں وہ پیشانی کہاں
دِل کسی پر جب نہ قرباں ہو تو قربانی کہاں

◆◆◆

کعبے میں نہ بُت خانے میں نے کُوئے بتاں میں
تسکین کی صورت نظر آئی نہ جہاں میں

◆◆◆

کیوں نہ اے نیرنگؔ میں خود خادم الشعرا کہوں
اِن سے ہی تو میں شناسائے زباں ہوتا گیا

◆◆◆

پارسائی کی شرائط پیرِ میخانہ سے پوچھ
ترکِ خورُد و نوش سے تو پارسا ہوتا نہیں

◆◆◆

دارِ منصور چہِ یوسف و جُوئے فرہاد
عشق کی راہ میں حائل نہیں ہونے پاتے

◆◆◆

دَورِ حاضر کی سیاست ہے زبانوں کا فساد
کیا مسائل ہیں کہ جو حل نہیں ہونے پاتے

◆◆◆

یوں تو ہے ساری زندگی کی زندگی غزل
دِل ہے اگر مکان تو ہے روشنی غزل

♦♦♦

وفا شعار جو کل تک حبیب کہلائے
وہ پوچھتے ہیں کہ تو کون ہے کہاں کا ہے

♦♦♦

خدا کرے کہ نہ سمجھے کوئی سیاست کو
کہیں ہے جھگڑا زمین کا کہیں زباں کا ہے

♦♦♦

ہزار افسوس ہے ایسی زمیں پر حضرتِ نیرنگؔ
جہاں مجبوریوں میں شاعرِ خود دار بکتے ہیں

♦♦♦

یوں تو ہے ساری زندگی کی زندگی غزل
کس درجہ مجھ کو تجھ سے ہے وابستگی غزل (نیرنگ)

نندلال نیرنگ غزل کے شاعر ہیں، غزل ان کی حدیثِ دل ہے جس میں وہ اپنی رودادِ زندگانی اور مشاہداتِ کائنات عمدہ طریقے سے بیان کر سکتے ہیں۔ کسی شاعر نے غزل کے بارے میں سچ کہا ہے کہ

غزل میں ذات بھی ہے اور کائنات بھی ہے
ہماری بات بھی ہے اور تمہاری بات بھی ہے

یعنی یوں کہہ سکتے ہیں کہ ع: جو سنتا ہے اُسی کی داستاں معلوم ہوتی ہے، مگر غزل کہنا آسان نہیں کیوں کہ بقول عمدہ غزل گو شاعر فراق گورکھ پوری صرف حاصل خیز پختہ مطلب ومتن ہی غزل کی آن بان جان اور پہچان ہے یعنی اس میں کوئی چیز سوائے خام مضمون ومطلب و بیان کے خام نہیں ہوسکتا۔ شاید اسی لیے یہ بھی کہا گیا کہ ع: غزل اربابِ فن کی آزمایش ہے۔

غالب نے غزل کی تنگ دامنی کا شکوہ کیا جوان ہی کو جچتا ہے، ان کے مطالب اور تخیل کے بیان کو غزل کا ساغر کافی نہ تھا، غالب نے بالکل صحیح کہا تھا کہ ع: ''کچھ اور چاہیے وسعت مرے بیاں کے لیے'' لیکن کسی مغلوب شاعر نے کچھ اور سمجھ کر کچھ اس طرح سے کہا کہ معنی اس کے کچھ اور ہو گئے ؎

غزل اور تنگ دامانی کا شکوہ
سلیقہ ہو تو گنجایش بہت ہے

غزل پر ایک طرف گردن ''زدنی کا حکم'' دوسری طرف نیم وحشی صنف کا الزام تو تیسری طرف اُردو شاعری کی آبرو کا اس کے سر پر تاج رکھنے کی ہدایت، غرض آج کے گلوبل ویلیج اور اکیسویں صدی میں بھی نظم کے گلزار میں غزل کا خاص چمن ہے جس پر بلبل چہک رہے ہیں اور انہی بلبلوں میں نیرنگؔ سرحدی بھی نغمہ سرائی میں مشغول رہے۔ غزل کی جان تخیل ہے جو ہر اچھے شاعر کی پہچان ہے اسی لیے نیرنگؔ سرحدی ایک عمدہ غزل کے شاعر ہوتے بھی منفرد قطعہ نگار، مثنوی نویس اور خوب صورت نظموں کے خالق بھی ہیں۔

ہمارے اس کلیات میں نیرنگؔ سرحدی کی ڈیڑھ سو سے زیادہ غزلیں شامل ہیں۔ نیرنگؔ اُردو اور فارسی میں غزلیں کہتے تھے۔ عموماً ان کی غزلیں چھوٹی یا متوسطہ بحر میں ہوتی ہیں مگر بعض غزلیں طولانی بحر میں بھی ہیں۔ وہ قافیہ پیمائی نہیں کرتے تھے اور ان کی غزلیں کم از کم پانچ شعر اور زیادہ سے زیادہ گیارہ بارہ شعر کی ہوتی ہیں۔ ان کی غزلیں زیادہ تر ردیف دار یعنی مردّف ہوتی ہیں اور مقطع میں تخلص عموماً ہوتا ہے۔ ان کی غزل سلیس، سادہ، ہوتے ہوئے بھی فارسی، عربی الفاظ کے جاہ وحشم سے مزین رہتی ہیں۔ نیرنگؔ کی نظموں اور قطعوں میں اگر واقعہ نگاری، منظر کشی اور بیانیہ اپچ کی جلوہ گری ہے تو ان کی غزلوں میں داخلیت جذبات نگاری اور زبان برتنے کی ہنر مندی اپنے عروج پر ہے۔ نیرنگؔ چوں کہ فارسی کے معلّم اور قادر الکلام شاعر تھے۔ عربی، ہندی، پنجابی، سنسکرت اور انگریزی سے واقف تھے۔ اس لیے تخیل کو قرطاس کے جامعہ میں پیش کرنا ان کے لیے مشکل کام نہ تھا۔ نیرنگؔ کا مطالعہ وسیع، دقیق مشاہدہ، اور منفرد انداز بیان نے مل کر غزل کو عام غزل گویوں سے علاحدہ رنگ دیا جس کی زبان ٹکسال باہر نہ تھی۔ یہ سچ ہے کہ چراغ سے چراغ جلتا ہے، دُنیا میں باتیں دھرائی جاتی ہیں، اس کے باوجود نیرنگؔ کی غزل کی انفرادیت اور اس کا تیکھا پن جس میں طنز و مزاح کی چاشنی بھی موجود ہوتی ہے غزل کو پر اثر بنا دیتی ہے۔

نیرنگؔ سرحدی کی ایک مشہور آٹھ شعر کی مردّف غزل ہے جس کا مطلع ہے ؎

چمن میں تو نے مجھ کو آشیانہ کس لیے بخشا
کسی قابل نہ تھا تو آب و دانہ کس لیے بخشا

غزل استفہامیہ یا سوالیہ لہجے میں ہے اور سوال اپنے مالک اور خالق سے ہے۔اس میں زندگی کے مسائل اور روزانہ پیش آنے والے واقعات کا نقشہ نظر آتا ہے۔اگرچہ ہر شعر اکائی ہے لیکن اس میں شاعر کی تمام زندگی منعکس ہے۔اس غزل میں شاعر کی آپ بیتی اور کئی زاویوں سے دوسرے ہنرمندوں کی زندگی کے رخ نظر آتے ہیں۔ یہ رومانی، حُسن پرور شاعر، جو بلند پرواز اور عالم ہے، جسے ایسے مقام پر رکھا گیا ہے جہاں وہ گمنام ہے تو لوگوں کو اس کی قدر ومنزلت کا پتہ نہیں اسی لیے شاعر پوچھ رہا ہے کہ یہ شاعری کی سعادت جو بازو کے زور سے نہیں بلکہ عرش سے حاصل ہوتی ہے تو ع: ''شاعر بنا کہ کیوں میری مٹی خراب کی'' یہ خوب صورت غزل کے چار پانچ شعر جو خود سوال کے ساتھ ہیں سنیے۔

چمن میں تُو نے مجھ کو آشیانہ کس لیے بخشا
کسی قابل نہ تھا تو آب و دانہ کس لیے بخشا

◆◆◆

محبّت کی ہے میں نے اعترافِ جُرم کرتا ہوں
گُناہ تھا تو مزاجِ عاشقانہ کس لیے بخشا

◆◆◆

نصیبوں میں اگر میرے تھا پَستی کا مکیں ہونا
کَرم سے اپنے جذبِ طائرِانہ کس کا بخشا

◆◆◆

اگر گُمنام رہنے کی مجھے تلقین تھی یارَب
مِرے اظہار کو ذوقِ ترانہ کس لیے بخشا

اگر تذلیل تھی مقصود میری تیری دُنیا میں
تو علِم و فن کا مجھ کو یہ خزانہ کس لیے بخشا

•••

میرے جذبات جب دیتے ہیں پیغامِ بقا سب کو
مجھے ناقدرداں تُو نے زمانہ کس لیے بخشا

•••

زباں بندی کا میرے واسطے گر حکم تھا نیرنگؔ
تو مجھ کو پھر مذاقِ شاعرانہ کس لیے بخشا

نیرنگؔ سرحدی جیسے باذوق شاعر کو ریواڑی جیسا مقام ملا جہاں اُردو شاعری کے قدرداں کم تھے۔ بات یہ ہے کہ مشیت کا کوئی کام مصلحت سے خالی نہیں۔ اگر چہ نیرنگؔ کو اپنی زندگی میں اپنے مقام پر اپنے دور میں وہ شاعری میں مقام نہیں ملا جس کے وہ مستحق تھے لیکن شاید قدرت کو یہ منظور تھا کہ ان کے مرنے کے بعد ان کے کام کی تشہیر کی جائے چناں چہ آج تقریباً پچاس سال بعد تمام اُردو دُنیا میں ان کا کلام پہنچ رہا ہے جو ان کو عمرِ جاویدانی دے گا۔

میر تقی میرؔ سے نہیں بلکہ ولیؔ دکنی سے آج تک اُردو شعریت میں ''آہستہ آہستہ'' کی ردیف میں غزلیں موجود ہیں۔ تقریباً ہر بڑے شاعر نے بھی اس بحر اور اسی ردیف میں زور آزمائی کی ہے۔ نیرنگؔ نے بھی گیارہ شعر کی غزل لکھی اس کے دو شعر یہ ہیں۔

نہ گھبرا گر مُقدّر میں اگر تاخیر ہو جائے
بدلتا ہے سَدا دَورِ زماں آہستہ آہستہ

•••

ہجومِ غم میں اکثر مُسکرا کر بات کرتا ہوں
کسی پر ہو نہ رازِ دل عیاں آہستہ آہستہ

نیرنگؔ سرحدی نے جیسے کہا ہے کہ ان کی شاعری پر قدیم شعرا اور اساتذہ کا اثر ہے اگر چہ کہ وہ مقلد نہیں۔ ان مصرعوں میں زبان دیکھئے۔

ع : نکالا چاہتے ہو بزم سے اچھا خدا حافظ

ع : اگر اُس کی رضا مدِ نظر ہو حضرت نیرنگؔ

اسی غزل کے اس شعر میں صنعتِ اشتقاق اور صنعتِ مراعات النظیر سے محفوظ ہوتے ہوئے شعر میں بات برتنے کا انداز بھی ملاحظہ کریں۔

صنعت اشتقاق = نہ جانے، جانے والے

صنعت مراعاتِ النظیر = در، منزل، کارواں، روانہ، پہنچیں گے۔

ؔ نہ جانے، جانے والے کب در منزل پہ پہنچیں گے
روانہ ہو رہے ہیں کارواں آہستہ آہستہ

نیرنگؔ اگر چہ سکولر، ترقی پسند ذہنیت کے تخلیق کار تھے لیکن وہ وحدتِ پروردگار میں یقین رکھتے تھے وہ بھگتی کی محبّت اور عشق کے مسائل سے نہ صرف واقف تھے بلکہ جو اس کا عرفان تھا اس کے وہ یوگی بھی تھے۔ ان کے بعض عشقی شعروں میں عشقِ مجازی اور عشقِ حقیقی کی خوشبو محسوس کر سکتے ہیں۔

عِشق کی راہ میں ایسے بھی مقام آتے ہیں
نہ جہاں قید سے نے دام سے ڈر لگتا ہے

اپنے واجدان کی روشنی میں اپنا محاسبہ کرنے والا، اپنے نفس امّارہ سے لڑنے والا اپنے گزرے ہوئے پر توبہ کرنے والا بڑا دلیر ہوتا ہے۔ ان خصوصیات کی جھلک مقطع میں دیکھیں ؔ

جب نظر پڑتی ہے اَعمال پہ اپنے نیرنگؔ
مجھ کو گُزرے ہوئے ایّام سے ڈر لگتا ہے

نیرنگؔ کی غزل میں فطری رچاؤ اور بساؤ ہے اس میں الفاظ فطری طور پر کچھ مصرعوں میں ایسے کھپ جاتے ہیں کہ ان کی ساخت اور معنی آفرینی پر سہل ممتنع کا گماں

ہونے لگتا ہے۔صنعتِ تضاد اور سلیس سادگی کو دیکھیں ؂

کسی نامہرباں کو مہرباں ہم کہہ نہیں سکتے
قفس سونے کا بھی ہو آشیاں ہم کہہ نہیں سکتے

صنعت تضاد= نامہرباں-مہرباں، قفس-آشیاں

نہ جانے کیا اثر ہوتا ہے ہم پر اُن کی محفل میں
یہاں کہتے ہیں ہم جو کچھ وہاں ہم کہہ نہیں سکتے

جس پانچ شعر کی مردّف غزل کی مشکل ردیف ''ہم کہہ نہیں سکتے'' میں جو چھوٹی بحر میں نیرنگؔ نے گُل کھلائے ہیں اس میں مقطع میں ایک اضافت کے علاوہ کوئی ترکیب یا تلمیح سے استفادہ نہیں۔ نیرنگؔ جہاں موقع ہوتا ہے اپنی اُردو محبّت اور اس کے ساتھ ہونے والا معاندانہ برتاؤ پر دلیل دے کر احتجاج بھی کرتے ہیں۔

زیادہ اس سے توہینِ اَدب کیا ہوگی اے نیرنگؔ
بزرگوں کی زباں کو بھی زباں ہم کہہ نہیں سکتے

نیرنگؔ کی غزل نگاری میں تضاد اور تکرار نمایاں ہیں۔ نیرنگؔ بعض فارسی الفاظ، فارسی معنی میں استعمال کرتے ہیں، جیسے ذیل کے شعر میں تمیز ظاہر و باطن یعنی ظاہر اور باطن میں فرق کرنا۔ نیرنگؔ شاعری میں اعلان نون بھی جائز سمجھتے ہیں۔ جیسے ظاہر و باطن نیرنگؔ نے اساتذہ سے الفاظ کو معنی خیز بنانے کے لیے ''ی'' کا استعمال سیکھا ہے۔

تمیزِ ظاہر و باطن میں کس طرح کرتا
کسی سے دشمنی کی ہے نہ دوستی میں نے

صنعت تضاد= ظاہر-باطن، دوستی-دشمنی، ہے-نہ

غمِ حیات سے فارغ ہوں اس لیے نیرنگؔ
غمی کو سمجھا نہیں ہے کبھی غمی میں نے

اس شعر میں غم سے غمی تکرار، نہیں اور ہے کی تضاد شعر کو سنوار رہے ہیں، اگر

اُردو غزل میں چھوٹی بحر، جس کی منفی ردیف ''نہیں کہتے'' میں کہنے کا انداز، تکرار اور تضاد کے ساتھ دیکھنا ہو تو نیرنگؔ کی یہ آٹھ شعر کی غزل ضرور پڑھیے۔
مطلع اور مقطع دیکھیں ؎

نا روا کو روا نہیں کہتے
ہم صنم کو خدا نہیں کہتے
شعر جب تک نہ شعر ہو نیرنگؔ
ہم کبھی مرحبا نہیں کہتے

صنعت تضاد و تکرار = ناروا - روا، شعر - شعر، نہ - ہو

اشعار خود معنی بتا رہے ہیں۔ مقطع میں شعر کو شعر کہنے کے لیے شعر میں کیا شعری لوازمات اور بالیدگی کی ضرورت ہے، شاعر نے سہل ممتنع میں نہیں کہہ کر۔ ایک لفظ مرحبا میں شعر کی تحسین کا حق ادا کر دیا۔

؎ : آزماتے ہیں ایک بار جسے
ہم اُسے بارہا نہیں کہتے
ہم تو ہر بات پر ہیں چپ لیکن
آپ کہیے کہ کیا نہیں کہتے

•••

؎ : وہی سب سے بھلے ہیں دُنیا میں
جو کسی کو بُرا نہیں کہتے

نفسیات، اخلاقیات، رفتار و کردار یہ سب قدریں زندگی کی قیمتی اور انسان کی شناختی قدریں ہیں۔ شاعری، شاعر کی فکر کا آئینہ ہے۔ اگر ہم نیرنگؔ شناسی چاہتے ہیں تو اشعار کی روشنی میں ان کے اقدامات اور ان کے کلام کا مطالعہ کریں۔ غزل کے کارواں میں ہر شعر ایک مسافر کی طرح آپ اپنا تعارف ہے۔ گفتگو روزمرہ میں ہے جس کی نثر کیا ہو سکے جو خود نثری فقروں کے مانند ہیں۔ مصرعوں کے الفاظ کو چپ سے

کہنے میں، بھلے کو بُرا سے جدا کرنے میں ایسا استعمال کیا گیا ہے کہ مصرعوں کی روانی بہتا ہوا پانی معلوم ہوتا ہے اور یہ عمدہ شاعری کی شناخت ہے۔

نیرنگؔ سرحدی کی چھوٹی بحر میں ''کے بعد'' کی ردیف میں لکھّی گئی اس غزل کے بعض مصرعوں کی خصوصیت ان کی نغمگی ہے جو تکرار اور قافیہ دار الفاظ کی وجہ سے بڑھ گئی ہے۔ مطلع میں ہمیں میری، زندگی، ہوگی، کبھی روشنی کے ساتھ ساتھ میری، مری اور روشنی کی تکرار بھی ہے۔

شعر : آئے گی میری یاد مری زندگی کے بعد
ہوگی نہ روشنی کبھی اس روشنی کے بعد

نیرنگؔ کی زندگی فلک کی زیادتیوں کا نشانہ رہی انھیں یہ بھی تشویش تھی کہ جو شاعری ان کی زندگی کا مقصد تھی اس کا حشر ان کے بعد کیا ہوگا۔

شعر : مجھ کو ستم سے چرخ کے ہر گز گلہ نہیں
جانے گا مجھ کو وہ بھی مری دشمنی کے بعد

•••

ع : آتی ہے یاد آدمی کی آدمی کے بعد

شعر : نیرنگؔ شاعری تھا مرا مقصدِ حیات
معلوم کیا ہو حال مرا شاعری کے بعد

•••

ایک فارسی کا شاعر کہتا ہے یہ وسواس نہ کر کہ جب تو مر جائے گا دُنیا بھی تمام ہو جائے گی ہم نے دیکھا ہے ہزاروں شمعیں جل کر راکھ ہو گئیں لیکن دُنیا کی محفل جاری ہے۔

گماں مبر کہ تو بگذری جہاں بگزرو
ہزار شمع راکشتن ہنوز محفل باقیست

نیرنگؔ کہتے ہیں شعر

وہ حال ہوگا بزم جہاں کا مرے بغیر
ہوتا ہے رنگ بزم کا جو برہمی کے بعد

نیرنگؔ کی غزلوں میں دوتین شعر بڑے عمدہ ہوتے ہیں جن کی معنی آفرینی ان اشعار کو بڑی شاعری میں شمار کرواتی ہے۔ ہمیں معلوم ہے کہ وہ کثیر مطالعہ اور مشاق شاعر تھے جس کی بدولت ان کے اشعار میں گہرائی کے ساتھ گیرائی بھی ہے۔ ذیل کے دوشعر دیکھئے کس خوب صورتی اور آسانی سے کس قدر مشکل مضمون کو باندھا ہے۔

وہی آوازِ حقیقت ہے جو دِل سے نِکلے
لَب سے نِکلی ہوئی آواز تو آواز نہیں

•••

عرش سے دُور اگر تیری تگ و تاز نہیں
تُو تو گنجشکِ فر و مایہ ہے شہباز نہیں

دوسرے شعر پر اقبالؔ کا گہرا اثر ہے۔ انسان کے اختیار میں ہے کہ وہ زمان، مکان توڑ کر باہر جاسکتا ہے اس کے ''سلطان''، یعنی عشق کی ضرورت ہے۔ شہباز یعنی عقاب بلند پرواز ہے لیکن چڑیا ادنیٰ سا پرندہ ہے جس کی پرواز بلند نہیں۔ نیرنگؔ استعاروں میں شعر کے معنی روشن کررہے ہیں۔

میر انیسؔ نے کہا تھا۔

کسی کی ایک طرح سے بسر ہوئی نہ انیسؔ
عروجِ مہر بھی دیکھا تو دوپہر دیکھا

نیرنگؔ سرحدی نے ایک پانچ شعر کی مردّف غزل میں تین شعر میں اسی مضمون کو خوب صورت حُسنِ تعلیل کی صنعتوں میں پیش کیا۔ کہتے ہیں دُنیا کے چمن میں کوئی بھی آرام سے بسر نہیں کرتا، خوب صورت پھول بھی گریباں چاک کیے کھڑا تھا۔ کہتے ہیں بلندی پر بھی جا کر کوئی خوش نہ تھا ہم نے بلندی پر بادل کو بھی آنسوؤں سے روتے دیکھا۔ کس سے قسمت اور تقدیر کا شکوہ کریں، سب ہماری ہی طرح

پریشان تھے۔ ان مطالب کو کس خوب صورتی، چستی اور فنی دلکشی کے ساتھ شاعر نے پیش کیا ہے۔

چمنِ دہر میں آسودہ نہیں ہے کوئی
گُلِ خوش رنگ کو بھی چاکِ گریباں دیکھا

•••

نہیں مُمکن کہ بلندی پہ بھی راحت ہو نصیب
ہم نے اس اَوج پہ بادل کو بھی گریاں دیکھا

•••

کس سے محرومیٔ قسمت کی شکایت کیجیے
ہم نے اپنی ہی طرح سب کو پریشاں دیکھا

نیرنگؔ کی ایک گیارہ اشعار کی غزل میں عرفانیت کی جھلک تقریباً تمام شعروں سے چھلک رہی ہے۔ الفاظ کا دروبست مجازی اور حقیقی عشق کے درمیان گل کاری کر رہا ہے۔ شاعر مطمئن ہے اُسے غم روزگار شکست نہ دے سکے کیوں کہ اس کی جبین ایک ایسے آستانہ پر رکھی ہوئی ہے جہاں ناامیدی نہیں ہے۔ اشعار میں تسکین اور اطمینان کا لہجہ ملاحظہ ہو۔

کیا غم جو بند ہوگئے دَر ہائے زندگی
رَحمت کا دَر کُھلا ہوا شام و سحر تو ہے (تضاد: بند-کھلا، شام-سحر)

•••

یہ اور بات ہے کہ زباں سے نہ کچھ کہوں
اظہارِ رازِ دِل کے لیے چشم تَر تو ہے

•••

جب تک نہ ایک دیر و حرم کا ہو فیصلہ
میری جبیں ہے اور تیرا سنگِ دَر تو ہے

آخری شعر میں صنعتِ مراعات النظیر کی وسعت ملاحظہ ہو۔ (دیر، حرم، جبین، سنگِ در وغیرہ) نیرنگؔ کی غزل کی کامیابی کی وجہ یہ بھی ہے کہ وہ مضمون کو عروج پر پہنچا کر ایسی ضرب پر تمام کرتے ہیں کہ یہ اثر رکھے بغیر ختم ہوا امکان پذیر نہیں۔ شاعر کہہ رہا ہے کہ دُنیا میں فطرت کا جوش اور ہر پتّہ میں پروردگار کی صنّاعی، تمام مخلوقات میں خالق کی جھلک دیکھ رہا ہے لیکن اس کے ساتھ اشرف المخلوق انسانوں میں بڑے فرق اور تفریق کے مناظر، کہیں عیش وطرب تو کہیں ماتم وغم، کہیں خلوت تو کہیں جلوت، کہیں پُرخوری تو کہیں بھوک کی شدت دیکھ رہا ہے لیکن آخر سب کو ایک ہی سطح پر زمین کے نیچے دیکھ رہا ہے۔

رقصاں ہیں کہیں عیش و طرب شوق سے باہم
برپا کسی جا ماتم و غم دیکھ رہا ہوں

•••

جَلوت ہے گراں بار کِسی جانِ حزین پر
خلوت میں کہیں لُطفِ اِرم دیکھ رہا ہوں

•••

سب کچھ ہے بجا دیکھ مگر حضرتِ نیرنگؔ
میں زیرِ زمیں سب کو بہم دیکھ رہا ہوں

نیرنگؔ قادر اللکلام اور کہنہ مشق شاعر ہے اور وہ اسی لیے ڈیڑھ سو سے زیادہ غزلیات میں فن کی پختگی کے ساتھ ہنر نمائی بھی کرتے ہیں اگرچہ ان کی رغبت چھوٹی بحر جو مترنم اور مردّف یعنی ردیف کی حامل بھی ہو۔ یہ ہم سب جانتے ہیں ردیف مصرعے کے غنائی اثر کو بڑھا دیتی ہے۔ شاعر نے غزل میں خوب صورت تجربات کر کے غزل کے مزاج کو سمجھنے اور سمجھانے کی بھی کوشش کی ہے۔ ذیل میں ان کی آٹھ شعر کی چھوٹی بحر میں غزل کے مصرعوں کو دیکھئے جن میں صرف ایک لفظ قافیہ ہے اور باقی پوری ردیف۔

خاکساروں کو ہوش آجائے
شہریاروں کو ہوش آجائے

◆◆◆

تیری مژگان کے تصور سے
خارزاروں کو ہوش آجائے
محوِ گریہ اگر مجھے دیکھیں
آبشاروں کو ہوش آجائے

اسی طرح سے دولفظ کا ترکیبی یا مجموعی لفظ قافیہ میں رکھ کر دلکش معنی آفرینی بھی کرتے ہیں۔ جوایک کامیاب غزل گو کا ادنی سا کرشمہ ہے۔

گر پلا دے تو چشم میگوں سے
بادہ خواروں کو ہوش آجائے

◆◆◆

صحنِ گُلشن میں تیرے آنے پر
نُو بہاروں کو ہوش آجائے

◆◆◆

تُو ہٹا دے نقاب چہرے سے
چاند تاروں کو ہوش آجائے

یہاں ردیف کا کمال یہ ہے کہ ایک ہی قسم کے الفاظ مختلف موضوعات میں مختلف رنگوں کی دھنک سے مصرعہ کو رنگین تر بنا دیتے ہیں۔ نیرنگؔ سرحدی چوں کہ اُردو تہذیب کے علم بردار تھے وہ فارسی اور اُردو شاعری کے نباض بھی تھے انھوں نے نہ صرف تلمیحات اصطلاحات اور مذہبی نکات کو عمدہ طور پر اپنی شاعری میں برتا بلکہ انھیں استعارے اور علامات کا رنگ بھی دیا۔ نیرنگؔ کی شاعری اور بخصوص غزل میں مسجد و مندر، اذان و ناقوس، کلاہ و زنار، قرآن و گیتا، حرم و دیر، کعبہ و

بت کدہ، تسبیح وسمرن اور مختلف تصوف اور بھکتی کی شاعری کے عوام کی گفتگو عقیدتی تناظر اور بعض وقت طنز و مزاح کے چٹ خارے کے ساتھ ملتے ہیں۔ اس تمام نکات کے بیان کے لیے ہمارے پاس اس مضمون میں گنجائش نہیں، شاید آیندہ اسکالرس اس پر تحقیقی اور تنقیدی کام کریں گے۔ یہاں دو تین عمدہ شعر جدید مضمون کے ساتھ رقم کرتے ہیں۔

جب نماز آئی تو دُنیا میں مساوات آئی
اہلِ عالم میں مساوات کہاں تھی پہلے

•••

حریمِ عشق میں خاموش ہیں صدائیں بھی
نماز ہوتی ہے لیکن اذاں نہیں ہوتی

•••

کعبے میں نہ بُت خانے میں نے کُوئے بتاں میں
تسکین کی صورت نظر آئی نہ جہاں میں

•••

دارِ منصور چہِ یوسف و جُوئے فرہاد
عشق کی راہ میں حائل نہیں ہونے پاتے

•••

تگ و دو آج بھی انسان کی باغِ جناں تک ہے
ہوا رُسوا جہاں آدم نظر اُس کی وہاں تک ہے

•••

رُوحِ نیرنگ مذہبوں کی قید سے آزاد ہے
واسط اُس کو نہیں ہے کفر اور اسلام سے

•••

پسِ حیات یہی شعر ہوں گے اَے نیرنگ
علاوہ اِس کی تری یادگار کیا ہوگی

نیرنگ سرحدی نے خود اپنی شاعری پر ریویو کرتے ہوئے لکھا ہے کہ ''شاعر جو کچھ قلم بند کرتا ہے وہ تخلیق اُس کے دلی جذبات کی آئینہ ہوتی ہے۔ اُس پر حوادث کا اثر بہت زیادہ ہوتا ہے اُس کے دل کا ظرف اپنے آپ چھلک جاتا ہے۔ شاعر اُس وقت ان جذبات کو روکنا بھی چاہے تو وہ رک نہیں سکتے۔ میری شاعری بھی انھیں جذبات کا مرقع اور مجموعہ ہے۔''

نیرنگ کے مختلف منظومات کو قصاید کی صف میں رکھ سکتے ہیں جس میں کسی قسم کی لالچ یا شہرت کی ضمانت نہیں بلکہ ان عمدہ لوگوں کی تعریف و تمجید ہوتی ہے جو نیک، خدا کار، جاں نثار، محبِّ قوم و ملّت افراد ہوتے ہیں جن کا شکر یہ ادا نہ کرنا انصاف نہیں۔ اسی طرح بعض منظومات میں مراثی کی شکل میں ان کی خدمات کا اعتراف اور ان کے گزر جانے کا غم رقم کیا گیا ہے۔ کئی عمدہ نظمیں حب الوطنی اور برگزیدہ ہستیوں کے متعلق ہیں۔ نیرنگ سرحدی اُردو زبان و ادب کے سچے عاشق تھے۔ وہ نہ صرف اُردو فارسی کے معلّم تھے بلکہ وہ اُردو کو برصغیر کی اعلیٰ زبانوں کی صف میں دیکھنا بھی چاہتے تھے، چناں چہ تقسیم ہند کے بعد جو غصّہ اُردو پر نکالا جا رہا تھا وہ اس کے سخت مخالف تھے انھوں نے کئی اشعار مختلف ہستیوں پر اُردو کی حمایت میں لکھے شاید ہی اُردو کا کوئی دوسرا شاعر اُن کی طرح کھل کر وہ مطالب بیان کرے جو نیرنگ نے لکھے ہیں۔ نظم ہو کہ مثنوی، قطعات ہوں کہ غزلیات اور رباعیات اس موضوع پر نیرنگ کے حسّاس اور آبدار اشعار ان کی یادگار ہیں جسے ہم نے اس کلیات میں کئی عناوین کے تحت پیش بھی کیا ہے۔

جہاں تک غزل کا تعلق ہے ان کے کلام میں جدید اور قدیم غزل کے نمونے نظر آتے ہیں، ہم اس تحریر میں غزل ہی کے اشعار سے مطالب، مباحث اور حوالے پیش کریں گے۔

نیرنگ کہتے ہیں ؎

جدید رنگ میں لکھتا ہوں اب غزل نیرنگؔ
قدیم رنگ ہو جب ناگوار کیا کہیے

ایک اور غزل میں اس طرف تاکید کرتے ہیں۔

غزل خوانی میں ہوں پیدا نئے انداز اے نیرنگؔ
یہ افسانے تو دہرائے ہوئے معلوم ہوتے ہیں

جدید انداز اس لیے بھی وقت کی ضرورت تھی اور آج بھی ہے کہ فرقہ واریت، سرمایہ داری جو کلاسیک یا قدیم غزلوں میں نہیں تھی یا خال خال تھی اُس کی آج کے دور میں سخت ضرورت ہے۔

نیرنگؔ نے اسی مضمون کی عکاسی یہاں کی ہے۔

فرقہ واروں کی یہ بستی ہے جسے دُنیا کہیں
کاش رہتا مَیں اِسی بستی میں اِنسانوں کے ساتھ

•••

کیا ہوئی یہ زندگی کی اِک سنہری یاد ہے
دِن گزرتے تھے اپنے سرحدیؔ خانوں کے ساتھ

•••

کیا کہوں تھی کِس قدر اپنی حَسیں وہ زندگی
دِن بسر ہوتے تھے اپنے جب سخن دانوں کے ساتھ

غزل میں داخلیت کے ساتھ خارجی مشاہدے کو ملا کر جو جذبات کے رنگ پیدا کیے جاتے ہیں ان کا اثر شدید رہتا ہے۔ شاعر ایک دوسرے غزل میں مساوات، بھائی چارگی اور مختلف دھرموں میں اتحاد اور محبّت کا پرچار کرتا نظر آ رہا ہے وہ دراصل جدید موضوعات سے غزل کو آشنا کر رہا ہے۔ ذیل کے تین شعر سینے۔

ناقوس کی آواز میں اور شورِاذاں میں
کچھ فرق نہیں دُونو کے اندازِ بیاں میں

کعبے میں نہ بُت خانے میں نے کُوئے بتاں میں
تسکین کی صورت نظر آئی نہ جہاں میں

•••

طے ہو نہ سکا شیخ و برہمن میں ابھی تک
تو کعبے میں ملتا ہے کہ تصویر بتاں میں

شاعر نے جو شیخ و برہمن، حرم و بت کدہ، اذان اور ناقوس کی ظاہری جداگانہ شکل و کیفیت کو اندورانی یک جہتی سے بتانے کی کوشش میں جو مضمون بندی کی ہے وہ بھی جدید غزل کا تقاضہ ہے۔

نیرنگؔ فراقؔ گورکھپوری کے مصرعے ع: ''قافلے آتے گئے ہندوستاں بنتا گیا'' کی طرح بھارت کی سرزمین کے متعلق لکھتے ہیں۔

تکلف کیا چلا آئے یہاں پر جس کا جی چاہے
یہ وہ گھر ہے جہاں غیروں کو بھی مہمان کرتے ہیں

اور پھر رواداری کے ذیل کہتے ہیں

یہ ہے وہ سرزمیں جس میں رواداریٔ مذہب ہے
برابر احترام گیتا و قرآن کرتے ہیں

پھر زمین اور زبان کے بارے میں کہتے ہیں۔

خدا کرے کہ نہ سمجھے کوئی سیاست کو
کہیں ہے جھگڑا زمیں کا کہیں زباں کا ہے

نیرنگؔ نے ہر جگہ حق گفتاری کی ہے اور وہ اسے شاعر کا فریضۂ تلقین کرتے ہیں اسی لیے یہ سوال بھی کرتے ہیں ؎

کوئی کہدے زباں رکھنے کا منہ میں فایدہ کیا ہے
کسی کے سامنے جب داستاں ہم کہہ نہیں سکتے

نیرنگؔ کی تمام زندگی مادّی اور مالی مشکلات میں کٹی لیکن انھوں نے زندگی میں

ہار نہ مانی کبھی اپنے قلم کو نہیں بیچا جب کہ ان کی نظر میں دیش میں قلم کاروں، تخلیق کاروں کو خریدا جا رہا تھا، کیوں کہ وہ غریب تھے۔ اسی لیے نیرنگؔ نے ان ہنرمندوں کی شناخت میں بتایا تھا۔

ے : یہی پہچان ہنرمند کی ہوتی ہے ندیم
وہ زمانے میں ہوا کرتے ہیں نادار بہت

♦♦♦

ے : ہزار افسوس ہے ایسی زمیں پر حضرت نیرنگؔ
جہاں مجبوریوں میں شاعر خود دار بکتے ہیں

نیرنگؔ سرحدی نے انتقال سے تین چار سال قبل ایک غزل اٹھارا جولائی 1970ء کو چھے اشعار کی لکھ کر مقطع میں کہا کہ شاید یہ ان کی زندگی کی آخری غزل ہے ع: ''نیرنگؔ نہ ہو یہ زندگی کی آخری غزل'' اسی غزل کے پہلے مصرعے کو ہم نے اس مضمون کا سرنامۂ سخن بھی بنایا ہے۔ ہم اس تحریر کو ان کے دو شعروں پر تمام کرتے ہیں جس میں انھوں نے اپنی زندگی، بندگی، ساز زندگی واماندگی، کی روشنی بھر دی ہے جو ان کی شاعری کے چراغ کی تابندگی کی وجہ سے ہے۔

جاؤں کہاں کہاں میں عبادت کے واسطے
دل کا حرم ہے اور مری بندگی غزل
چھیڑا ہے میں نے ساز محبّت کے تار کو
نکلی ہے اس کی لَے سے محبّت بھری غزل

نیرنگؔ کی سہرا اور وداع نگاری

ہمیں نہیں معلوم کہ نیرنگؔ سرحدی نے کتنے سہرے اور وداع کی نظمیں لکھیں۔ ان کی بیاضوں سے دستیاب منظومات سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ ان کے ایک درجن لکھے ہوئے سہرے اور ایک عدد وداع ان کی بیاضوں میں محفوظ ہو گئے۔

- نیرنگؔ سرحدی نے ایک مختصر تاریخی تحقیقی تحریر سہرا پر لکھی جو اس کلیات کا جزو ہے۔ یہ تحریر مارچ 1942ء کی ہے۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ نیرنگؔ سرحدی جب پشاور میں تھے تو سہرے بہت لکھتے تھے جیسا کہ خود لکھتے ہیں: ''راقم نے بہت سے سہرا ہان سپردِ قلم کیے ہیں جن میں اکثر صنعت توشیح میں ہیں۔''
- نیرنگؔ نے تمام سہرے غزل کی ہیئت میں لکھے جس میں مطلع اور مقطع شامل تھا۔
- نیرنگؔ نے ایک وداع لکھی جس کے اوپر لکھا نصیحتِ پدر دلہن کی رخصت پر یہ نظم مثنوی کی ہیئت میں ہے۔
- سہروں میں عمدہ طرز بیان، بعض اوقات دولہا دلہن اور ان کے والدین کے نام بھی نظر آتے ہیں۔
- تمام سہروں کی ردیف ''سہرا'' ہے۔
- یہ سہرے مہاجرت سے پہلے اور مہاجرت کے بعد کے ہیں۔ پہلا سہرا کب کہا گیا معلوم نہیں، لیکن آخری سہرا فروری 1969ء کو ''وپن سنچہ'' کے لیے کہا گیا۔

- نیرنگؔ نے ایک خوب صورت سہرا اپنے شاگرد مسعود انور شفیق کی شادی پر 1958ء میں کہہ کرارسال کیا۔اس میں یہ بھی کہتے ہیں۔

مَیں لکھتا ہوں کبھی خوشنودیٔ احباب کی خاطر
جہاں رہتا ہوں میں کوئی نہیں ہے قدر داں سہرا

◆◆◆

بلاتا کاش کوئی مجھ کو پاکستان میں نیرنگؔ
سناتا محفلِ شادی میں خُود جاکر وہاں سہرا

- ایک وداع مثنوی کی ہیئت میں بعنوان ''باپ کی نصیحت بیٹی'' کو وداع کے وقت لکھ کر نصیحت یوں کرتے ہیں۔

پتی کے حُکم کی تعمیل کرنا
یونہی تم عُمر کی تکمیل کرنا

◆◆◆

نہیں کچھ خدمتِ شوہر سے بہتر
نصیحت ہے یہی زیور سے بہتر

◆◆◆

نہ چھوڑو تم کبھی شرم و حیا کو
نہ بھولے سے کبھی بھولو خُدا کو

- نیرنگؔ سرحدی نے جس طرح سے اپنی تحریر میں لکھا ہے کہ سہروں میں صنعت توشیخ برتی ہے جس میں اشعار کے پہلے حرف یا لفظ سے عبارت بنائی جاتی ہے۔ہم اختصار کو پیشِ نظر رکھتے ہوئے صرف چند اشعار ان سہروں سے چن کر اس تحریر کا سہرا بناتے ہیں۔

اِس کی تعریف کریں گے وہ جو ہیں قدرِ شناس
ایسے انداز سے لکھنے کا بھی فن ہے سہرا

ساغرِ عیش پُر از بادہ کہن ہے سہرا
تابش حُسن میں یا لعلِ یمن ہے سہرا

•••

سر بسجدہ ہوں میرے اللہ تری شان میں
مَدح خواں بھارت میں ہے، ممدوح پاکستان میں

•••

رہے گا یاد زمانے کو حضرتِ نیرنگؔ
جو لائے باغِ سُخن سے ہو مختصر سہرا

•••

گلِ مضمون میں پروئے گئے ایسے گوہر
یاد ڈیرہ کو رہے گا یہ منّور سہرا

•••

لکھ کے لایا ہے ترے واسطے تیرا نیرنگؔ
غالبؔ و ذوقؔ کے سہروں کے برابر سہرا

•••

واصلِ شب کا اِسے آج پیمبر کہیے
رازِ سر بستہ کو وا کرنے جو آیا سہرا

•••

نیرنگؔ اور تہوار

(ہولی، بسنت اور عیدالضحیٰ)

نندلال نیرنگؔ ایک حساس شاعر تھے۔ وہ جب بھارت کے تہوار دیکھتے جس میں غریب اور ستم کش طبقے کے لیے کوئی خاص خوشی کا سامان نہ تھا تو مضطرب ہو جاتے۔ ہم اس تحریر میں ان کی تین نظمیں ''ہولی اور شاعر''، ''بسنت'' اور ''عیدالضحیٰ'' پر سرسری نظر ڈال کر بتایں گے شاعر کی نظر جن اصلی مسایل پر ہے بہت کم لوگ اُس طرح دیکھتے ہیں۔ نیرنگؔ سرحدی کی ایک طولانی نظم ''ہولی اور شاعر'' ہے۔ نیرنگؔ سرحدی کے بیٹے نریش سلیم نے بتایا کہ وہ بھی نیرنگؔ سرحدی کے ہمراہ اُس اجڑے مقام پر ہولی کے رنگ سے بچنے کے لیے گئے تھے جس کا شاعر نے تذکرہ کیا ہے۔ یہ نظم تیرہ بند مسدس پر مشتمل ہے۔ مصرعوں کی زبان سلیس اور واقعہ نگاری، منظرکشی سے رواں دواں ہے۔ پہلے بندوں میں شاعر نے ہولی کی منظرکشی اور رنگ کھیلنا بتا کر یہ سنایا کہ شاعر، ان مسایل سے بچنے کے لیے علی الصبح ہی شہر سے باہر چلا گیا اور جو دل میں غریب عوام کا درد تھا اس کو اشعار میں رقم کرنے لگا اور جب شام کو گھر واپس ہوا تو راستے میں شاعر ہی طرح ایک شخص جو رنگ کاری سے بچ چکا تھا ملاقات ہوئی۔ ہم نے سہولت کی خاطر اس تقریباً اسّی مصرعوں کی نظم سے کچھ مصرعے چن کر یہاں جمائے ہیں تا کہ پڑھنے والے کو اس خوب صورت نظم اور شاعر کے تاثرات کا علم ہو سکے۔

ہُولی کا روز، منظرِ صبح بہار تھا
وہ شور تھا کہ شورِ قیامت نثار تھا

سب رنگ میں رنگ ہوئے پیر و جوان تھے
کپڑوں پہ جن کے رنگ کے گہرے نشان تھے

◆◆◆

کچھ رنگ سے بھری ہوئی بچکاریاں بھی تھیں
مل کر کسی کو رنگ، پریشاں کیا اُسے
کپڑے کسی کے پھاڑ کر عُریاں کیا اُسے

◆◆◆

اِک مَیں کہ اِن نظاروں سے محروم ہی رہا
علیٰ الصباح ہی شہر سے باہر چلا گیا
پہنچا میں ایک دشت میں جو تھا اُجاڑسا
شاعر تھا فکرِ شعر میں اُس دم ضرور تھا

◆◆◆

پھیلا ہوا جہاں میں مصائب کا جال ہے
چاروں طرف سے نانِ جویں کا سوال ہے
اِس حال میں بشر کا تو جینا مُحال ہے
اِس پر بھی فردِ ہند اُڑاتا گُلال ہے

◆◆◆

اِن میں تمام آدمی شاید ہیں اہلِ زر
ہوتا نہیں ہے اِن پہ زمانے کا کچھ اثر
مِلتا ہے روز و شب اُنھیں کھانے کو پیٹ بھر
ورنہ نہیں ہے اِن کی گرانی پہ کیوں نظر

◆◆◆

اِس کے خیال نے مجھے غمناک کردیا

تقدیر کا فضول ہے نیرنگؔ گلہ تجھے
گنجِ سخن خدا نے فراواں دیا تجھے

•••

اَرمان جتنے دِل کے تھے سارے نکل گئے
ترکش میں جتنے تیر تھے سارے وہ چل گئے
اُٹھا پریشاں حال مَیں احساس باختہ
کپڑوں کو جھاڑ کرلیا پھر گھر کا راستہ

یہاں ہم یہ بھی بتادیں کہ نیرنگؔ نے قطعات میں ایک خوب صورت قطعہ ''ہولی'' پرلکھاہےاور شفق، گل وگلزار کوفطرت کی ہولی بتایا ہے۔

ہے شفق شام و سحر چرخِ کہن کی ہولی
گُل گلزار سے ظاہر ہے چمن کی ہولی
اپنی رنگینیٔ تہذیب پہ نازاں اِنساں
کاش دیکھے کوئی فطرت کے وطن کی ہولی

نیرنگؔ کے کلام میں ایک نظم ''بسنت'' کے نام سے غزل کی ہیئت میں ملتی ہے جو جذبات اور حقایق سے لبریز ہے۔ منظرکشی کرکے شاعر غریبوں اور بے سہاروں کا تذکرہ کرتا ہے۔

آیا ہے کس ادا سے تبسم کناں بسنت
ہر اِک بشر کے آج ہے وردِ زباں بسنت

•••

موسم بدل گیا ہے، زمانے بدل گئے
روئے زمیں پہ جب سے ہوا حُکمراں بسنت
لیکن مَیں دیکھتا ہوں زمانے کے ہاتھ سے
بے لطف اب بہار ہے، اور بے نشاں بسنت

ہے چار سو نظر میں مصائب کا سامنا
کچھ اُن دنوں عجیب ہے بے خانماں بسنت

•••

دیکھو وطن کا ذرہ بھی نذرِ خزاں ہے آج
وہ دِن گئے مناتا تھا ہندوستاں بسنت

•••

فاقہ کشی کی آگ تو ہر سو ہے شعلہ زن
شاید اِسی کو کہتے ہیں اہلِ جہاں بسنت

نیرنگؔ سرحدی نے 24/مارچ 1967ء کو عیدالضحیٰ کے موقع پر یہ غزل نما نظم جامعہ ملیہ دہلی میں پڑھی۔ اس کا بیان عمدہ ہے۔ ہم نے ایک اور مضمون میں اس کے اشعار لکھے ہیں، اسی لیے یہاں مطلع، مقطع اور دو تین اشعار پر گفتگو سمٹتے ہیں۔

نگاہِ لُطف و کرم ہو تو عید ہوتی ہے
نصیب دولتِ غم ہو تو عید ہوتی ہے

•••

کبھی جو آنکھ میں نم ہو تو عید ہوتی ہے
خوشی بشکلِ الم ہو تو عید ہوتی ہے

•••

عُروجِ عشق یہی ہے تمہارے نام کے ساتھ
ہمارا نام رقم ہو تو عید ہوتی ہے

•••

''کسی کا مجھ کو نہ، محتاج کر زمانے میں''
کرم وہ ترا کرم ہو تو عید ہوتی ہے

•••

نِشاطِ شعر و سخن میں یہی تو ہے نیرنگؔ
زباں ہو، زوُرِ قلم ہو تو عید ہوتی ہے

نیرنگؔ سرحدی کے ترجمے

نند لال نیرنگؔ اُردو، فارسی، پشتو، ہندی، انگریزی کے علاوہ کچھ عربی اور سنسکرت زبان سے بھی واقف تھے۔ انھوں نے اُردو کے علاوہ مختلف زبانوں کا وسیع مطالعہ بھی کیا تھا جس میں فارسی اور انگریزی کے شعرا کے کلام کا مطالعہ خاص طور پر شامل تھا۔ ہم نے ان کی بیاضوں میں ان کے پسندیدہ فارسی کے عظیم شعرا کا منتخب کلام بھی دیکھا جس سے ان کی سخن فہمی کا پتہ چلتا ہے کہ وہ سچے گوہر شناس تھے۔ ہم اس تحریر میں نیرنگؔ سرحدی کی ترجمہ شدہ نظموں پر کچھ روشنی اس لیے بھی ڈالیں گے کہ وہ ایک کامیاب مترجم تھے۔ کسی بھی نظم کا نثر میں ترجمہ کرنا مشکل نہیں لیکن اس کا منظوم ترجمہ وہ بھی اس کمال سے ہو کہ ترجمہ کی گئی نظم کا مطلب واضح ہو جائے بڑا فنی اور مہارت کا کام ہے۔ بیسویں صدی کے ابتدائی دور اور انیسویں صدی کے چند آخری سالوں میں انگریزی شعرا کے بعض تراجم مقبول ہوئے اور خصوصی طور پر وہ اُردو کے شعرا جو انگریزی سے واقف تھے عمدہ ترجمہ نگاری کر رہے تھے۔ اُردو کے ایسے شعرا جنھوں نے انگریزی نظموں کا منظوم ترجمہ کیا بڑی تعداد میں ہیں جن کا ذکر اس مختصر مضمون میں ممکن نہیں۔

نیرنگؔ نے اپنے وسیع مطالعے، انگریزی زبان سے واقفیت اور فن پر عبور سے فایدہ اٹھاتے ہوئے کئی خوب صورت اور معنی خیز انگریزی نظموں کا انتخاب کر کے اس کا سلیس ترجمہ کچھ اس طرح کیا کہ اُردو میں بھی اگر ان نظموں کو پڑھا جائے تو پڑھنے والے پر وہی اثر طاری ہوتا ہے جو کسی اصلی نظم پڑھنے والے انگریزی داں پر اور یہی

ترجمے کی کامیابی کا معیار بھی ہے۔ یہ گراں پتّھر کو نیرنگؔ نے تک وتنہا اٹھا کر محرابِ عشق میں سجا دیا ہے جو اُردو شعر و ادب کی خدمت اور ترقی کی ضمانت بھی ہے۔ ہم یہاں یہ نکتہ بھی واضح کر دیں کہ بعض انگریزی کی نظمیں دوسرے اُردو کے شعرا نے بھی ترجمہ کی ہیں چوں کہ انگریزی نظم کا ترجمہ ہے اس لیے بھی کئی مصرعوں میں شباہت اور توارد نظر آتا ہے لیکن بہر حال ہر شاعر کا اسلوب اور انداز جداگانہ ہوتا ہے۔ اس لیے یہ ترجمہ موضوع کی یگانگی رکھتے ہوئے بھی طرزِ بیان اور تاثیر میں جدا ہوتا ہے۔ ہم یہاں نظموں کے نام اور ماخذ پیش کرتے ہیں۔

- پربت اور گلہری

The Mountain and the Squirrel

By: Ralph Waldo Emerson

(اس نظم کو علاّمہ اقبالؔ نے بھی ''ایک پہاڑ اور گلہری'' کے عنوان سے بچوں کے لیے مثنوی کی شکل میں بارہ اشعار میں لکھی ہے جو ''بانگ درا'' میں موجود ہے۔ نیرنگؔ کی نظم پر علاّمہ کی اس نظم کی چھاپ گہری ہے۔)

- حضرت یوسف

The Yussouf By: James Russell Lowell

- جادوئی کرتہ

The Enchanted Shirt By: John Hay

- شہد کی مکھی

How Doth the Little Busy Bee By: Isaac Watts

- طوطا

The Parrot By : Thomas Campbell

- ایک جھینگر اور چیونٹی

The Ant and the Cricket By: James Russell Lowell

◆ رابرٹ بروس

The King Bruce and the spider By: Eliza Cook

ہمارے لیے اِس مختصر مضمون میں ممکن نہیں کہ ہر نظم پر ریویو کرسکیں، تمام نظمیں اوریجنل انگریزی نظموں کے ساتھ کلیات میں موجود ہیں۔ ہم تحریر کی نوعیت سے ہر نظم کے کچھ اشعار منتخب کرکے ترجمہ نگاری کی عمدگی اور شاعر کی فنی استطاعت اور اچھے ترجمے کی نشانی کو واضح کریں گے۔

نظم حضرتِ یوسف کی منظر کشی اور انداز بیان دیکھئے:

اجنبی اِک شخص آیا ناگہاں
خیمہ زن تھا نیک دِل یوسفؑ جہاں

◆◆◆

تھا پریشاں حال، گھبرایا ہوا
زندگی سے گویا تنگ آیا ہوا

◆◆◆

آیئے مجھ پر کرم فرمایئے
آپ کا خیمہ ہے اندر آیئے

◆◆◆

مجھ کو جو نعمت خُدا نے کی عطا
تیرا بھی حق اس میں ہے مردِ خُدا

◆◆◆

خیمے پر ہے جس کا نیلا سائباں
ہے وہی تو خالقِ ہر دو جہاں

◆◆◆

ماحَضَر جو ہے تناوُل کیجیے
مجھ کو اپنے غم میں شامل کیجیے

پربت اور گلہری کے مکالمے کے دو تین شعر یہ ہیں:

ایک پربت اور گلہری میں ہوا
ایک دِن جھگڑا نہایت زور کا
دیکھ کر پربت نے نفرت سے کہا

•••

''جانور ہے ایک تو ناچیز سا
ہے سمایا تجھ میں سودائے غرور
بات کرنے کا نہیں تجھ کو شعور
سامنے میرے حقیقت کیا تری
کوہ سے نسبت بھلا کیا کاہ کی

•••

یوں کڑک کر دی گلہری نے صدا
''شک نہیں ہے تیری باتوں میں ذرا

•••

پیٹھ پر میری نہیں اشجار گو
توڑ تُو سکتا نہیں اخروٹ کو''
سُن کے یہ خاموش پربت ہوگیا
پھر نہ اُس کے ساتھ کچھ جھگڑا کیا

جادوئی کرتا ایک طولانی نظم کا ترجمہ ہے۔ ہم چند شعر ترجمہ کی فن کاری کے طور پر یہاں پیش کر رہے ہیں:

اِک دیارِ مغربی کا تاجدار
جانتا تھا خود کو جو زار و نزار

•••

جانتا ہوں اے شہنشاہِ جہاں
آپ کی حالت ہوئی مجھ پر عیاں

◆◆◆

ایک کُرتہ لائیں خدمت میں اگر
تجھ کو ہو جائے شِفا اے دادگر

◆◆◆

حُکمِ شاہی سے ہوئے نوکر رواں
تاکہ پائیں ایسے کرتے کا نشاں

◆◆◆

یوں ہوا گویا بآوازِ بلند
اِس طرح رہنا مجھے آیا پسند

◆◆◆

کھول دو درہائے ایوانِ شہی
بند رہ سکتا نہیں میں اب کبھی

◆◆◆

ہوکے خُوش رہنے لگا مصروفِ کار
پالیا بحرِ مسرت کا کِنار

◆◆◆

کوئی دِن میں شادماں مسرور تھا
اب نہ تھا بیمار نہ رنجور تھا

''شہد کی مکھی'' کی نظم کا ترجمہ بہت خوب ہے کچھ شعر یہ ہیں:

شہد کی مکھی کو دیکھا چاہیے
اُس کے کاموں پر نظر فرمایئے

کس طرح رہتی ہے وہ مصروفِ کار
کام کی رہتی ہے اُس پر دھن سوار

◆◆◆

گھومتی پھرتی ہے وہ باغات میں
گرمیوں، جاڑے میں اور برسات میں

◆◆◆

بیٹھ جاتی ہے وہ ہر اِک پھول پر
چُوستی ہے رس وہ اُس کا سر سر

◆◆◆

لا کے رکھ دیتی چھتے میں اُسے
تاذخیرہ شہد کا وہ کرسکے

◆◆◆

مجھ کو بھی ایسا ہی کرنا چاہیے
باغِ عالم میں سنورنا چاہیے

◆◆◆

کارِ مفید خلائق کرسکوں
درد مندوں کی دوا بن کر رہوں

◆◆◆

پڑھنے لکھنے میں گُزاروں زندگی
علم و فن سے میں سنواروں زندگی

یہ ترجمہ کی دین ہے کہ ہم تھامس کیمبل کی نظم نیرنگ کی زبانی اُردو میں سن رہے ہیں۔اس کے چند شعر یہ ہیں:

خُوب رو طوطا تھا اِک اسپین کا
اِتفاقاً ایک دن پکڑا گیا

◆◆◆

ڈال کر اُس کو قفس میں لے گئے
اِک جزیرے میں وہ مالا شور کے

◆◆◆

چھوڑنا اُس کو وطن تھا ناگوار
کوستا قِسمت کو تھا وہ بار بار
یاد آتے تھے وطن کے گلستاں

◆◆◆

ایک دِن کرنا خدا کا کیا ہوا
شخص اِک اسپین کا وارد ہوا

◆◆◆

گفتگو طوطے سے کی اُس نے وہاں
سُن کے طوطا خوش ہوا اپنی زباں

◆◆◆

چیخ کر وہ پھڑ پھڑایا گر گیا
زندگی سے ہوگیا قیدی رہا

◆◆◆

جذبۂ حبِ وطن کے جوش میں
سوگیا طائر بچارا موت کی آغوش میں

ایک جھینگر اور چیونٹی نظم کے چند اشعار سے معلوم ہوتا ہے کہ نیرنگ کو ترجمہ کرنے پر قدرت تھی کیوں کہ ترجمہ میں اُردو زبان کی چاشنی ایسی جھلک رہی ہے کہ یہ

ترجمہ شدہ مغربی نظم نہیں بلکہ برصغیر ہی کی داستان معلوم ہوتی ہے۔

ایک جھینگر تھا نہایت بد دماغ
اُس کو گانے سے نہ تھا، مُطلق فراغ

♦♦♦

رات دِن تھا اُس کو گانے کا خیال
تھا نہ کچھ بھی آب و دانے کا خیال

♦♦♦

زور کا جاڑا ہُوا جب آشکار
چھپ گئے اپنے گھروں میں جاندار

♦♦♦

دِیکھ کر یہ حال جھینگر تھا اُداس
تھا نہ کچھ کھانے کو بے چارے کے پاس

♦♦♦

آخرش اُٹھا وہ دِل میں سوچ کر
کھٹکھٹایا جاکے اِک چیونٹی کا در

♦♦♦

سُن کے بولی، چیونٹی اے غم گُسار
ہم نہ لیتی ہیں نہ دیتی ہیں اُدھار

اس تحریر کے آخر میں ہم ''رابرٹ بروس اور مکڑی''، نظم کے چند مصرعے یہاں جوڑ کر پیش کرتے ہیں:

ع : رابرٹ بروس شاہ تھا اَسکاٹ لینڈ کا
ع : وہ کامیاب ہو نہ سکا کارِ زار میں
ع : آخر کو تھک کے بیٹھ گیا وہ زمین پر

ع : جب سامنے دیوار پر اُس کی پڑی نگاہ
ع : مکڑی کا ایک جال تھا دیوار پر لگا
ع : وہ گر پڑی زمین پر ننھی سی بے زباں

◆◆◆

گرتے ہی اُٹھ کھڑی ہوئی ہمت سے پھر چڑھی
بدقسمتی سے پھر وہاں اِک بار گر پڑی

◆◆◆

اِک بار کیا گری تھی وہ سُو بار گر پڑی
ناکام ہوتے ہوتے ہی منزل پہ جا چڑھی

◆◆◆

گر گر کے وہ بھی جانور بڑھتا ہوا چلا
رابرٹ بروس اُس کی طرف دیکھتا رہا

◆◆◆

ہمت سے اُس کی تاڑ گیا رازِ زندگی
کھاتے کہاں شکست ہیں جانبازِ زندگی

◆◆◆

اُٹھا وہ جان توڑ کر اِک بار پھر لڑا
دشمن سے اپنے ملک کو آزاد کرلیا

◆◆◆

عمدہ نثار اور افسانہ نگار: نیرنگ سرحدی

نندلال نیرنگ ایک عمدہ نثار بھی تھے۔ جب ایک شخصیت میں کئی تخلیقی جہتیں جمع ہو جاتی ہیں تو بعض زاوئے خود بہ خود مدّ ہم ہو جاتے ہیں کیوں کہ اُن پر روشنی کم ڈالی جاتی ہے اور یہ عمل یا المیہ ہمارے ادب میں بہت عام ہے۔ جب ایک تخلیقی ذہن کی الفاظ کو جاننے، سمجھنے اور برتنے کی کیفیت درخشاں ہو جاتی ہے تو وہ اُن الفاظ پر قدرت حاصل کر لیتا ہے، بالفاظ دیگر وہ خالق اور اُس کی مخلوق الفاظ میں خاص ربطہ اور رشتہ پیدا ہو جاتا ہے، چناں چہ وہ چاہے الفاظ کو نظم میں لکھّے یا نثر میں، اثر مثبت ثبت کرتا جاتا ہے۔ ہوتا یہ ہے کہ بعض افراد کو یہ موقع ملتا ہے اور بعض کو ایسی کوئی فرصت حامل نہیں ہوتی اور یہ قابلیت جلوہ نما نہیں ہونے پاتی۔

نیرنگ کی نثر پر اظہار خیال کے لیے ہمارے پاس ان کا لکھا متن اتنی مقدار میں مطبوعہ اور غیر مطبوعہ شکل میں موجود ہے جس سے ہم نے ان صفحات کو تزئین کیا انھوں نے جو تحریریں اپنے بارے میں لکھیں جیسے ''مختصر حالات زندگی اور میری شاعری''، ''محسوسات اور قیاسات''، ''عرضِ حال'' اور ''وصیت نامہ'' وغیرہ وغیرہ خوب صورت نثری یادداشتیں اور خودنوشت ہیں جس سے ان کا نثری آرٹ جانا جا سکتا ہے۔ نیرنگ سرحدی نے ان تحریروں کے علاوہ تین افسانے اور ایک ڈرامہ بھی لکھا جن پر ہم ایک سرسری نظر ڈالیں گے جن کے عنوان یہ ہیں۔

ا۔ مکان

ب۔ ڈاک خانہ

ج۔ کانٹا

د۔ ڈرامہ (دیوان ساون مُل کا دربار)

ہم نے دانستہ طور پر نیرنگ صاحب کی تحریروں کو اس کتاب میں شامل کیا تا کہ لوگ ان کے حُسنِ نثر سے بھی واقف ہو سکیں۔ یہاں ان کی تحریر جو مختصر مگر جامع ہے اور جس سے اُن کی شاعری پر بھی روشنی پڑتی ہے بغیر مزید تشریح کے پیش کرتے ہیں۔

میری شاعری میری زندگی کا آئینہ ہے، جو کچھ کہتا ہوں، زندگی کے واقعات کے جھلک اس سے صاف نمایاں ہوتی ہے، میں زبان کو ہاتھ سے کبھی نہیں جانے دیتا۔ قدما اور متاخرین کے بلند پایۂ کلام کا مقلد ہوں۔ دِلّی، میرٹھ، پٹیالہ، جالندھر، حصار، انبالہ، ہوشیار پور، چنڈی گڑھ، مہندر گڑھ، گوڑ گاؤں اضلاع میں بیشتر مشاعروں میں شرکت کرتا رہتا ہوں۔ جہاں بھی جاتا ہوں، خوب داد ملتی ہے۔ اہلِ قلم کی داد سے مجھے ایک گونہ مسّرت اور دِل کو راحت نصیب ہوتی ہے۔

میری شاعری عوامی شاعری نہیں، بلکہ اُن لوگوں کے لیے ہے، جنھوں نے زبان کو باقاعدہ پڑھا اور اس سے استفادہ کیا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اہلِ زبان، اُدباء اور شعراء سے کلام کی خُوب داد ملتی ہے اور غیر اہلِ زبان عوام مجھے مشکل گو شاعر جانتے ہیں۔ مگر میں خدمتِ زبان کے صحیح معنی کو خوب جانتا ہوں اور اپنی حقیقی قدر دانی کے لیے شاعروں، ادیبوں اور اصحابِ فہم حضرات کا مَرہونِ احسان ہوں جن کی صحبتوں سے میری شاعری کو رنگِ بقائے حاصل ہے۔

نیرنگ سرحدی کا افسانہ ''مکان'' ہمارے سماج کی کمزوریوں کو طنز و ملیح مزاح سے آشکار کرتا ہے۔ ہمارا معاشرہ جب کسی شخص کو برگزیدہ سمجھتا ہے تو اُس کی ہر بات پر یقین کرنے لگتا ہے اور تحقیق اور پوچھ گشت نہیں کرتا جس سے لوگ فایدہ اُٹھاتے

ہیں۔ ''مکان'' کو جس شخص نے فروخت کیا اُس کے نقص اور خرابیوں کو نہیں بتایا جب کہ مکان فروخت کرنے کی اصل وجہ چھت کی خرابی تھی اور حج کو جانا صرف بہانہ تھا جس کو فروخت کرنے والے نے بتا کر خریدنے والے کو بیوقوف بنایا، چناں چہ جس شخص نے خریدا اُس نے بھی حج جانے کے جھوٹے پلان سے مکان فروخت کرنے کا پلان بنالیا۔ برصغیر کے معاشرے میں مذہبی بن کر لوگ غیر مذہبی لوگوں سے زیادہ دھوکا دیتے ہیں۔ نیرنگؔ نے سلیس، شگفتہ زبان میں ان خامیوں کو واضح کیا ہے۔ ''مکان'' کا آخری حصّہ سینیے۔

ایک دن ایک خوش پوش نوجوان اپنے دو بچوں اور بیگم کو ہمراہ لے کر آیا۔ اور سہمی ہوئی آواز میں بولا سُنا ہے کہ آپ اِس مکان کو بیچنے کا ارادہ رکھتے ہیں۔ میں نے جواب دیا، دل تو نہیں کرتا۔ مگر مجبوری ہے حج کرنے کا ارادہ کرلیا ہے۔ اوّل تو وہیں عرب میں ہی رہائش پذیر ہو جائیں گے اور اگر واپس آئے بھی تو اپنے چھوٹے بھائی صاحب کے مکان میں قیام کرلیں گے۔

نوجوان کو ہماری مجبوریوں کا پورا پورا اِحساس ہوگیا۔ مکان کا سودا بنانے کے لیے ہم نے رقم بھی زیادہ نہ مانگی۔ ہماری بتائی ہوئی قیمت نوجوان کو پسند آگئی۔ بیع نامہ لکھا گیا اور تین چار روز میں رجسٹری بھی ہوگیا۔

میں نے دردمندانہ لہجے میں نووارد صاحبِ خانہ کے حق میں دُعا کی اور قبضہ میاں ظہیر حسن کے حوالے کیا۔ اور آپ شہر سے دور ایک مکان کرایہ کا لے کر جا ٹھہرے۔ اور خُدا کا شکر کیا۔ بیگم صاحبہ نے پوچھا کہ وہ بیچارے برسات میں کیسے گزارہ کریں گے۔ میں نے چھوٹتے ہی جواب دیا۔ کہ وہ بھی برسات ختم ہوتے ہی ہماری طرح حج کو چلے جائیں گے۔

دوسرے افسانے ''ڈاک خانہ'' میں ہندوستان میں رشوت کی لعنت کو ظاہر کیا گیا ہے یعنی سرکاری محکمہ میں بھی عوام کا کام اُس وقت تک انجام دیا نہیں جاتا جب تک کہ رشوت سے ہاتھ نہ بھر دئے جائیں اور یہ رشوت کا دھندہ پورے ادارے میں ایک مخفی جال کی طرح پھیلا ہوا رہتا ہے۔ وہ شخص جس کو اپنی رقم حاصل کرنے کے لیے کسی دوسرے شخص کی شناختی تائید کی ضرورت تھی پہلے کوئی دستیاب نہیں تھا لیکن دس روپئے رشوت دینے کے بعد اُسے معلوم ہوا کہ اب ڈاک کا پورا محکمہ اُس سے واقف ہے اور ہر شخص اس کے لیے رشوت لے کر دستخط کرنے پر آمادہ ہے۔

''ڈاک خانہ'' کے آخر میں افسانہ نگار نے افسانہ کو اس طرح ختم کیا۔

اَب اُس کے پاس بُک میرے ہاتھ سے لے لی۔ اور آخری صفحہ پر نگاہ ڈالنے کے بعد کہا: ''نوسو بہتّر روپے ساڑھے چھ آنے۔ (972-6½)'' بھائی صاحب دس روپے لگیں گے۔

میرے دِل میں ایک سنسناہٹ پیدا ہوگئی کہ اب تو پانچ روپے سے کام نکلتا ہے۔ اگر زیادہ بات کی تو شاید دس روپے سے بھی مشکل ہو جائے گا۔ میں نے جھٹ پانچ روپے کا ایک نیلا سا نوٹ نکال کر اُس کے اُجلے ہاتھ پر رکھ دیا۔ پھر کیا تھا فونٹیں پن کو جنبش دیتے ہوئے دو تین انگریزی سطور جو میرے کام کے لیے کافی تھیں لکھ کر فارم میرے ہاتھ میں دیدیا۔ میں دِل ہی دِل میں سوچ کر نادم ہو رہا تھا۔ کہ اگر اِس طرح کام ہونا تھا تو میں سب سے پہلے آدمی سے آن کی آن میں کرا سکتا تھا۔ اِس قدر وقت ضائع کرنے اور پریشان ہونے کی کیا ضرورت تھی۔ مجھے اپنی سادہ لوحی پر افسوس ہو رہا تھا کہ لوگوں کو کس طرح لینا آتا ہے مجھے دِینا بھی نہیں آتا۔

مَیں اپنی بے وقوفی اور نادانی پر جھلاتا ہوا واپس اُسی پُرانی میز کے

سامنے کھڑا ہوکر آداب بجالایا۔ مجھے دیکھ کر میرے کرم فرما فرشتہ خصایل نے مسکراتے ہوئے پوچھا۔''کیوں صاحب! میں نے کہا تھا نا کہ کوئی نہ کوئی آدمی آپ کا ضرور واقف ہوگا۔''

مَیں فاتحانہ انداز میں جواب دیا۔''صاحب! آپ کی مہربانی اور نوازش کا صدقہ اِس دفتر کا ہر آدمی میرا واقف ہے۔''

''کانٹا'' ایک نیم رومانٹک افسانہ ہے جو ایک شاعر اور اس کی بیوی جو خود شعر وسخن کی پرستار ہے اور جو مشکل حالات میں زندگی بسر کرتی ہے اور کان کا جھومر راستے میں کھو دیتی ہے جو بہرحال آخر مل جاتا ہے لیکن اس افسانے کے نشیب وفراز نیرنگ نے جذبہ دلی سے باندھے ہیں۔ افسانہ اور ڈرامہ کا مزہ اس کے پورے متن کے پڑھنے سے حاصل ہوتا ہے اس لیے ہم ڈرامہ ''دیوان ساون مل کا دربار'' یہاں نہیں لکھ سکیں گے۔ اور ''کانٹا'' کی ایک مختصر عبارت پر گفتگو تمام کرتے ہیں۔

کچھ دیر بعد نگاہ ڈالنے سے معلوم ہوا کہ وہ کرسیاں جہاں پہلے بیگم صاحبہ، بچوں کے ساتھ تشریف فرما تھیں وہاں اب دو اور صاحبزادیاں رونق افروز تھیں۔ میں نے کھڑے ہوکر اِدھر اُدھر نظر دوڑائی مگر کہیں بھی اُنھیں دیکھ نہ سکا۔ خیال آیا کہ شاید باغ میں پھولوں کے منظر کا لُطف اُٹھا رہی ہوں گی۔

لوگ آنے شروع ہوگئے۔ مشاعرہ گاہ میں خاصی رونق اور چہل پہل نظر آنے لگی مگر میرا دِل پریشان تھا اور آنکھیں بچوں کو دیکھنے کی متمنی تھیں۔ اِس قدر وقت گزر جانے پر بھی جب وہ دکھائی نہ دئے تو رہا نہ گیا کھڑا ہوکر مائیک کے پاس پہنچا اور اپنے لڑکے کو نام سے آواز دی کہ وہ میرے پاس اسٹیج پر آجائے۔ خاکسار زادہ کے اسٹیج پر نہ آنے سے میری پریشانی اور بھی بڑھ گئی اور دِل کئی قسم کے وسوسے سے پیدا ہوگئے۔